

تذکرہ

حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ

جو حضرت شاہ محمد اسحاق اور حضرت مولانا مملوک اعلیٰ نانوتویؒ کے شاگرد، دہلی کالج کے فاضل، جلیل القدر عالم، مایہ ناز محدث، بلند پایہ نامور مدرس، ممتاز مصنف، محقق، حاشیہ نگار، مترجم اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ابتدائی بیس سال تک صدر مدرس اور روح رواں رہے۔

تالیف

نور الحسن راشد کاندھلوی

ناشر

(حضرت) مفتی الہی بخش اکیڈمی۔ کاندھلہ

تذکرہ

حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ

جو حضرت شاہ محمد اسحاقؒ اور حضرت مولانا مملوک اعلیٰ نانوتویؒ کے شاگرد،
 دہلی کالج کے فاضل، جلیل القدر عالم، مایہ ناز محدث بند پایہ نامور مدرس،
 ممتاز مصنف، محقق، حاشیہ نگار، مترجم اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے
 ابتدائی بیس سال تک صدر مدرس اور روح رواں رہے۔

تالیف

نور الحسن راشد کاندھلوی

ناشر

حضرت مفتی الہی بخش اکیڈمی - کاندھلہ
 ضلع مظفرنگر - یوپی - ہند

(سلسلہ مطبوعات مفتی الہی بخش اکیڈمی)

جملہ حقوق طباعت بحق مؤلف محفوظ

[پاکستان میں جملہ حقوق طباعت حافظ محمد ندیم صاحب
دارالکتاب لاہور کے نام محفوظ ہیں]

نام کتاب: تذکرہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی

نام مؤلف: نور الحسن راشد کاندھلوی

صفحات: ۱۹۲

مطبع:

سنہ طباعت: محرم الحرام ۱۴۲۸ھ / جنوری ۲۰۰۷ء

قیمت: ستر روپے/۷۰

ملنے کا پتہ

[حضرت] مفتی الہی بخش اکیڈمی - کاندھلہ

ضلع مظفرنگر - یوپی - ہند

پن کوڈ: ۲۲۷۷۷۵

فون: 01392-222913



انتساب

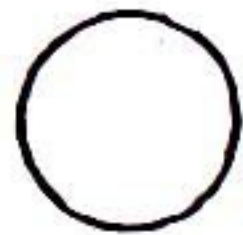
حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ
کے عزیز ترین شاگرد، کمال تربیت اور فضل و کمال میں نمائندہ و قائم مقام
حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی مہاجر مدنیؒ

کے

نور عین اور فرزند معنوی، علم و فضل اور ارشاد و تربیت کے وارث و جانشین

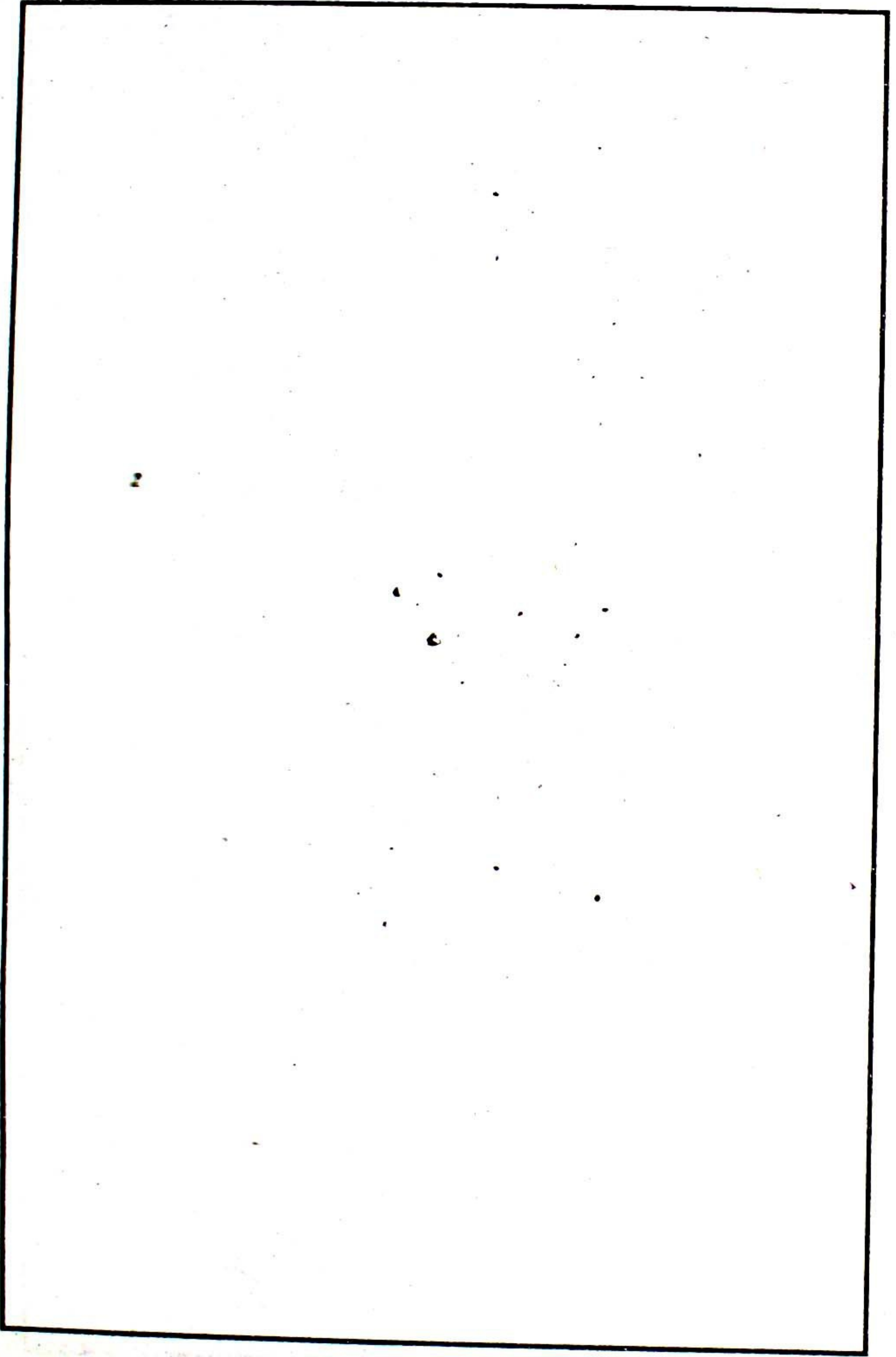
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ

کی روح مبارک اور خدمات جلیلہ کے نام



ایک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے

تذکرہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی



فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
	آغاز	۱
	انتساب	۲
	فہرست مضامین	
	تمہید	۳
	باب اول	
۱	ولادت، طفولیت، تعلیم، ملازمتیں، تحریک ۱۸۵۷ء میں	۴
	شرکت، مظاہر علوم سے وابستگی، حج کے سفر، وفات	
۲	خاندان و نسب	۵
۳	ولادت اور نام	۶
۳	تعلیم	۷
۴	مولانا قاری عبدالرحمن سے رفاقت درس اور ایک یادگار امتحان	۸
۶	زمانہ طالب علمی میں مولانا کی ذہانت کا اعتراف	۹
۶	مولانا مفتی صدرالدین آزرودہ سے تلمذ	۱۰
۶	مولانا شاہ عبدالغنی کی خدمت میں	۱۱
۷	شاہ محمد اسحاق سے تلمذ اور اجازت حدیث	۱۲
۸	مولانا رشید الدین خاں دہلوی سے تلمذ کی روایات	۱۳
	پر ایک نظر	

۱۰	سلسلہ ملازمت (بنارس کالج میں عربی کے پروفیسر)	۱۴
	پہلا سفر حج [جس سے تین سال میں واپسی ہوئی]	۱۵
۱۴	مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر امین کی ملازمت کے لئے کوشش	۱۶
۱۶	دہلی کالج میں مدرسہ کے لئے کوشش	۱۷
۱۸	امینی کے مذکورہ عہدہ کے لئے امیدواروں کا امتحان	۱۸
۱۹	دہلی میں مفتی صدر الدین آزرہ کے دفتر میں عارضی ملازمت	۱۹
۱۹	رڑکی میں مختصر ملازمت	۲۰
۲۰	کسی اور ملازمت کی تلاش اور اجمیر میں تقرر	۲۱
۲۰	اجمیر کالج میں شعبہ عربی کے سربراہ کے منصب پر تقرر	۲۲
۲۱	آگرہ کالج میں مدرسہ اول	۲۳
۲۱	مولانا کی سرکاری ملازمتوں کی یہی ترتیب صحیح ہے	۲۴
۲۲	سنہ ۱۸۵۷ء کی تحریک میں حصہ	۲۵
۲۳	میدان جنگ سے جنت کا سدا بہار تحفہ ملا	۲۶
۲۴	منجانب اللہ امداد کا ایک واقعہ	۲۷
۲۵	تحریک ۱۸۵۷ء میں ناکامی کے بعد روپوشی اور بریلی میں قیام	۲۸
۲۶	مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں تصحیح کتب کی ملازمت	۲۹
۲۷	سورہ پئے ماہانہ تنخواہ	۳۰
۲۹	مظاہر علوم میں تقرر اور متعلقہ خدمات	۳۱
	منشی نول کشور کی مولانا سے اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کی درخواست	۳۲

۳۰	تقرر کی تاریخ اور تنخواہ	۳۳
۳۶	مرض وفات میں اسباق کے انہماک کا حال	۳۴
۳۶	مولانا کی سالانہ تدریس کی مقدار و معمول	۳۵
۳۷	مقدار خواندگی حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی	۳۶
۳۷	مقدار خواندگی ۱۲۸۷ھ	۳۷
۳۷	سنہ ۱۲۸۸ھ	۳۸
۳۸	سنہ ۱۲۸۹ھ	۳۹
۳۸	سنہ ۱۲۹۰ھ	۴۰
۳۹	سنہ ۱۲۹۱ھ	۴۱
۳۹	سنہ ۱۲۹۲ھ	۴۲
۳۹	سنہ ۱۲۹۳ھ	۴۳
۴۰	سنہ ۱۲۹۴ھ	۴۴
۴۰	سنہ ۱۲۹۵ھ	۴۵
۴۱	سنہ ۱۲۹۶ھ	۴۶
۴۱	سنہ ۱۲۹۷ھ	۴۷
۴۲	سنہ ۱۲۹۸ھ	۴۸
۴۲	سنہ ۱۲۹۹ھ	۴۹
۴۲	سنہ ۱۳۰۰ھ	۵۰
۴۲	سنہ ۱۳۰۱ھ	۵۱
۴۲	سنہ ۱۳۰۲ھ	۵۲

۴۶	مدرسہ سے تنخواہ اور اس میں اضافہ	۵۳
۴۷	وضع تنخواہ	۵۴
۴۸	مدرسہ کی اعلیٰ درجہ کی خدمت کے باوجود، مدرسہ کے اوقات میں احتیاط کا بے نظیر معمول	۵۵
۴۹	مولانا کے اس معمول کو حضرت حاجی امداد اللہ کا پسند فرمانا اور علماء کو اس پر عمل کی ہدایت	۵۶
۴۹	مولانا کے اخلاص کا اثر	۵۷
۵۰	مدرسہ کا سالانہ مالی تعاون	۵۸
۵۱	دارالعلوم دیوبند کی سب سے پہلی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے والوں میں شامل تھے۔	۵۹
۵۱	مولانا محمد مظہر کا مدرسہ دیوبند کے لئے مالی تعاون	۶۰
۵۲	دارالعلوم دیوبند کے امتحانات اور جلسہ میں شرکت کا اہتمام	۶۱
۵۲	مولانا محمد مظہر کو دارالعلوم میں لانے کی تجویز	۶۲
۵۳	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے اجازت و خلافت	۶۳
۵۴	ہیت اور شان فاروقی	۶۴
۵۴	بے تکلف سادہ طبیعت	۶۵
۵۵	زیارت حرمین کے لئے حاضری	۶۶
۵۶	پہلا سفر حج (۱۲۶۲ھ)	۶۷
۵۶	دوسرا سفر حج	۶۸

۵۸	تیسرا اور آخری حج	۶۹
۶۱	نکاح	۷۰
۶۲	درد گردہ کا عارضہ	۷۱
۶۳	وفات کے قریب ہونے کا احساس اور چند ارشادات	۷۲
۶۳	سفر آخرت کے اشارے	۷۳
۶۴	مرض وفات	۷۴
۶۵	آخری لمحات	۷۵
۶۹	دوسرا حادثہ عظیمہ	۷۶
۶۹	مدفن	۷۷
۷۰	حضرت مولانا گنگوہی کو صدمہ اور اس کا تذکرہ	۷۸
۷۱	سر سید احمد کا تاسف اور تعزیتی مضمون	۷۹
باب دوم		
۷۳	علمی تحریری تصنیفی ورثہ، تصانیف، تصحیح و تحقیق، حواشی اور ترجمے	۸۰
۷۴	مولانا کی سب سے پہلی تحریر	۸۱
۷۴	مولانا کا پہلا علمی کارنامہ حاشیہ موطا امام مالک (۱۲۶۶ھ)	۸۲
۷۶	حضرت شاہ محمد اسحاق کے تلامذہ کا اولوالعزم مانہ کارنامہ	۸۳
۷۷	حاشیہ موطا کی تالیف کا زمانہ اور اس کی پہلی دوسری طباعت	۸۴

۸۲	امام بوسیری کے قصیدہ ہمزئیہ کی تصحیح اور اس کی سب سے پہلی اشاعت ۱۲۷۰ھ	۸۵
۸۳	حضرت مولانا کا کام	۸۶
۸۶	امام بوسیری کا مختصر احوال مولانا مظہر کے قلم سے	۸۷
۸۶	خاتمۃ المحقق	۸۸
۸۸	اس نسخہ کا سرورق	۸۹
۹۰	احیاء العلوم امام غزالی کی تصحیح متن اور اس کا مختصر حاشیہ ۱۲۸۱ھ	۹۰
۹۲	اس نسخہ کی دوسری طباعت	۹۱
۹۵	مجمع البحار علامہ محمد طاہر پٹنی کی تصحیح و تعلق اور پہلی طباعت ۱۲۸۳ھ	۹۲
۱۰۰	نول کشور کی طباعت کے اور ایڈیشن	۹۳
۱۰۱	نسخہ مرتبہ حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی	۹۴
۱۰۲	ترجمہ در مختار، غایۃ الاوطار کی تکمیل میں بھرپور شرکت اور کامل حصہ ۱۲۸۸ھ	۹۵
۱۰۵	مولانا حسین علی کے تفسیرنی افادات و بلغۃ الحیر ان کا مولانا محمد مظہر سے کچھ تعلق نہیں	۹۶
۱۰۷	خاتمۃ الطبع احیاء العلوم امام غزالی مولانا محمد مظہر نا نو توی مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ	۹۷
۱۱۱	تاریخ عربی از نتائج طبع مولوی محمد یعقوب صاحب	۹۸
۱۱۳	خاتمۃ الطبع مجمع البحار علامہ محمد طاہر پٹنی از حضرت مولانا محمد مظہر نا نو توی	۹۹

باب سوم

- | | | |
|-----|-----------------------------------------------------------------------------|-----|
| ۱۱۸ | مولانا کی مرتب کی ہوئی ایک رپورٹ اور جلسہ میں کی گئی
ایک تقریر | ۱۰۰ |
| ۱۱۹ | کیفیت [رپورٹ] مدرسہ پیش کردہ مولانا محمد مظہر
نانوتوی جلسہ مدرسہ ۱۲۹۸ھ | ۱۰۱ |
| ۱۲۳ | تقریر پر تاثیر جناب مولوی محمد مظہر صاحب وقت تقسیم
انعام بابت سال ۱۲۹۹ھ | ۱۰۲ |

باب چہارم

- | | | |
|-----|--------------------------------------------------------------------|-----|
| ۱۲۷ | چند شاگرد | ۱۰۳ |
| ۱۲۹ | سب سے پہلے شاگرد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی | ۱۰۴ |
| ۱۳۰ | حضرت مولانا خلیل احمد انیسٹروی مہاجر مدنی | ۱۰۵ |
| ۱۳۲ | مولانا عبدالحق حقانی دہلوی مفسر قرآن [مصنف تفسیر حقانی] | ۱۰۶ |
| ۱۳۲ | مولانا عبدالمنان وزیر آبادی محدث پنجاب | ۱۰۷ |
| ۱۳۳ | مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی | ۱۰۸ |
| ۱۳۵ | مولانا سید تجل حسین دسنوی | ۱۰۹ |
| ۱۳۶ | علامہ شبلی نعمانی کا مولانا مظہر سے تلمذ اور مظاہر علوم میں تعلیم؟ | ۱۱۰ |
| ۱۳۷ | مولانا عبد الجبار عمر پوری | ۱۱۱ |
| ۱۳۸ | مولانا راغب اللہ پانی پتی | ۱۱۲ |
| ۱۳۹ | مولانا مفتی شاہ دین لدھیانوی | ۱۱۳ |

۱۴۰	مولانا میر باز خان مظفرنگری سہارنپوری	۱۱۳
۱۴۰	مولانا اشرف علی جالندھری سلطان پوری	۱۱۵
۱۴۱	مولانا نور احمد پسروری (مجشی و ناشر مکتوبات مجدد الف ثانی)	۱۱۶
۱۴۲	مولانا حسین علی واں پچھراں والی	۱۱۷
۱۴۳	مولانا نور محمد بن علی محمد لدھیانوی	۱۱۸
۱۴۳	مولانا مقیم الدین سرحدی	۱۱۹
۱۴۳	مولانا پیر سید جماعت علی علی بوری	۱۲۰
۱۴۴	مولانا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی	۱۲۱
۱۴۵	مولانا غلام محمد ہوشیار پوری	۱۲۲
۱۴۵	مولانا محمد فاروقی جالندھری	۱۲۳
۱۴۶	مولانا حشمت علی بناری	۱۲۴
۱۴۶	مولانا منصور علی خاں مراد آبادی	۱۲۵
۱۴۷	مولانا حافظ قمر الدین سہارنپوری	۱۲۶
۱۴۸	مولانا ثابت علی سہارنپوری	۱۲۷
۱۴۸	مولانا عنایت الہی بوڑیاوی سہارنپوری	۱۲۸
۱۵۱	مولانا حکیم محمد حسین خاں کشمیری	۱۲۹
۱۵۱	مولانا حکیم احسان الغنی بدایونی	۱۳۰
۱۵۲	حضرت مولانا کے وہ چند شاگرد جن کا تعارف نہیں ملا	۱۳۱
	ضمیمہ	
	تذکرہ حضرت مولانا محمد مظہر مندرجہ طریقہ شریعت	۱۳۲
	مولانا حشمت علی بناری	

تکمہ

از مؤلف

جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۲۶ھ کے دوسرے ہفتے میں ایک اڑتی سی خبر سنی کہ شوال یا ذی قعدہ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں، ایک بڑے دینی جلسہ کا انعقاد متوقع ہے، اور اس موقع پر ارباب مدرسہ مدرسہ کے ماہانہ رسالہ کا ایک ضخیم خاص شمارہ، مظاہر علوم سہارنپور کی خدمات اور اس کے اکابر علماء کے حالات پر شائع کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں، جس کے متوقع مضمون نگاروں میں راقم سطور نور الحسن راشد کاندھلوی کا نام بھی شامل ہے۔ دو تین ہفتوں کے بعد اس اطلاع کی تصدیق ہوئی، اور رسالہ کے مدیر صاحب کی جانب سے اس خاص شمارہ کے لئے ایک مضمون کی فرمائش موصول ہوئی۔ مضمون کے لئے ذہن میں کئی عنوانات آئے اور گئے، آخر میں یہ طے کیا کہ مظاہر علوم کے سب سے پہلے صدر مدرس اور روح رواں حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی، اپنے دور کی ایک بڑی علمی شخصیت تھے، مگر حضرت مولانا کی تصنیفی تحقیقی علمی خدمات کا آج تک کہیں تذکرہ نہیں آیا، اس لئے حضرت مولانا کی تصانیف اور علمی آثار پر کچھ پیش کرنا چاہئے۔ اس مقصد سے ایک مضمون لکھنا شروع کیا یہ مضمون مکمل ہوا تو خیال آیا کہ حضرت مولانا کے معلوم احوال و سوانح بھی مرتب کر دئے جائیں، زیر نظر صفحات اسی خیال کی عملی صورت ہیں۔ حضرت مولانا کی تصانیف پر جس مضمون کا ذکر آیا ہے اس کو بعض اضافات کے ساتھ اسی تالیف کا ایک باب بنا دیا ہے۔

اس مختصر تذکرہ کے متعلق یہ کہنا تو صحیح نہ ہوگا کہ اس میں حضرت مولانا کی سیرت و سوانح، کمالات علمیہ اور تصانیف و خدمات کی مکمل تصویر آگئی ہے مگر یہ امید ضرور ہے کہ انشاء اللہ اس میں حضرت مولانا کی زندگی اور احوال و افکار کی ایک جھلک ضرور مل جائے گی، تصانیف اور علمی خدمات کے متعلق بھی کسی قدر معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ حضرت مولانا محمد مظہر کے متعلق مؤلف کی معلومات و دسترس میں جو کچھ تھا وہ اس نے ان صفحات میں پیش کر دیا ہے، امید ہے کہ مظاہر علوم کے وابستگان علم و تربیت اور دوسرے اہل علم و فضل بھی اس پر توجہ کر کے اس سلسلہ کو آگے بڑھانے اور بہتر طور پر مکمل کرنے کی کوشش فرمائیں گے۔

حضرت مولانا محمد مظہر کا ذکر ہو اور مدرسہ کے اس وقت کے اکابر اور علمائے کرام کو یاد نہ کیا جائے ممکن ہی نہیں۔ اس لئے اس تذکرہ کی تحریر کے ساتھ ہی بانی مدرسہ حضرت مولانا سعادت علی سہارنپوری، مدرسہ کی ممتاز ترین اور بلاشبہ لائق فخر شخصیت حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نیز مدرسہ کے سب سے پہلے مدرس مولانا سخاوت علی انبیٹھوی، مدرسہ کے نائب صدر مدرس، مولانا احمد حسن پنجابی ثم کان پوری اور مدرسہ کے ایک بڑے معاون اور بعد میں سرپرست اور مہتمم، ہندوستان کے معروف فاضل اور ادیب، مولانا فیض الحسن سہارنپوری وغیرہ پر بھی توجہ رہی، اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے ان حضرات کے احوال پر بھی متعدد مفصل و مختصر مضامین مرتب ہو گئے، جن میں ایسی اطلاعات و معلومات کو اولیت دی گئی ہے جن کا ہماری کتابوں اور تحریرات میں عموماً تذکرہ نہیں آتا۔ نیز ان حضرات کے جو علمی آثار، تصانیف و مولفات تحریرات و فتاویٰ اس کوتاہ نظر کی نظر میں ہیں، ان میں جو اہم ترین تھے، ان کے متون اور عکس اس میں شامل کئے ہیں اور اکثر کا تعارف علیحدہ مرتب ہو گیا ہے اس طرح بھی یہ ایک خاصا مفید مجموعہ مرتب ہو گیا ہے، اس کے بھی اکثر حصہ کی کتابت (کیپوزنگ) ہو چکی ہے جو بعض اور

مشمولات کے ساتھ ان شاء اللہ بڑے سائز کے تقریباً چھ سو سے زائد صفحات میں مکمل ہوگا، یہ ایک مستقل کتاب یا تالیف ہے جو جلد ہی شائع ہوگی اور مظاہر کے اکابر کے تعارف اور مدرسہ کی خدمت کی معلومات پر اضافہ کرے گی ان شاء اللہ تعالیٰ!

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اس کے ذریعہ سے ان حضرات کے احوال و خدمات کی مزید جستجو کا شوق تازہ ہو اور ان حضرات کے دینی علمی اسوہ پر عمل کی توفیق عطا ہو۔ و ما تو فیقی الا باللہ.

نور الحسن راشد

مفتی الہی بخش اکیڈمی

مولویان۔ کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی

[تذکرہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی[ؒ]]

باب اول

احوال

[ولادت و طفولیت، تعلیم، ملازمتیں، تحریک ۱۸۵۷ء میں شرکت، مظاہر علوم سے وابستگی، حج کے سفر، وفات۔]

نانوتہ ضلع بہار نیور کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو دسویں گیارہویں صدی ہجری میں بہت پر رونق اور آباد و شاداب تھا بعد میں نواب جلال خاں (بانی قصبہ جلال آباد ضلع مظفرنگر، یوپی) اور سکھوں کے مذہبی پیشوا، گرو گوبند سنگھ کے درمیان ایک شدید جنگ میں تباہ و برباد ہو گیا تھا، (۱) اس وقت سے پچیس تیس سال پہلے تک نیم ویران سا رہا، اب ترقی پذیر ہے۔ اس اطراف و نواح میں، بلکہ خود اس بستی کے اہل علم و قلم کی کتابوں تحریرات میں بھی پھوٹے شہر کے نام سے درج کیا جاتا تھا۔ اس علاقہ کے متاخر دور کے ایک بڑے عالم، مولانا رحمت اللہ کیرانوی (مصنف اظہار الحق و بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ) نے بھی، اپنی ایک تحریر میں یہاں کی علمی بستیوں کا ذکر کرتے ہوئے، نانوتہ کو پھوٹا شہر لکھا ہے:

(۱) اس جنگ کی روداد، تاریخ جلال آباد، موسومہ: واقعات جلال خاں تالیف: محمد علی بن روشن خاں، قلمی میں درج ہے۔ (فونو نسخہ منقولہ از نسخہ مولف) ص: ۱۲-۱۳۔

”بعض جگہ بعض چیزوں میں مشہور ہیں، جیسے میری بستی کیرانہ اور نانوتہ جس کے رہنے والے مولوی قاسم اور مولوی یعقوب وغیرہم تھے، نحوست میں مشہور ہے، کہ عوام صبح کو ان کا نام بھی نہیں لیتے ہیں۔ کیرانہ کو بیروں والا شہر اور نانوتہ کو پھوٹا شہر کہتے ہیں“۔ (۱)۔

خاندان و نسب | نانوتہ میں سادات و شیوخ کے متعدد خاندان آباد ہیں (۲)۔ جس میں ایک ممتاز خاندان وہ ہے جس کو آخری دور میں حضرت مولانا مملوک العلی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی مولانا محمد یعقوب، مولانا محمد احسن کی وجہ سے بہت شہرت و عزت حاصل ہوئی، اسی خانوادہ اور سلسلہ کے ایک لعل شب چراغ مولانا محمد مظہر نانوتوی بھی تھے۔ ان سب کا سلسلہ نسب جو شیخ ابوالفتح پرل جاتا ہے، اس طرح ہے:

”مولانا محمد مظہر بن حافظ لطف علی، بن محمد حسن بن حکیم غلام بن حکیم عبداللہ، بن شیخ ابوالفتح، بن شیخ محمد مفتی، بن شیخ عبدالسمیع، بن مولوی محمد ہاشم“۔

حضرت مولانا مملوک العلی، حضرت مولانا محمد قاسم بھی اسی خاندان کے برگ و ثمر ہیں۔ حافظ شیخ لطف علی کے تین فرزند تھے، مولانا محمد مظہر، مولانا محمد احسن اور مولانا محمد منیر، تینوں مصنف، مؤلف، مترجم، محقق، اعلیٰ درجے کے استاد، اور ایسے عالم فاضل تھے کہ اب تک ان کی فضیلت علمی کا سکہ رواں اور ان کے علوم و مصنفات کی آب و تاب باقی بلکہ روز افزوں ہے۔ شیخ لطف علی متعلق معلومات مفقود ہیں، مولانا محمد طاہر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ لطف علی مولانا محمد مظہر کی لکھنؤ میں ملازمت کے زمانہ تک حیات تھے۔

(۱) تحریر، بر تقدیس الوکیل: (مطبوعہ لاہور)۔

(۲) خاندان کے ہندوستان آمد، خاندان کے اجداد نانوتہ کو وطن بنانے کی وجہ، متعلقہ معلومات و تفصیلات، نیز نانوتہ کے قدیم بزرگوں اور اولیاء اللہ کے حالات و تعارف کے لئے ملاحظہ ہو: راقم سطور کی تالیف تذکرہ استاذ الکل حضرت مولانا مملوک العلی نانوتوی۔

شیخ لطف علی کے سب سے بڑے بیٹے مولانا محمد مظہر تھے، دوسرے مولانا محمد احسن،
(۱) تیسرے اور آخری مولانا محمد منیر تھے۔

ولادت اور نام | حضرت مولانا کا نام محمد مظہر، تاریخی نام ہے، جس سے سنہ ولادت
۱۲۳۷ھ (۱۸۲۱-۲۲ء) معلوم ہو جاتا ہے۔ تذکرہ مولانا محمد احسن تالیف محمد ایوب قادری
میں مولانا کی تاریخ وفات کا دو جگہ ذکر آیا ہے ص: ۲۲ اور ص: ۱۵۴ پر، اول الذکر اطلاع
صحیح ہے ص: ۱۵۴ پر درج سنہ ولادت صحیح نہیں۔

تعلیم | اپنے والد حافظ شیخ لطف علی سے قرآن شریف پڑھا، قرین قیاس ہے ابتدائی
تعلیم وطن میں یا اطراف کے کسی عالم کی خدمت میں حاصل کی ہوگی، مگر اس کی تفصیل معلوم
نہیں۔ دہلی کالج کے قائم ہونے کے دس گیارہ سال بعد، جب مولانا محمد مظہر کی عمر تقریباً بارہ تیرہ
سال ہوگی، متوسطات کی تعلیم کے لئے دہلی گئے ہوں گے۔ حضرت مولانا مملوک العلی جو خاندان
کے فرد تھے، دہلی کالج کے قائم مقام صدر مدرس، دہلی کے نامور استاد اور مجمع علماء تھے، مولانا
کے مکان پر کوچہ چیلان میں قیام ہوا، بہ ظاہر اسی وقت دہلی کالج میں بھی داخلہ ہو گیا تھا، یہ
واقعہ تقریباً سنہ ۱۲۵۰-۵۱ھ (۱۸۳۵ء) کا ہوگا۔ مولانا مملوک العلی سے دہلی کالج میں
اور گھر پر دونوں جگہ ہر وقت پڑھتے رہے، مولانا سے پڑھی کتابوں کی تفصیل مفقود ہے،
لیکن ضمنی اطلاعات سے عیاں ہے کہ مولانا نے متوسطات سے مختلف علوم کی اعلیٰ کتابوں تک،
تقریباً سب کتابیں مولانا مملوک العلی سے پڑھیں۔

(۱) مولانا محمد احسن کی دینی علمی خدمات پر، ڈاکٹر محمد ایوب قادری کی مفصل اور تحقیقی تالیف: ”مولانا محمد احسن
نانوتوی“ کراچی ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی تھی، یہ کتاب دو سو اسی صفحات پر مشتمل ہے اور علمائے نانوتہ
سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے عمدہ یادگار ہے۔

مولانا قاری عبدالرحمان سے رفاقت
درس اور ایک یادگار امتحان

مولانا مملوک العلی سے زمانہ تدریس میں خصوصاً
مختصر معانی میں، مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی
مولانا محمد مظہر کے رفیق ہم درس تھے، جس

وقت یہ دونوں صاحبان حضرت مولانا مملوک العلی سے دہلی کالج میں پڑھ رہے تھے، محکمہ تعلیم کا
ایک بڑا افسر دہلی آیا، مولانا مفتی صدرالدین آزرہ کی مولانا مملوک العلی سے چھیڑ چھاڑ چلتی
رہتی تھی، مفتی صاحب کی تحریک پر اس افسر نے مولانا مملوک العلی کو اطلاع بھیجی کہ آپ کے
طلباء کا مفتی صاحب میرے سامنے امتحان لیں گے۔ مقصد یہ تھا کہ مفتی صاحب سخت امتحان
لیں، مولانا کے شاگردوں اور خود مولانا مملوک العلی کی سبکی ہو۔ چنانچہ امتحان ہوا، یہ افسر بھی
موجود تھے، مفتی آزرہ بھی تشریف فرما ہوئے، لیکن نتیجہ مفتی صاحب کی امید کے خلاف نکلا،
مولانا کے شاگرد ایسے باکمال نکلے کہ ممتحن کو ان کی فضیلت اور لیاقت علمی کا اعتراف کرنا پڑا۔
تفصیل مولانا قاری عبدالرحمان صاحب کے الفاظ میں پڑھئے، فرماتے ہیں:

”سررشتہ تعلیم کا کوئی بڑا افسر ایک مرتبہ دہلی میں آیا، جناب مفتی
صدرالدین صاحب کو مولانا مملوک العلی سے معاصرانہ چشمک تھی، ان
کی اندرونی تحریک سے افسر مذکور نے مولانا کو اطلاع بھیجی کہ مدرسہ کا
امتحان مفتی صاحب میرے سامنے لیں گے۔ صاحب سواخ فرماتے
ہیں کہ مولانا نے مجھے بلایا اور فرمایا: ”حافظ جیو امتحان دینا پڑے گا“
مولوی محمد مظہر صاحب سہارنپوری اور مولوی وجیہ اللہ صاحب اور میں
تینوں ہم درس تھے، میں نے معذرت کی اور عرض کیا کہ ”میری تعلیم
خارج از مدرسہ ہوئی ہے“ فرمایا: ”ہم نے پڑھایا ہے تم اس پڑھائی میں
امتحان دو“ عرض کیا: ”کونسی کتاب میں سے امتحان لیا جائے گا؟
ارشاد ہوا کہ ”مجھے کیا پتہ کونسی کتاب ہوگی“۔

میاں محمد مظہر نے مجھے بتایا کہ: ”یہ تو مفتی صاحب ہمارے مولانا نے چھیڑ کر رہے ہیں، ذرا ہوشیار ہو کر امتحان دینا چاہئے“ چنانچہ باہمی مشورہ سے ہم تینوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ امتحان ہونے دو، انشاء اللہ دیکھا جائے گا۔

خیر مفتی صاحب تشریف لائے، اور معقول کی کتاب میں سے ایک مقام پر کھلوایا، ہمارے ساتھی نے دانستہ عبارت غلط پڑھی، مفتی صاحب نے فرمایا کہ: ”سنجھل کر پڑھو“ اس نے دوبارہ وہی غلطی کی، پھر مفتی صاحب نے یکے

بعد دیگرے دوسروں سے وہی عبارت پڑھوائی، انہوں نے بھی اسی طرح

پڑھا، اب مفتی صاحب نے ترجمہ و مطلب بتانے کو کہا، ہم نے جیسی عبارت

پڑھی تھی ویسا ہی مطلب بیان کیا۔ مفتی صاحب نے فرمایا ”کیا یہ مطلب

اسی طرح ہے؟“ ہم سب نے بیک زبان عرض کیا ”جی ہاں! اگر غلط ہو تو

جناب اعتراض فرمائیں“۔ اس پر مفتی صاحب نے مولانا کی طرف مخاطب

ہو کر فرمایا: ”مولانا! یہ جماعت طالب علموں کی ہے، یا فاضلوں کی؟“

میں نے مولانا کی طرف نظر اٹھائی تو وہ مسکرا رہے تھے، مفتی صاحب کے

استفسار پر مولانا نے جواب دیا، ”مفتی صاحب! میرے طالب علم تو ایسے

ہی ہوا کرتے ہیں، آپ اعتراض کریں یہ جواب دیں گے“ مگر اس کے

بعد مفتی صاحب نے افسر تعلیم سے فرمایا ”کہ جب ان طالب علموں کا یہ

حال آپ نے دیکھا تو اب مزید امتحان کی ضرورت نہیں رہی، نہایت عمدہ

تعلیم ہے، یقین ہے کہ تمام طالب ایسے ہی نکلیں گے“ (۱)

(۱) تذکرہ رحمانیہ..... (سوانح قاری عبدالرحمان پانی پتی) تالیف: مولانا عبدالحلیم انصاری پانی پتی

ص: ۳۷/۳۹ - عکس طبع اول، پانی پت۔ (لاہور: ۱۴۰۰ھ)

زمانہ طالب علمی میں مولانا کی ذہانت کا اعتراف | سرسید احمد ان لوگوں میں تھے، جو مولانا محمد مظہر کو دہلی میں تعلیم کے زمانہ سے جانتے تھے، مولانا کی سرسید کے سامنے وفات ہوئی۔ سرسید احمد نے مولانا پر اپنی تعزیتی تحریر میں زمانہ طالب علمی میں مولانا کی ذہانت کے چرچے کا ذکر کیا ہے، تحریر ہے:

”مولوی صاحب ممدوح بہت بڑے عالم تھے، جس زمانہ میں دہلی میں طالب علم تھے، اسی زمانہ میں ان کی ذہانت مشہور تھی، تقویٰ میں بھی نہایت اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔“ (۱)

مولانا مفتی صدر الدین آزرہ سے تلمذ؟ | شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے مولانا کے جو حالات تحریر فرمائے ہیں اس میں مولانا مفتی صدر الدین آزرہ کو بھی مولانا کے استادوں میں ذکر کیا ہے، لکھا ہے:

”مولانا الشیخ صدر الدین، صدر الصدور، فی الدہلی“ (۲)
لیکن اوجز سے نہ ہی کسی اور ذریعہ سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ، مولانا محمد مظہر نے مفتی صاحب سے کیا پڑھا تھا، کن علوم کی کون کونسی کتابیں، کس وقت پڑھیں، اور مفتی صاحب سے کب سے کب تک استفادہ کی سعادت نصیب رہی۔

مولانا شاہ عبدالغنی کی خدمت میں | اس وقت اس نواح کے علماء کا معمول تھا کہ وہ حدیث شریف پڑھنے کے لئے خاندان حضرت شاہ ولی اللہ کے کسی بڑے عالم، یا

(۱) انسٹی نیوٹ گزٹ - علی گڑھ - شمارہ، ۳/ اکتوبر سنہ ۱۸۸۵ء - مشمولہ - سرسید کی تعزیتی تحریریں، مرتبہ: اصغر عباس ص: ۲۲/ (علی گڑھ: ۱۹۸۹)

(۲) اوجز المسائلک الی موطا امام مالک، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی - ص: ۳۳ (مقدمہ) طبع اول، جلد اول سہارنپور

ان کے کسی قریبی اور معتمد شاگرد کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، مولانا محمد مظہر صاحب نے بھی اس معمول کی پاسداری فرمائی۔ مولانا نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اپنے اعزہ اور رفقاء کی طرح، حضرت مولانا کی خدمت میں رہ کر حدیث شریف پڑھی، مگر حضرت شاہ سے تلمذ کی تفصیلات مفقود ہیں، تاہم حضرت شاہ عبدالغنی نے حضرت مولانا محمد قاسم کو جو سند و اجازت عطا فرمائی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے یہاں درس میں مولانا محمد مظہر، موطا امام مالک کے اسباق میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے رفیق تھے، حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”و مؤطامالک بن انس، سمع بعضہ بقراءة ابن اخی

المولوی مظہر“ (۱)

مولانا نے اگرچہ حدیث شریف کی چند کتابیں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی سے پڑھی تھیں، لیکن مولانا کا اصل تلمذ اور اجازت حدیث

بخاری شریف کی سند و اجازت حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کے واسطے سے ہے۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے بذل الجہود کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے:

وقد روی حضرت مولانا محمد مظہر، صحیح البخاری

عن الشهير في الآفاق، مولانا محمد اسحاق. (۲)

نیز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا لکھتے ہیں:

(۱) اس اصل سند کا فوٹو، سوانح قاسمی۔ تالیف مولانا مناظر احسن گیلانی میں شامل ہے، ملاحظہ ہو: مابین صفحہ

۲۶۰.....۲۶۱۔ جلد اول (دیوبند ۱۳۷۳ھ)

(۲) تمہید بذل الجہود ص: ۲۔ جلد ۱۔ نلس طبع اول / سہارنپور (مع تصحیح و حواشی جدید)

”وقد قرأ بعض كتب الحديث على المحدث الاكبر، الشيخ

الاجل، الشهير في الآفاق مولانا محمد شاه اسحاق..... (۱)

مولانا عاشق الہی میرٹھی کی صراحت بھی ملاحظہ ہو، تحریر ہے:

”مظہر علوم حضرت مولانا محمد مظہر نے، بخاری شریف حضرت اقدس

مولانا شاہ اسحاق صاحب مہاجر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھی ہے،

اور شاہ صاحب اعلیٰ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے

مشہور شاگرد ہیں“ (۲)

یہ واضح ہے کہ حضرت مولانا کا حضرت شاہ صاحب سے تلمذ شاہ صاحب کے

ہندوستان کے قیام کے زمانہ میں ہوا ہے، کیوں کہ جب شاہ صاحب سفر ہجرت پر گئے

اس وقت مولانا بنارس میں مدرس تھے، اور جب مولانا مظہر اپنے پہلے سفر حج کے موقع پر

مکہ معظمہ حاضر ہوئے اس وقت حضرت شاہ صاحب کی وفات ہو چکی تھی۔

اسی اطلاع سے ضمناً یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ مولانا رحمہ اللہ، حضرت شاہ صاحب

سے تلمذ اور اجازت حدیث میں، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولانا قاری

عبدالرحمن پانی پتی سے مقدم اور فائق تھے۔

حضرت شیخ الحدیث نے مقدمہ اوجز میں، مولانا کے

استادوں میں مولانا رشید الدین خاں کشمیری دہلوی

کا نام بھی شامل کیا ہے، لکھا ہے:

مولانا رشید الدین خاں دہلوی

سے تلمذ کی روایات پر ایک نظر

(۱) اوجز المسائلک (مقدمہ) ص: ۴۳۔ جلد ۱۔

(۲) تذکرۃ الخلیل (سوانح حضرت مولانا خلیل احمد انیسٹھوی) تالیف مولانا عاشق الہی میرٹھی: ص: ۴۳۔

(مکتبہ الشیخ: کراچی، مطابق مطبع اول)

”اخذ العلوم من الشيخ الاجل استاد المشائخ الكرام
مولانا مملوک العلی النانوتوی، ومولانا الشیخ
صدرالدین صدرالصدر فی الدہلی، ومولانا الشیخ
رشید الدین الدہلوی.“ (۱)

غالباً اوجز سے نقل ہو کر ہی یہ اطلاع نزہۃ الخواطر میں درج ہوئی، (۱) دوسری
کتابوں اور ماخذ میں بھی اس کا ذکر ہے، مگر یہ اطلاع و روایات صحیح نہیں۔ مولانا مظہر
کا مولانا رشید الدین خاں سے تلمذ اور اجازت تقریباً ناممکن ہے، یہ بھی متوقع نہیں کہ
مولانا محمد مظہر صاحب نے مولانا رشید الدین کو دیکھا ہو، اور یہ بات ایسی واضح ہے کہ اس
کے لئے کسی باریکی اور گہرائی میں جانے کی ضرورت نہیں۔

مولانا محمد مظہر سنہ ۱۲۳۷ھ ۱۸۲۱ء میں پیدا ہوئے تھے اور مولانا رشید الدین خاں
کی شروع محرم الحرام ۱۲۳۳ھ (جولائی ۱۸۲۷ء) میں وفات ہو گئی تھی، اس وقت مولانا
محمد مظہر کی عمر چھ ساڑھے چھ سال ہوگی، اس عمر میں تعلیم کے لئے دہلی کا سفر تقریباً
ناممکن تھا، اور اگر یہ سفر ہوا بھی ہو، تو اس وقت مولانا مظہر قرآن شریف اور اگر غیر متوقع طور
پر فرض کیا جائے تو فارسی کی بالکل ابتدائی کتابیں پڑھتے ہوں گے، اور مولانا رشید الدین
خاں سے جو تلمذ ذکر کیا جاتا ہے، وہ گویا اعلیٰ کتابوں اور سند و اجازت کا تلمذ ہے، جو ظاہر
ہے کہ ممکن ہی نہیں، اس لئے یہ اطلاع صحیح نہیں۔

غالباً یہ غلط فہمی، مولانا رشید الدین خاں کے سنہ وفات کی ایک بے اصل روایت
پر اعتماد کی وجہ سے ہوئی، چند تذکرہ نگاروں نے مولانا کا سنہ وفات ۱۲۳۹ھ (۳۲-۱۸۳۳ء)

(۱) اوجز المسالك (مقدمہ) ص: ۳۳ جلد اول۔

(۲) نزہۃ الخواطر، مولانا عبدالحی۔ ص: ۳۵۵۔ جلد ۸/ (حیدرآباد: ۱۴۰۲ھ)

لکھ دیا ہے جس کی وجہ سے یہ خیال کر لیا گیا کہ جب مولانا رشید الدین خاں ۱۲۴۹ھ تک حیات تھے تو مولانا محمد مظہر کو مولانا سے یقیناً تلمذ ہوا ہوگا۔ اگر مولانا کے سنہ وفات کی یہ روایت کسی درجہ میں بھی لائق اعتماد ہوتی تو مولانا محمد مظہر کے مولانا سے تلمذ کی بات قابل قبول ہو سکتی تھی، مگر مولانا کی محرم ۱۲۴۳ھ میں وفات کی اطلاع مولانا فضل حق خیر آبادی کے ایک خط میں درج ہے، جو مولانا خیر آبادی کے قلم سے محفوظ ہے، اس خط کی تاریخ تحریر بھی ۱۲۴۳ھ مصرح ہے، (۱) دیگر قرآن اور اندرونی اطلاعات سے بھی اس خط کے اسی وقت لکھے ہوئے ہونے کی تصدیق ہو رہی ہے، اس لئے بلا کسی شک و شبہ کے مولانا رشید الدین کا سنہ وفات ۱۲۴۳ھ ہی صحیح ہے، اسی لئے ان سے مولانا محمد مظہر کے تلمذ کی بات درست نہیں۔

سلسلہ ملازمت | دہلی کے انگریز افسران جو دہلی کالج سے بھی وابستہ تھے، ان کی کالج کی کارکردگی پر نظر رہتی تھی، وہ دہلی کالج کے ایسے طالب علموں سے فائدہ اٹھانے کی خاص کوشش کرتے تھے، جو اپنی جماعت یا کسی خاص مضمون میں کالج میں ممتاز ہوں، یہ افسران یہ چاہتے بھی تھے کہ ان نوجوان و نوجوانوں کو، گورنمنٹ کے (ملک بھر میں بکھرے ہوئے) اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں پڑھانے کے لئے فوراً منتخب کر لیا جائے۔ مولانا محمد مظہر بھی کالج کے طلبہ کی اس فہرست میں شامل اور کالج کے نہایت عمدہ طالب علموں میں ممتاز تھے، مولانا جیسے ہی دلی کالج کی تعلیم سے فارغ ہوئے، ان کا اسی اصول کے مطابق اپنی عمدہ لیاقت کی وجہ سے، بنارس کے سرکاری کالج میں شعبہ عربی کی صدارت و مدرسے کے لئے تقرر ہو گیا۔

(۱) مولانا فضل حق کی یہ اصل بیاض محفوظ ہے اس کا مکمل عکس میرے پاس ہے۔

بنارس کالج میں تقرر کی تاریخ نہیں ملی، لیکن مولانا محمد مظہر کے دلی کالج کے پرنسپل اسپرنگر (۱) کے نام ایک خط سے جو مولانا نے پہلے سفر حج سے واپسی کے دوران اسپرنگر کو لکھا تھا، یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کا سنہ ۱۸۲۳ء کے آخری ایام (غالباً دسمبر، شوال ذی قعدہ ۱۲۵۹ھ) میں بنارس کالج کی ملازمت پر تقرر ہوا تھا، مولانا کے ایک خط سے یہ اطلاع بھی ملتی ہے کہ بیاسی روپے ماہوار تنخواہ تھی، مولانا اس منصب پر چار سال تک نیک نامی اور یکسوئی سے خدمت انجام دیتے رہے۔

ملازمت کے چوتھے سال مولانا کو سفر حج کا شوق غالب ہوا، سفر کے لئے دو سال کی رخصت کی درخواست دی، جو (اس وقت کے سرکاری کالجوں کے ضابطہ کے مطابق) اس شرط سے ساتھ منظور ہوئی کہ رخصت کے پہلے چھ مہینوں کی آدھی تنخواہ دی جائے گی، (بیاسی روپے ماہانہ) چھ مہینوں کے بعد یہ آدھی تنخواہ بھی ختم کر دی جائے گی، ڈیڑھ سال کی رخصت بلا تنخواہ ہوگی۔ کالج کی انتظامیہ کی طرف سے یہ بھی واضح کر دیا گیا تھا کہ، یہ متوقع نہیں کہ مولانا کو اس رخصت یا سفر حج سے واپسی کے بعد، کالج میں موجودہ منصب و عہدہ پر رکھ لیا جائے، موجودہ مقررہ منصب بلکہ ملازمت دی جائے۔

(۱) اسپرنگر (ALOIS, SPRENGER) مشہور مستشرق ہے، متعدد اہم اسلامی علمی کتابوں خصوصاً الاصابہ حافظ ابن حجر اور کشاف اصطلاحات الفنون، قاضی محمد علی کی طباعت کا ذمہ دار بھی تھا، جرمن نژاد شخص تھا، جو سنہ ۱۸۲۲ء سے ۱۸۲۸ء تک دہلی کالج کا پرنسپل رہا، مولانا مملوک اعلیٰ نیز دہلی کالج کے اساتذہ اور طلبہ کا اس سے قریبی رابطہ اس کے منصب کی وجہ سے ضروری تھا۔ اس کے علاوہ دہلی اور اطراف دہلی کے بہت سے اہل علم اور اصحاب اہل کمال سے بھی اس کے مراسم تھے اور خط و کتابت رہتی تھی۔ یہ خطوط محفوظ ہیں جو سنہ ۸۶-۱۹۸۵ء میں پاکستان کے مشہور محقق ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی کے مفصل حاشیہ کے ساتھ مجلہ اردو (کراچی، پاکستان) میں قسط وار شائع ہو چکے ہیں۔ آئندہ صفحات میں اس کتاب یا مجموعہ مکتوبات کا حوالہ ایک نادر مجموعہ مکاتیب کے عنوان سے آتا رہے گا۔

یہ دونوں شرطیں خصوصاً دوسری شرط بہت سخت اور نہایت صبر آزما تھی، مگر مولانا مظہر پر حرمین شریفین کی حاضری کی تمنا اس قدر غالب تھی کہ مولانا نے اس بڑی سعادت کے حاصل کرنے کے لئے اس قربانی کو لائق توجہ نہیں سمجھا، ان شرائط کے ساتھ رخصت منظور کرا لی۔ کالج کے اس ضابطہ کے تحت مولانا محمد مظہر کی رخصت کی منظوری کا، مولانا کے ایک ہم سبق (اور وہابی کے کالج کے ایک سابق طالب علم) نے اسپرنگر کے نام ایک خط میں ضمناً تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”سابق میں مولوی محمد مظہر کی رخصت دو سال کی ملی تھی، بائیں شرط گڑھے مہینہ نصف تنخواہ دی جائے گی، اور من بعد عوض خدمت کو عہدہ دینے نہ دینے کا اختیار ہے۔“

مکتوب محررہ ۳ فروری ۱۸۵۱۔ (یکم ربیع الثانی ۱۲۶۷ھ) (۱)

اس وقت کالجوں میں چار سال تک ملازمت پر رہنے والے مدرسین کو یہ سہولت دی جاتی تھی کہ، وہ لمبی رخصت پر جاتے وقت اپنے کسی آدمی کو اپنی موجودہ ملازمت پر مقرر کر سکتے تھے، مولانا محمد مظہر نے بھی اس سہولت سے فائدہ اٹھایا، کالج میں اپنے عہدے پر اپنے چھوٹے بھائی، مولانا محمد احسن نانوتوی کو مقرر کر دیا، اور سفر حج و زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔

(۱) ایک نادر مجموعہ مکاتیب (مکتوبات مشاہیر ہندو ساتھ و طلبائے دہلی کالج، بنام اسپرنگر، پرنسپل دہلی کالج) ص: ۳۲۶ یہ تمام خطوط اسپرنگر کے ذاتی ذخیرہ کاغذات میں برلن جرمنی میں محفوظ تھے، پاکستان کے مشہور محقق جناب محمد اکرام چغتائی صاحب نے ان کو مفصل اور محققانہ حواشی کے ساتھ مرتب کر کے شائع کر دیا ہے۔ چغتائی صاحب کا مرتبہ یہ مجموعہ سات قسطوں میں سہ ماہی اردو کراچی میں سنہ ۸۵-۱۹۸۶ء میں پہلی مرتبہ چھپا تھا دوسرا مکمل اور تصحیح شدہ نسخہ پریس میں ہے، پہلی طباعت کی چھ قسطیں میرے سامنے ہیں۔

اس سفر کی تفصیلات، کاسراغ نہیں ملا، صرف یہ معلوم ہے کہ مولانا سنہ ۱۸۴۷ء کے اواخر (شوال ذی قعدہ سنہ ۱۲۶۳ھ) میں اس سفر کے لئے روانہ ہوئے، دو سال میں واپسی کا خیال تھا مگر اس سفر میں اندازے سے زیادہ وقت لگا، مولانا دو سال کی چھٹی لیکر گئے تھے، اس کے اختتام یعنی دسمبر ۱۸۴۹ء تک واپسی ممکن نہ ہوئی، سفر میں تقریباً تین سال لگے، بارش وغیرہ کی وجہ سے واپسی کے سفر میں دیر ہوئی، اور ہندوستان پہنچ کر بھی مسافت طے کرنے میں خاصا وقت لگا، مولانا محمد مظہر کے سفر حج کی اطلاع دیتے ہوئے مولانا مملوک العلّی نے، اسپرنگر کو لکھا تھا:

”خط مولوی (محمد مظہر) صاحب موصوف کا لکھا ہوا ۲۶۱ شوال کا آیا تھا، لکھا تھا بسبب کثرت بارش کے چلنا قافلہ کا نہیں ہو سکتا، شاید ۱۵ ذی قعدہ تک چلنا ہو، اغلب ہے کہ اب وہ قافلہ چل گیا ہوگا۔“

مکتوب مورخہ ۱۱ ذی قعدہ ۱۲۶۳ھ (۹ اکتوبر ۱۸۴۸ء) (۱)

یہ تو دریافت نہیں کہ مولانا کس قدر وقت آنے جانے میں خرچ ہوا، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں کس قدر قیام رہا، اور اس دوران وہاں کیا مصروفیات رہیں، تاہم قرین قیاس ہے کہ اس لمبے قیام میں مولانا نے حرمین شریفین کے اساتذہ اور محدثین کرام سے بھی استفادہ کیا ہوگا، مگر افسوس کہ اس کا کہیں تذکرہ نہیں ملا۔ بہر حال مولانا اس سفر سے تقریباً تین سال کے بعد، غالباً ذی الحجہ ۱۲۶۵ھ (اکتوبر ۱۸۵۰ء) سے کچھ پہلے دہلی واپس آئے، اور یہ مبارک سفر اختتام کو پہنچا۔

(۱) ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص: ۵۸، چغتائی صاحب نے اس خط کا سنہ تحریر سنہ ۱۸۴۸ء لکھا ہے، جو صحیح معلوم نہیں ہوتا مولانا محمد مظہر کے مکتوب بنام اسپرنگر (ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص: ۱۱۸) سے واضح ہے کہ مولانا اواخر سنہ ۱۸۴۷ء میں ہندوستان سے گئے اور تین سال بعد واپس ہوئے، مولانا مملوک العلّی کا درج بالا خط میں بظاہر اس کا ذکر ہے اور واپسی کا یہ سفر بلاشبہ ۱۸۵۰ء میں ہوا ہے، لہذا صحیح سنہ ۱۲۶۵ھ ہونا چاہئے۔

مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر امین کی ملازمت کے لئے کوشش

مولانا محمد مظہر کو سفر حج سے واپسی پر، بمبئی پہنچتے ہی یہ اطلاع ملی کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر امین مولانا محمد احمد کبیر کا انتقال ہو گیا ہے، ان کی جگہ کے

لئے نئے آدمی کی ضرورت اور تلاش ہے۔ مولانا محمد مظہر بنارس کالج سے دو سال کی رخصت لیکر گئے تھے، اس وقت بھی واپسی پر پہلی ملازمت باقی رہنے اور بنارس کالج میں نئی جگہ ملنے کی ضمانت نہیں تھی، اب تو مولانا مقررہ وقت سے تقریباً ایک سال زیادہ ہو گیا تھا، منظور رخصت کا وقت ختم ہوئے بہت عرصہ گزر گیا تھا، اس لئے یہ خیال ہی بے محل تھا کہ مولانا کو بنارس کالج کے شعبہ عربی میں دوبارہ اپنی پرانی جگہ، یا کوئی اور ملازمت مل جائے گی۔ مولانا نے یہ بھی غالباً بے مروتی سمجھی ہوگی کہ اپنے نامزد کئے ہوئے بھائی کے کام اور تنخواہ کو کسی طرح کا نقصان پہنچائیں، اور اس جگہ کے لئے دوبارہ کوشش کریں، لیکن معاش کے لئے ملازمت کی تلاش بہر حال ضروری تھی، اس لئے جیسے ہی مولانا کو مدرسہ عالیہ میں امین کا عہدہ خالی ہونے کی خبر ملی، مولانا نے اس کے لئے دہلی کالج کے سابق پرنسپل اسپرنگر کے واسطے سے، جو مدرسہ عالیہ میں بھی بااثر تھا، ملازمت کے لئے درخواست بھیج دی۔

یہ درخواست اسپرنگر کے کاغذات میں محفوظ ہے، اس کی عبارت نقل کی جاتی ہے، جس سے مولانا کی ملازمت بنارس اور سفر حج کے درج بالا تفصیلات کی تصدیق ہوتی ہے۔ مولانا نے لکھا ہے:

”اس احقر مدت چہار سال است کہ مدرس اول عربی، مدرسہ بنارس، بمشاہرہ ہشت و دو روپیہ بحسب منظوری صدر، و خوبی لیاقت خویش مقررہ شدہ بود۔ او آخر سنہ ۱۸۴۷ء برائے استعاد شرف استیلام عتبات مدینہ بیت الحرام رخصت گرفته، و برادر خود را بجائے خود گذاشتہ، بعد جد و جہد بسیار گوہر مقصود بکف آوردہ مراجعت خواست۔“

دروقت فرود آمدن از جہاز وارد شدن بنہی، رحلت گزینی مولوی حافظ احمد کبیر صاحب، امین مدرسہ کلکتہ ازیں جہاں فانی قارع صماخ شد، ہماں وقت عرضی متضمن خود، درخواست عہدہ امینی مدرسہ مسطورہ، بذریعہ ڈاکٹر ہنٹن صاحب بہادر پرنسپل مدرسہ، روانہ خدمت حضور فیض گنجور کردہ بودم، از آں جا کہ در اثنائے رہ ہستم، یقین کلی فائز شدن عرضی بخدمت والا نمی دارم۔

چوں جناب معالی القاب ڈاکٹر سپرنج صاحب بہادر پرنسپل مدرسہ دہلی ہم از حال لیاقت و کار کردگی احقر بخوبی آگاہی دارند، درخواست ہذا بذریعہ جناب مفتخر الیہم ارسال خدمت فیض درجت کردم۔ (۱)

ترجمہ: یہ احقر چار سال سے مدرسہ بنارس میں، بیاسی روپے ماہانہ تنخواہ پر، عربی کا مدرس اول، صدر کالج کی منظوری اور اپنی صلاحیت کی وجہ سے مقرر ہوا تھا۔ سنہ ۱۸۴۷ء کے آخر میں مقدس مقامات کو چومنے اور بیت اللہ الحرام کی حاضری کی سعادت حاصل کرنے کے لئے چھٹی حاصل کی، اور اپنے بھائی کو اپنی (ملازمت کی) جگہ پر چھوڑ کر، بہت زیادہ جدوجہد کے بعد، اپنے مقصد کو پانے میں کامیاب ہونے کے بعد واپسی چاہی۔

واپسی میں جہاز سے اترنے اور بمبئی آنے کے بعد، مولوی حافظ احمد کبیر صاحب امین مدرسہ کلکتہ کے دنیائے فانی سے رحلت کی، کانوں اور سماعت کو پگھلانے والی خبر سنی، اسی وقت اس مدرسہ کے عہدہ امینی کے اپنی درخواست، ڈاکٹر ہنٹن صاحب بہادر، پرنسپل مدرسہ کے لئے جناب والا کی خدمت میں روانہ کر دی تھی، اس جگہ کہ میں سفر میں جہاں ہوں، آنجناب کی خدمت میں اپنی درخواست براہ راست پہنچنے کا یقین نہیں۔

(۱) ایک نادر مجموعہ مکاتیب، ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی صاحب ص: ۱۱۸ (سہ ماہی اردو کراچی: ۱۹۸۶)

چوں کہ جناب سپرنج صاحب بہادر، پرنسپل مدرسہ دہلی بھی احقر کی لیاقت اور کارکردگی سے اچھی طرح سے واقف ہیں، اس لئے یہ درخواست ان ہی کے ذریعہ سے ارسال خدمت کرتا ہوں۔

دہلی کالج میں مدرسے کے لئے کوشش [حج سے واپسی کے بعد مولانا کو ملازمت کی تلاش تھی، جس کے لئے پہلی کوشش مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر امین کے عہدہ کے لئے ہوئی تھی، لیکن اسپرنگ کی رائے میں یہ بڑا اور باوقار عہدہ تھا، وہ اس پر کسی تجربہ کار، جہاں دیدہ عالم کا تقرر کرنا چاہتا تھا، جس میں مولانا مملوک العلی نانوتوی کو سب پر ترجیح دیتا تھا۔ سپرنج (۱) نے مولانا مملوک العلی کی اجازت اور مشورہ کے بغیر، اس ملازمت کے لئے مولانا کی طرف سے درخواست بھیجوا دی، بعد میں مولانا کو اس کی اطلاع دی، اور خود ہی اس ملازمت اور مولانا مملوک العلی کے تقرر کو منظور کرانے کی کوشش بھی کی، جب مولانا کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے سپرنج سے تعلقات کا خیال کرتے ہوئے نیم منظوری سی دی۔ مولانا مملوک العلی دہلی کالج سے جانا نہیں چاہتے تھے، دہلی کے علماء اور افاضل بھی جو مولانا کے نہایت دل دادہ اور قدردان تھے، مولانا کے کلکتہ جانے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

بہر حال جب جانے کی بات چلی تو مولانا نے دہلی کالج سے ایک سال کی رخصت کی منظوری، اور کلکتہ میں طبیعت نہ لگنے کی صورت میں دہلی کی ملازمت پر واپسی کی اجازت پر اصرار کیا، اور چاہا کہ مولانا جو عہدہ خالی کر کے کلکتہ جائیں اس پر مولانا کی جگہ مولانا محمد مظہر کو رکھ لیا جائے۔

(۱) راقم سطور نے اب تک اسپرنگ لکھا تھا، اور یہی اردو کے اکثر مصنفین اور محققین بھی لکھتے ہیں لیکن اردو دنیا کے نامور ناقد، جناب شمس الرحمن فاروقی صاحب نے ایک ملاقات پر ہنرمائی کی کہ اردو میں اس کا صحیح تلفظ: ”سپرنج“ ہے، اس لئے آئندہ صفحات میں اسی طرح سے لکھا گیا ہے۔

مولانا محمد مظہر جو خود بھی مدرسہ کلکتہ کی صدر امینی کی کوشش کر رہے تھے، ان کو معلوم ہوا کہ اس عہدہ پر غالباً ان کے ہم سبق، علی اکبر سونی پتی کا تقرر ہو جائے گا، اس وقت علی اکبر دہلی کالج میں مدرس تھا، اس لئے مولانا مظہر نے دوسری تدبیر یہ فرمائی کہ اگر مجھے کلکتہ کی ملازمت نہ ملے، اس پر علی اکبر کا تقرر ہو، تو علی اکبر کے کلکتہ جانے سے کالج میں مدرس کی جوجگہ خالی ہو اس پر مجھے مقرر کر دیا جائے۔ مگر دہلی کالج کا قائم مقام پرنسپل ٹیلر، مولانا مملوک العلوی سے، مولانا کے سپرنج سے دوستانہ کی وجہ سے ناخوش تھا، اس نے دونوں معاملوں میں ٹانگ اڑائی، نہ کلکتہ جانے کے لئے مولانا مملوک العلوی کی رخصت منظور ہونے دی، اور نہ کالج میں مولانا محمد مظہر کے تقرر پر آمادہ ہوا۔ دہلی کالج کے ایک سابق طالب علم علی اکبر نے (جو خود بھی اس معاملہ کی ایک کڑی ہے) اپنے ایک خط میں اس کا یوں تذکرہ کیا ہے:

”عرضی مولوی محمد مظہر کی ملفوف ہے، باعث ان کی عرضی لکھنے کا یہ ہے کہ علی اکبر چوں کہ کلکتہ کو بالضرور جائے گا، علاقہ مولوی احمد علی بعد اس کے ہم کو ملے گا، لیکن اب صورت اس کی دگرگوں ہوگئی، یعنی سرکار میں استحقاق روشن علی کا ثابت ہو گیا، میرے بعد وہ علاقہ اسی کو ملے گا۔ مجھ کو وہ علاقہ ملنا مشکل تھا، مگر صرف حضور کے اقبال سے حاصل ہوا، ورنہ مجھ کو کون پوچھتا۔ چنانچہ ٹیلر صاحب مجھ سے فرماتے تھے تو ہی تھا جو یہ علاقہ تجھ کو مل گیا، اور کسی کو ہرگز نہ ملتا۔ اسی واسطے انہوں نے مضطر ہو کر حضور کو لکھا اور سوار تکاب سفر کے اور کچھ نہیں بن پڑتا۔“

اگر مولوی مملوک العلوی اور ٹیلر صاحب میں اتفاق ہوتا تو شاید علاقہ مذکور محمد مظہر کو مل جاتا، کیوں کہ اختیار اور رائے بالکل ان دنوں میں ٹیلر صاحب

کو حاصل ہے، لیکن مولوی صاحب ایسے عقل مند ہیں کہ ٹیلر صاحب سے

ناحق بگاڑ اور خلاف کر رکھا ہے۔ (۱) (خط مکتوبہ ۱۸، نومبر سنہ ۱۸۵۰ء)

ایٹنی کے مذکورہ عہدہ کے امیدواروں کا امتحان | چوں کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے

صدر ایٹن کا عہدہ معزز اور باوقار عہدہ تھا، اور اس کی تنخواہ بھی بہت تھی، اس لئے اس بڑے عہدہ کے لئے متعدد امیدوار تھے، جب سپرنٹنڈنٹ ہو گیا کہ مولانا مملوک اعلیٰ اس ملازمت اور کلکتہ جانے کے لئے تیار نہیں، تو اس نے اس عہدہ کے اور تمام امیدواروں کے لئے ایک امتحان کا اہتمام کیا، جس میں مولانا محمد مظہر کے علاوہ دہلی کے کالج کے تین سابق طالب علم اور فارغین بھی شامل تھے، اس امتحان کا دہلی کالج میں انتظام کیا گیا، یہ امتحان ۹ دسمبر ۱۸۵۰ء (۳ صفر ۱۲۶۶ھ) کو ہوا۔ مولانا محمد مظہر نے سپرنٹنڈنٹ کے نام ایک خط میں اس امتحان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

”حسب الحکم حضور کے، پیر کے دن ۹ تاریخ کو امتحان کے واسطے

عہدہ کلکتہ کے دہلی میں ہوا، احقر نے بھی جو کچھ اس وقت سمجھ میں

آیا سو لکھا، لیکن جب مکان پر آیا تو بعد غور و تأمل کے معلوم ہوا کہ

اکثر صحیح لکھا ہے“ (۱) مکتوبہ از رزکی ۱۷ دسمبر ۱۸۵۰ء

امتحان کے نتائج کا علم نہیں، مگر دہلی کالج کے مذکورہ چاروں طالب علموں میں سے، کسی کا بھی اس عہدہ کے لئے انتخاب نہیں ہوا، اس منصب پر دہلی کالج کے ایک اور سابق سینئر طالب علم مولانا سدید الدین دہلوی (جو کالج کے سب سے پہلے صدر مدرس، مولانا رشید الدین خاں کے بیٹے تھے اور اس وقت آگرہ کالج میں عربی کے استاد تھے) نامزد کئے گئے، مولانا

(۱) مکتوب علی اکبر، بنام سپرنٹنڈنٹ، مکتوبہ ۱۰ نومبر سنہ ۱۸۵۰ء۔ ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص: ۲۹۸۔

(۱) مکتوب مولانا محمد مظہر، بنام سپرنٹنڈنٹ، ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص: ۱۲۲۔

سدید الدین، جنوری ۱۸۵۱ء میں اس ملازمت کو سنبھالنے کے لئے کلکتہ روانہ ہو گئے۔ یعنی یہ کوشش بھی بار آور ثابت نہیں ہوئی، مولانا محمد مظہر کو ملازمت کی تلاش بدستور رہی۔

دہلی میں مفتی صدر الدین آزرودہ کے دفتر میں عارضی ملازمت

یہ قصبے اور کاروائی ابھی چل رہی تھی کہ دہلی کے صدر الصدور، مولانا مفتی صدر الدین آزرودہ کے دفتر میں، بعض جگہیں ملازمت کے لئے

مشتہر ہوئیں، دہلی کالج کے دو فارغین مولانا محمد مظہر اور علی اکبر سونی پتی نے الگ الگ ملازمتوں کے لئے درخواستیں دیں، دونوں کی درخواستیں منظور ہوئیں، اور دونوں کا تقرر ہو گیا۔ مولانا محمد مظہر سرشتہ دار کے منصب کے لئے اور علی اکبر نظارت کچہری کے لئے نامزد کئے گئے، مولانا کی تنخواہ پینتیس روپے ماہوار تھی، علی اکبر کا عہدہ چوں کہ بڑا تھا اس کی تنخواہ ساٹھ روپے مہینہ مقرر ہوئی، یہ تقررے ۱۲۶۶ھ (۲۲ نومبر ۱۸۵۰ء) کو ہوا تھا۔ مولانا نے اس نئی ملازمت پر کام شروع کر دیا تھا، اسی میں کلکتہ کی صدر امینی کے لئے امتحان میں بھی شریک ہوئے تھے، مگر مولانا کو یہ ملازمت غالباً پسند نہیں آئی، اس لئے کسی اور بہتر جگہ کے لئے اپنی پرانی تلاش جاری رکھی۔

رڑکی میں مختصر ملازمت | مولانا کو یہ نیا کام سنبھالنے ایک مہینہ بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ ایک جگہ مولانا کے وطن کے قریب رڑکی میں نکل آئی، رڑکی میں تنخواہ اگرچہ دہلی سے کم تھی، مگر شاید وطن سے قریب ہونے اور یہاں کے اخراجات دہلی کی بنسبت بہت کم ہونے کی وجہ سے، مدرسہ کلکتہ کی امینی کے امتحان کے نتیجہ کا انتظار کئے بغیر، بلا تاخیر رڑکی چلے گئے۔ اس ملازمت کے لئے میکلا گن (۱) نامی کسی انگریز افسر نے طلب کیا تھا، جو شاید مولانا کو پہلے سے خاصا جانتا تھا، اور مولانا کی لیاقت و صلاحیت کا قدر دان تھا، مولانا

(۱) یہ میکلا گن (غالباً آرمیکلا گن تھے، جو تھامسن سول انجینئرنگ کالج کے سب سے پہلے پرنسپل تھے،

(۱۸۴۷ء سے ۱۸۵۲ء تک) اب یہ کالج رڑکی یونیورسٹی (یو پی/اترا پھل) کے نام سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔

۱۶ دسمبر کو رٹ کی پہنچے اور میکلا گن نے مولانا کا فوراً ہی وزیٹری پرگنہ کی ملازمت پر، تیس روپے ماہانہ پر تقرر کر دیا۔

کسی اور ملازمت کی تلاش اور اجمیر میں تقرر | اگرچہ مولانا معاشی ضروریات کی وجہ سے رٹ کی پہنچ کر نئی ملازمت پر حاضر ہو گئے تھے، مگر یہ بھی ایک وقتی عارضی انتظام تھا، مولانا اس ملازمت سے بھی خوش نہیں تھے، اپنے ذوق و مزاج اور یکسوئی کی ملازمت چاہتے تھے، یہ تعلیم و تدریس کی ملازمت تھی۔ مولانا کو پڑھانے کا کیسا جذبہ تھا اس کا مولانا نے، ایک خط کے اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے، مولانا نے رٹ کی میں ملازمت قبول کرنے کے دوسرے ہی دن سپرنج کو لکھا تھا:

”اگر کوئی اور عہدہ مدرسے کا وہاں خالی ہو، یا اردو ترجمہ نیچرل فلاسفی کا وہاں پڑھا جاوے تو بھی حضور، ہم لوگوں کو یاد رکھئے گا۔“

مرقومہ ۱۷ دسمبر ۱۸۵۰ء (۱۲ صفر ۱۸۶۶ء)

مولانا کی یہ تمنا جلد ہی پوری ہو گئی، رٹ کی کی ملازمت کو چند دن بھی نہیں گزرے تھے کہ اجمیر کے سرکاری مدرسہ کے سربراہ منصب پر تقرر | (کالج) میں عربی کے سربراہ اور استاد کی ضرورت کا اعلان

ہوا، مولانا محمد مظہر کئی مہینوں سے ایسی ملازمت کی تلاش میں تھے، اس لئے اس کے لئے فوراً کوشش کی، کوشش کامیاب ہوئی اور یہ عہدہ اور ملازمت مولانا کو مل گئی۔ مولانا اجمیر کب پہنچے اور کب تک رہے، اس کی صراحت نہیں ملی، لیکن ۱۲۶۶ھ (۱۸۵۱ء) کے وسط میں اجمیر میں موجود تھے۔

ملازمت اجمیر کی مولانا کی ایک بڑی اور غالباً پہلی علمی یادگار، موطا امام مالک کا حاشیہ اور اس کی طباعت ہے۔ یہ حاشیہ ۱۲۶۶ھ کے، بہ ظاہر او آخر میں حضرت مولانا

احمد علی محدث کے مطبع احمدی دہلی سے چھپا ہے، مولانا محمد مظہر نے شدت خلوص اور للہیت کی وجہ اس پر نام نہیں لکھا، لیکن مولانا کے عہد کی معتبر تحریروں میں اس کی صراحت ہے کہ یہ کام مولانا محمد مظہر کا کیا ہوا ہے، تفصیلات مولانا کی تصانیف و مؤلفات کی تحت آرہی ہیں۔
(انشاء اللہ)

آگرہ کالج میں مدرس اول | مولانا کی آخری سرکاری ملازمت اور تقرر، مدرسہ آگرہ (آگرہ کالج) کے شعبہ عربی کی سربراہی پر تقرر تھا، اس ملازمت کا آغاز کب ہوا، اس کا سراغ نہیں ملا، لیکن اس میں شک نہیں کہ مولانا ۱۸۵۷ء کی تحریک کے تقریباً چار سال پہلے آگرہ کالج میں استاد و مدرس تھے، یہ ملازمت ۱۸۵۷ء کی تحریک تک باقی رہی، جب یہ تحریک برپا ہوئی تو مولانا ملازمت چھوڑ کر وطن آگئے تھے۔

مولانا کی ملازمتوں کی صحیح ترتیب یہی ہے جو اوپر ذکر کی گئی، بعض اصحاب نے آگرہ کی ملازمت اجمیر سے پہلے ذکر کی ہے، کسی نے کچھ اور لکھ دیا ہے، مگر وہ

اطلاعات درست نہیں۔ مولانا کی تحریرات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے بنارس میں تھے، اس کے بعد اجمیر کی ملازمت ملی، اس کا مولانا کی مرتبہ موطا امام مالک کے حوالہ سے بھی ذکر آیا ہے، آخر میں آگرہ آگئے تھے۔ اس ترتیب کا مولانا نے اپنے ایک بیان میں بھی ذکر کیا ہے، ضلع سہارنپور کے انگریز جج نے، سہارنپور کے نواحی قصبہ لکھنوتی (جو مولانا کی سسرال بھی تھی) کے سنیوں شیعوں کے درمیان ایک نہایت اہم مقدمہ کی سماعت کے دوران، مولانا محمد مظہر صاحب سے (جو سنیوں کے گواہ کی حیثیت سے پیش کئے گئے تھے) دریافت کیا:

تم کب سے سہارنپور میں رہتے ہو؟..... مولانا نے جواب میں کہا:
 ”پانچ برس [سے] اور پہلے اس سے لکھنؤ، اور اس سے پہلے اکبر آباد
 اور اس سے پہلے اجمیر میں تھا“ (۱)

مولانا کا یہ بیان ۷ اگست ۱۸۷۳ء (۱۲ جمادی الثانی ۱۲۹۰ھ) کو ہوا تھا۔

۱۸۵۷ء کی تحریک میں حصہ | ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف مسلح جدوجہد

کی آواز بلند ہوئی جو دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک میں گونج گئی، ہر جگہ ہندوستانیوں خصوصاً
 علماء کے ایک بڑے طبقہ نے اس کو اپنے دل کی آواز سمجھ کر اپنی اپنی ملازمتیں تہ تیغ دیں،
 خدمت و منصب اور عہدہ چھوڑ کر اس میں لگ گئے، اسی فہرست میں مولانا محمد مظہر
 صاحب بھی شامل تھے۔ اس تحریک کے آغاز سے پہلے مولانا محمد مظہر بنارس کالج میں
 شعبہ عربی کے سربراہ تھے، مولانا کے چھوٹے بھائی مولانا محمد احسن بھی بریلی کالج میں اسی
 خدمت پر فائز تھے، جب انقلابیوں کے کارواں بریلی پہنچے تو مولانا محمد احسن نے اس
 کی برملا مخالفت کی اور صاف کہہ دیا کہ یہ جہاد نہیں ہے، اور بریلی کی مسجد میں اس تحریک کی
 مخالفت میں تقریریں کی۔ (۲) جب حالات زیادہ بے قابو ہوئے تو مولانا محمد احسن بریلی
 چھوڑ کر وطن آگئے تھے، ادھر آگرہ سے مولانا محمد مظہر بھی گھر تشریف لے آئے، مگر اس

(۱) اس مقدمہ میں سنیوں کی طرف سے مولانا محمد مظہر کے علاوہ مولانا فیض الحسن سہارنپوری اور قاضی فضل
 الرحمن صاحب (قاضی شہر سہارنپور) بھی گواہ کی حیثیت سے پیش ہوئے تھے، تینوں کے بیانات اس رواد میں
 درج ہیں۔ اس مقدمہ کی رواد، مقدمہ سنی و شیعہ کے نام سے سب سے پہلے مطبع ہاشمی میرٹھ سے ۱۸ نومبر
 ۱۸۷۳ء کو چھپی، جو بہت مقبول ہوئی اور تھوڑے وقت میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔

(۲) مولانا محمد احسن کی اس تقریر کا، ہنری جارج کین (HENRY GEORGE KEENE) نے
 اپنی کتاب سنہ ۵۷ (FITY SEVEIN) میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ، تذکرہ مولانا محمد احسن نانوتوی از
 محمد ایوب قادری ص: ۵۱ (کراچی: ۱۹۶۶ء)

111793

تحریک کے حوالہ سے دونوں کی رائے الگ تھی، مولانا محمد احسن اپنی تقریر والی رائے پر قائم تھے لیکن مولانا محمد مظہر اس کو جہاد کہتے تھے۔

اس مقصد کے لئے جو ایک مشورہ ہوا، اس میں مولانا شیخ محمد تھانوی کی رائے بھی یہی تھی کہ یہ جہاد نہیں ہے، مولانا محمد احسن نے مولانا شیخ محمد کے خیال کی تائید کی، مولانا محمد احسن کے پوتے، منشی عزیز حسن نانوتوی کی اطلاع ہے کہ، اس پر مولانا محمد مظہر نے مولانا نے مولانا محمد احسن کو ڈانٹا، آخر میں جہاد کے حق میں فیصلہ ہوا۔ (۱) اگرچہ تفصیلات مفقود ہیں، لیکن جو مختصر اشارات و روایات ملتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مظہر نے اس میں مردانہ وار حصہ لیا، زخمی بھی ہوئے، مولانا کے ٹخنہ میں گولی لگی تھی، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ گھٹنے میں گولی لگی تھی، جس کی وجہ سے پاؤں میں لنگ ہو گیا تھا، چلنے میں زحمت ہوتی تھی۔

میدان جنگ سے جنت کا سدا بہار تحفہ ملا سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد سے حضرت

مولانا کی یہ عادت ہو گئی تھی کہ وہ اوپر کے ہونٹ پر بار بار زبان پھیرتے رہتے تھے، اور اس سے لطف اندوز ہوتے تھے، یہ ایک دائمی اور ہمیشہ کا معمول تھا، ظاہر ہے کہ ایک بڑے عالم، استاد اور محدث کی اس حرکت یا عادت کو دیکھ کر خواص و عام حیرت زدہ رہتے ہوں گے، کسی نے مولانا نے اس کا سبب دریافت کیا، مولانا خاموش رہے، بہت اصرار پر فرمایا کہ:

”جس وقت انگریزوں سے شاملی میں لڑائی ہوئی اور مسلمانوں پر حملہ ہوا اور میرے ساتھی جاں بہ لب ہو گئے اور میں نے بھی گھٹنے میں گولی کھائی، میں نے اس حالت میں حوروں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں

(۱) تذکرہ مولانا محمد احسن۔ ایوب قادری ص: ۵۳۔

میں گلاس ہیں، اور مخصوص قسم کا شربت ان میں بھرا ہوا ہے، جس کو وہ میرے ان ساتھیوں کو پلا رہی ہیں، جو جاں بہ لب ہو چکے تھے، اور ان کے بچنے لگی کوئی توقع نہیں تھی، اسی دوران ایک حور نے میری طرف بھی رخ کیا، اور میرے منہ سے گلاس لگایا ہی تھا، کہ دوسرے حور نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور کہا کہ، یہ ان میں سے نہیں کہ جن کا انتقال ابھی ہوگا، اس وقت کچھ معمولی سا شربت میرے اوپر کے ہونٹ پر لگ گیا تھا، جس کا ذائقہ اب تک موجود ہے، اور اسی وجہ سے میری یہ عادت ہے۔ (۱)

اللہ اللہ! کیسے لوگ تھے، کیا مرتبے پائے اور کن نعمتوں سے مالا مال اور سرشار و فیض یاب ہوئے، یہ نصیب اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے۔

بلاشبہ یہ اسی قافلہ کے افراد میں سے تھے جن کے متعلق فرمایا گیا ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا
مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ
قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ
يَنْتَظِرُ. (سورة الاحزاب آیت: ۲۳)

ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھایا جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھ رہا۔

منجانب اللہ، امداد کا ایک واقعہ | شاملی اور تھانہ بھون میں جو معرکہ آرائی ہوئی

وہ مجاہدین کی کامل فتح کے بعد، انگریزوں کی تازہ دم فوج کے آنے اور قوت مزاحمت بہت شدید ہو جانے کی وجہ سے ناکامی اور شکست میں بدل گئی تھی، اس لئے شاملی کا قبضہ بھی ختم ہوا اور تھانہ بھون اور نواح کے علاقوں سے بھی کاروان حریت کے نام لیواؤں کو بھاگنا پڑا،

(۱) ملفوظات فقیہ الامت (مجموعہ ملفوظات مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی) ص: ۵۴۔ مرتبہ مولانا مسعود احمد

قاسمی ص: ۹۴ حصہ اول، (دیوبند: ۱۳۰۶ھ)

اسی میں مولانا محمد مظہر بھی شامل تھے، مولانا کو، فرار کے وقت جب انگریز تعاقب میں تھے ایک جنگل کے کوٹھے میں پناہ لینی پڑی، لیکن وہاں پانی نہیں تھا جس کی وجہ سے بہت پریشانی ہوئی، مولانا نے یقیناً بارگاہ الہی میں التجا کی ہوگی، اور مولانا کے ایمان و یقین کی کیفیت باکرامت دیکھئے کہ، مولانا نے اللہ کے بھروسہ پر ایک ٹوٹا ہوا گھڑا کوٹھے کے پرنا لہ کے نیچے رکھ دیا، اللہ کی شان کہ فوراً زوردار بارش ہوئی اور گھڑا بھر گیا، یہ گھڑا ختم ہو گیا، پھر ضرورت ہوئی تو پھر اسی طرح بارانِ رحمت متوجہ ہوئی اور مولانا کو شاداب و سیراب کر گئی۔ (۱)

تحریک سنہ ۱۸۵۷ء میں ناکامی
کے بعد روپوشی اور بریلی میں قیام

جب یہ تحریک ناکام ہو گئی دوبارہ انگریز کا قبضہ ہو گیا، دہلی کی برائے نام حکومت بھی مغلوں کے ہاتھ سے جاتی رہی، اس وقت ایسے تمام

اشخاص کی تلاش اور گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا، اور ان سب کا گویا نام و نشان مٹا دینے کی مہم چلائی گئی، ان کے ہر قسم کے اثرات کے مکمل خاتمہ کی کوشش ہوئی، ہر ایک مجاہد بلکہ باغی اور معرکہ آراء شخص کے لئے انتہائی سخت سزاؤں کا اعلان کیا گیا، اور اس پر فوراً عمل بھی شروع ہو گیا، چنانچہ ہزاروں لاکھوں افراد کو پھانسیوں پر لٹکایا گیا، بے شمار افراد گولیوں کا نشانہ بنے، جو ہاتھ نہ آئے ان کی گرفتاری کے احکامات جاری ہوئے، تلاش کر کے فوراً دار پر چڑھانے کی ہدایت ہوئی، ایسے میں جو لوگ اپنے اپنے گھروں علاقوں سے کہیں دور جا کر گم نامی میں زندگی گزار سکتے تھے، یا وہاں ان کے چھپنے کا موقع تھا، وہاں چلے گئے تھے۔

مولانا محمد مظہر بھی اسی کارواں کے مسافر تھے، مولانا بھی انگریزوں کے ہاتھ آتے تو شاید موت کی سزا پاتے، کم سے کم سخت مصیبت اٹھاتے، اس لئے مولانا نے بھی اپنے علاقہ اور وطن کو خیر باد کہا، غالباً کچھ دنوں تک ادھر ادھر چھپنے کے بعد بریلی پہنچے،

(۱) ملفوظات فقیہ الامت، ص: ۹۳ حصہ اول، (دیوبند: ۱۳۰۶ھ)

جہاں ان کے بھائی مولانا محمد احسن پہنچ کر کالج میں اپنے منصب پر واپس آ گئے تھے، اور حکومت کے وفادار سمجھے جاتے تھے۔ مولانا بریلی جا کر غالباً ان ہی کے مکان پر مقیم ہوئے اور کئی سال تک وہاں یکسوئی سے کام کرتے رہے، جب باغیوں کے لئے عام معافی کا اعلان ہوا اس وقت بریلی سے نکلے، غالباً اسی فرصت میں مولانا نے مولانا خرم علی کے ترجمہ درمختار کو مکمل کیا، جو بعد میں غایۃ الاوطار کے نام سے شائع ہوا۔

مولانا کا دوسرا سفر حج بھی اسی روپوشی کے زمانہ میں ہوا۔ چوں کہ نانوتہ سہارنپور، اور اس نواح کے علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت سنہ ۱۸۵۷ء کی تحریک میں شامل، نہایت سرگرم اور پیش پیش رہی، اس لئے ان سب کے لئے بھی بڑے خطرات تھے، وہ بھی ادھر ادھر چھپتے پھرے، حج کے سفر کی بات آئی تو سب کو اطمینان ہوا، اور سب کے عزیزوں رشتہ داروں نے روپوشی کی بلا کی وجہ سے خوشی سے اس کو منظور کر لیا۔ یہ قافلہ جمادی الاول ۱۲۷۷ھ (نومبر ۱۸۶۰ء) میں نانوتہ اور اس کے اطراف سے حج کے ارادے سے روانہ ہوا، ان کا ایک سال سے زیادہ سفر میں گذرا، جب ہندوستان واپس پہنچے تو معافی عام کا اعلان ہو چکا تھا، اس لئے سب اپنی اپنی خدمات اور متعلقہ ذمہ داریوں سے وابستہ ہو گئے، مولانا محمد مظہر نے مطبع میں تصحیح کتب کی خدمت پسند کی، اور اس مقصد سے اسی وقت مطبع نول کشور لکھنؤ میں تصحیح کتب کے لئے ملازم ہو گئے۔

مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں تصحیح کتب کی ملازمت | سنہ ۱۸۵۷ء کی تحریک

میں شرکت کے بعد ان سب حضرات کا انگریزوں کی ملازمت اور اس کے ساتھ سرگرم تعاون کے سلسلہ میں نقطہ نظر پوری طرح تبدیل ہو چکا تھا، اگر حکومت کی طرف سے اجازت بلکہ پیش کش بھی ہوتی تو شاید ان حضرات میں سے ایک عالم بھی سرکاری ملازمت و خدمت کو پسند بلکہ منظور بھی نہ کرتے، لیکن معاش کا سوال اپنی جگہ تھا، اس کے

لئے کسی دینی علمی ذریعہ اور کام کی تلاش ہوئی۔ اس وقت منشی نول کشور کا مطبع بہت بڑا اشاعتی تجارتی ادارہ تھا جو اسلامی علوم کی بڑی بڑی کتابیں تصحیح و حواشی کے اہتمام کے ساتھ چھاپ رہا تھا، اس مطبع کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہو گیا تھا کہ متعدد بڑے علماء کو جو خالص علمی مزاج کے تھے، مگر انگریز کے تازہ تسلط کے بعد اس سے تعاون اور اس کی ملازمت کو پسند نہیں کرتے تھے، کو ایک معقول اور مناسب و معتبر ذریعہ معاش میسر آ گیا تھا، اور ان کی علمی صلاحیتوں کے لئے ایک میدان عمل بھی نکل آیا تھا۔

مولانا محمد مظہر بھی اسی مطبع منشی نول کشور میں سو روپے ماہانہ تنخواہ پر ملازم ہو گئے تھے۔

سو روپے ماہانہ تنخواہ | سو روپے ماہانہ تنخواہ، اس زمانہ کے معیار تنخواہ کو دیکھتے ہوئے غیر معمولی اور شاہانہ تنخواہ تھی، مولانا کی اس بڑی تنخواہ کا مولانا کے وطن نانوتہ میں چرچہ رہتا تھا۔ دوسرے لوگوں کی بھی خواہش رہتی تھی کہ ہمارے یہاں بھی کسی کی تنخواہ سو روپے ماہوار ہو، یہاں تک کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے والد ماجد شیخ اسد علی، مولانا محمد مظہر کے والد ماجد سے کہا کرتے تھے:

”ایک تمہارا بیٹا ہے کہ مطبع نول کشور میں سو روپے پارہا ہے، اور ایک ہمارا

بیٹا ہے کہ باہر سے کما کر تو کیا لاتا اور الٹا گھر سے خرچ کر رہا ہے“ (۱)

مولانا مطبع منشی نول کشور سے کب وابستہ ہوئے، اس کی تاریخ مجھے نہیں ملی، تاہم مطبع میں مولانا کی تصحیح سے جو کتابیں چھپیں، ان میں حضرت امام غزالی کی احیاء العلوم بھی شامل ہے، اس کا پہلا ایڈیشن سنہ ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۳-۶۵ء) میں چھپا تھا، جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ مولانا کی مطبع نول کشور سے پرانی وابستگی تھی جس میں خاصی مہارت اور تجربہ شامل ہو گیا تھا۔

(۱) روایت مولانا محمد طاہر قاسمی، سوانح قاسمی۔ مولانا مناظر احسن گیلانی ص: ۲۹۵ جلد اول (دیوبند: ۱۳۷۳ھ)

مولانا محمد مظہر سنہ ۷۹-۱۲۷۸ھ سے ۱۲۸۵ھ تک سات سال سے زائد عرصہ تک اس خدمت میں مشغول رہے، اس درمیان حضرت مولانا نے اس مطبع کے لئے ملت اسلامیہ کی، چند نہایت اہم اور بے مثال تصانیف و کتب کی نہایت توجہ اہتمام اور وقت نظر سے تصحیح کی، حضرت مولانا کی تصحیح سے شائع، حضرت امام غزالی کی شہرہ آفاق کتاب احیاء العلوم کا مختصر ذکر آچکا ہے، اسی طرح کی دوسری یادگار عالمی اسلامی ورثہ کی اہم تصنیف، علامہ محدث شیخ محمد طاہر پٹنی کی مجمع البحار تھی جو اس وقت ان کتابوں کی دنیا میں گویا اعلیٰ ترین اشاعت تھی۔

ایوب قادری صاحب نے تذکرہ مولانا محمد احسن نانوتوی میں، مولانا محمد مظہر کی مطبع منشی نول کشور میں ملازمت کی تردید کی ہے (۱) مگر مولانا کے قلم سے اس کی متعدد تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا نے احیاء العلوم اور مجمع البحار کے آخر میں جو خاتمة الطبع تحریر فرمایا ہے وہ اس کا ناقابل تردید ثبوت اور قطعی شہادت ہے کہ مولانا محمد مظہر کئی سال تک مطبع منشی نول کشور میں ملازم رہے، خاتمہ مجمع البحار پر درج مولانا کی تحریر کی چند سطور ملاحظہ ہوں:

”فیقول العبد الضعیف محمد مظہر، غفر اللہ لہ

ولو اللدیه. منذ ساقنی المقدور الی بلدة لکهنؤ، وتوالی

الدھر بهذا المطبع“.... (۲)

(۱) مولانا محمد احسن ص: ۱۵۵ (کراچی: ۱۹۶۶ء)

(۲) مجمع البحار۔ علامہ محمد طاہر پٹنی ص: ۵۵۳ جلد اول (لکھنؤ ۱۲۸۳ھ)

مظاہر علوم سہارنپور میں تقرر | مولانا منشی نول کشور کے مطبع میں لکھنؤ میں کام کر رہے تھے کہ رجب ۱۲۸۳ھ (نومبر ۱۸۶۶ء) میں حضرت مولانا سعادت علی فقیہ سہارنپوری نے سہارنپور میں ایک دینی مدرسہ کی ابتداء فرمائی، اور اس کے لئے اپنی ذاتی خدمات کے علاوہ ایک مدرس (مولانا سخاوت علی انبٹھوی) کا بھی تقرر فرمایا۔ مدرسہ کا قیام ایسا مفید اور بابرکت اقدام تھا کہ چند مہینوں میں اس کی شہرت دور تک پہنچ گئی، اور دور دراز علاقوں سے تعلیم کے خواہش مند طلبہ سہارنپور کا رخ کرنے لگے، مدرسہ کو قائم ہوئے تین مہینہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس میں مزید استادوں، تعلیم کے لئے علیحدہ جگہ اور ایک فاضل منتظم کی ضرورت محسوس ہونے لگی اس وقت بانی مدرسہ مولانا سعادت علی فقیہ نے مدرسہ کی نگرانی اور اعلیٰ درجات کی تعلیم کے لئے ایسا انتخاب فرمایا، جس سے اس مدرسہ اور اس کے نظام کو چار چاند لگ گئے، اور اس کو ایسا استقلال، اعتماد اور مضبوط تعلیمی نظام حاصل ہوا جو اب تک اس مدرسہ کی رہنمائی کر رہا ہے۔ یہ حضرت مولانا محمد مظہر تھے، جو مولانا سعادت علی کی ہدایت و فرمائش پر لکھنؤ کی بڑی تنخواہ اور معقول ملازمت چھوڑ کر فوراً آگئے اور آتے ہی اس پودے کی آبیاری اور ترقی کی فکر میں لگ گئے تھے۔

منشی نول کشور کی مولانا سے اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کی درخواست

مولانا محمد مظہر صاحب نظر بڑے عالم تھے، مولانا کی باریک بینی اور فاضلانہ نگاہ کا منشی نول کشور کو خوب اندازہ تھا، اور وہ مولانا کی تصحیح

کی ہوئی کتابوں کی علمی دنیا میں پذیرائی اور منزلت سے بھی اچھی طرح واقف تھے، اس لئے منشی جی چاہتے تھے کہ مولانا مطبع سے اپنا رشتہ باقی رکھیں، شاید منشی جی کو یہ بھی خیال ہوا ہو کہ مولانا جیسے بڑے عالم کی اس مطبع سے بے تعلقی کی وجہ سے مطبع کا علمی کام اور

وقت متاثر ہوگی، اس لئے منشی جی نے مولانا سے اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کی درخواست کی، مولانا نے مدرسہ کی خدمت کے سامنے اس کو لائق اعتنا سمجھ کر قبول نہ فرمایا۔ حالاں کہ مطبع سے یہ پیش کش بھی ہوئی تھی کہ مولانا یہ کام اپنے گھر پر یا سہارنپور میں رہ کر ہی انجام دیں، معاوضہ کے طور پر جب سابق ایک سو روپے تنخواہ، اور مطبع سے شائع ہر ایک کتاب کے وہ کسی بھی موضوع پر ہو پانچ پانچ نسخے مولانا کی خدمت میں تحفہ پیش کئے جائیں گے، لیکن مولانا نے مدرسہ سہارنپور کی خدمت اور تعلیم و افادہ کا جو ارادہ فرمایا تھا، اس میں ذرا الغزش نہیں آئی اور اس بڑی پیش کش کو بلا تامل رد فرمادیا، معمولی تنخواہ پر مدرسہ کی خدمت فرماتے رہے۔

تقرر کی تاریخ اور تنخواہ | مولانا محمد مظہر شوال ۱۲۸۳ھ (فروری ۱۸۶۷ء) میں

مدرسہ میں تشریف لائے، تیس روپے ماہانہ تنخواہ مقرر ہوئی، مدرسہ کی روداد میں لکھا ہے: واضح ہو کہ رجب ۱۲۸۳ھ میں اس مدرسہ کی بنیاد مولوی سعادت علی صاحب نے قائم کی، اس وقت سے یہ مدرسہ بفضل الہی جاری ہے، مدرسوں کو تنخواہ چندہ مجتمہ سے جو وقتاً فوقتاً ارباب ہمت کی توجہ سے جمع ہوتا ہے، ملتی ہے۔

سنہ ۱۲۸۳ھ میں جب مدرسہ شروع ہوا تھا صرف ایک مدرس مقرر کیا گیا تھا جس کی تنخواہ (بارہ روپے) تھی، دوسرے سال جب چندہ کی ترقی ہوئی ایک اور مدرس جس کی تنخواہ پچیس روپے بہ منظوری ارباب جلسہ قرار پائی، مدرسہ کے لئے طلب کیا گیا (۱)

(۱) کیفیت [روداد] مدرسہ عربیہ (مظاہر علوم) سہارنپور..... سنہ ۱۲۹۰ھ ص: ۲

بہر حال مولانا آئے اور آتے ہی مدرسہ کی مسند درس پر جلوہ افروز ہو گئے، اور اس دن سے وفات کے دن تک اس قدر محنت، اخلاص اور دل سوزی سے مدرسہ کی خدمت کی، اور اس طرح ہمہ تن علم اور درس میں مصروف ہوئے، کہ گویا کسی اور کام سے کبھی واسطہ اور واقفیت ہی نہیں تھی۔ مولانا سعادت علی صاحب کی مدرسہ کے علاوہ اور بھی بعض مصروفیات تھیں، جس کی وجہ سے تعلیم پر مولانا کما حقہ اور ہمہ وقت توجہ نہیں فرما سکتے تھے، مولانا محمد مظہر نے مولانا کی تمام خدمات کو اس طرح مکمل فرمایا کہ مولانا سعادت علی صاحب بالکل مطمئن ہو گئے..... رواداد میں لکھا ہے:

”سوم، کمی مدرسین کمی اور سامان سے تمام بار تعلیم صرف ذمہ مولوی محمد مظہر صاحب مدرس اعلیٰ رہا، اگرچہ سبب نہ بہم پہنچنے دوسرے مدرسین لائق کے، مولوی سعادت علی صاحب نے بہت سے سبق طلبہ کے لئے اپنے ذمہ لئے، مگر چونکہ مولوی صاحب مدوح کو ایسی بے فکری نہیں، کہ جملہ تفکرات متعلقہ سے بے فکر ہو کر اپنے کو وقف مدرسہ کرتے، اور تمام اسباق طلبہ بے فکری کے ساتھ، حسب خواہش مہتممان ہوتے جاتے“ (۱)

معاملات کی تمام ذمہ داری، کتابوں کی تدریس، مدرسہ کا انتظام طلبہ کی فکر، چندہ کوشش، یعنی مدرسہ کے ہر ایک کام کو مولانا اپنا کام جانتے اور خود کو اس کے لئے جواب دہ سمجھتے تھے، اور مدرسہ سے متعلق جملہ امور کو ایسے انہماک اور جازکاہی سے انجام دیئے کہ بانی مدرسہ مولانا سعادت علی، مہتممان مدرسہ مولانا قاضی فضل الرحمان اور مولانا ذوالفقار علی وغیرہ کے امتنان

(۱) کیفیت [روداد] مدرسہ عربی (مظاہر علوم) سہارنپور ۱۲۸۵ھ (ضمیمہ نجم الاخبار، میرٹھ)

و تشکر کا موجب ہوئے اور مدرسہ عربیہ (مظاہر علوم) سہارنپور کے علاوہ، اس دور کے ممتاز علماء اور اصحاب درس و افادہ کے لئے ایک معیار و مثال بن گئے۔

مولانا محمد مظہر کے سپرد جو اسباق تھے مولانا ان کی تکمیل پورے اہتمام سے کراتے تھے، اس کے علاوہ اور مدرسین کی نا تمام کتابیں بھی ذوق و شوق سے پڑھاتے اور مکمل کر دیتے تھے۔ ممتحن موجود نہ ہونے کی صورت میں خود ہی امتحان لینے کی ذمہ داری بھی قبول فرمالتے، اور اس کو بہتر سے بہتر طریقہ پر پورا فرما دیتے۔ سنہ ۱۲۸۵ھ کی روداد کے حوالہ سے گذر گیا ہے کہ: ”تعلیم کا تمام بار مولانا محمد مظہر پر رہا“ اس سال کی روداد میں مولانا کی اور خدمات کا بھی اعتراف ہے، سالانہ امتحان مولانا نے لیا، امتحان میں طلبہ کی لیاقت و محنت ظاہر ہوئی، اس کے لئے مولانا کی توجہ کا اعتراف کیا گیا ہے۔ لکھا ہے:

”طلبہ کی لیاقت، سب کارگزاری اور محنت مولانا محمد مظہر کی ہے“ (۱)

مولانا کی امتحان لینے میں توجہ اور کارگزاری کا بھی احسان مندی کے جذبہ کے ساتھ ذکر ہے، تحریر ہے:

”مولوی محمد مظہر صاحب مدرس اول، مدرسہ ہڈانے، نہایت عرق ریزی اور سرگرمی سے کئی روز تک تحریری اور تقریری امتحان طلبہ کا لیا“ (۲)

مدرسہ کو قائم ہوئے دو سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ، مدرسہ کے بانی مولانا سعادت علی صاحب فقیہ سنہ ۱۲۸۵ھ میں رحلت فرما گئے، اس وقت سے مدرسہ کی عملاً تمام ذمہ داری مولانا کے اوپر آ گئی تھی، مولانا نے اس ذمہ داری کو اس طرح نبھایا کہ خود کو مدرسہ کے لئے وقف اور گویا فنا کر دیا تھا۔

(۱) کیفیت مدرسہ (روداد) سنہ ۱۲۸۵ھ ص:

(۲) روداد مذکور۔ ص: ۶

”مجدالامثل فخرالافاضل مولانا مولوی محمد مظہر صاحب سلمہ مدرس اول۔ کاروائی مدرسہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے کارمتعلقہ کے اور امور کلیہ اور جزئیہ، انتظام مدرسہ میں ایسے ایسے توجہ فرما رہے ہیں کہ جو حالت موجودہ مدرسہ کو بنظر تفصیل معائنہ کرتا ہے وہ ممنون و مشکور مولانا مدوح کا ہوتا ہے، اور ایک رکن اعظم قیام مدرسہ کا تصور کرتا ہے، الحمد للہ علی ذالک۔

واسطے سال آئندہ کے چوبیس روپیہ کا اضافہ ارباب انتظامیہ نے نسبت موصوف منظور فرمایا“ (۱)

اسی روداد میں یہ بھی تحریر ہے:

”مدرس اول صاحب کی کاروائی سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب موصوف نے سوائے کار عہدہ کے، بہت انتظام ذمہ اپنے لے رکھے ہیں، جن کی نسبت یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ اگر دے کام بے توجہ رہیں، تو مدرسہ میں ایک طرح کا خلل نمایاں نظر آنے لگے۔ (۲)

اس سال مدرسہ کا سالانہ امتحان مولانا عبدالرزاق صاحب نے پانچ چھ روز تک لیا، امتحان کے نتائج سے بہت خوش ہوئے، مولانا نے طلبہ کی عمدہ استعداد کی تعریف کا ذکر کرتے ہوئے اس کو بھی مولانا محمد مظہر صاحب کی توجہ دلی اور اخلاص قلبی کا اثر قرار دیا تھا۔ مولانا کے کلمات درج ذیل ہیں:

(۱) کیفیت مدرسہ (روداد) سنہ ۱۲۸۷ھ ص: ۲

(۲) روداد مذکور ص: ۳

”کاتب کیفیت ہڈانے جملہ حالات سالانہ مدرسہ اور بنظر تفصیل دیکھا، مدرس صاحب کو اپنے اپنے کام کی طرف مستعد اور آمادہ پایا، اور اثر توجہ دلی اور اخلاص قلبی مولانا مولوی محمد مظہر صاحب، مدرس اول کا معائنہ کر کے ممنون و مشکور ہوا۔ (۱)

اسی معائنہ کی چند سطور اور ملاحظہ ہوں:

”طلبہ کا امتحان..... تحریری و تقریری پانچ چھ روز تک لیا، مجموعہ مالت موجودہ مدرسہ قابل تحسین و آفریں پائی اور جو ایک اندیشہ ترقی بیماری کا طلبہ کی طرف سے مظنون خاطر تھا، اس کا اثر بہت کم پایا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ (۲)

سنہ ۱۳۰۱ھ مدرسہ کے لئے تعلیمی لحاظ سے اچھا نہیں تھا، اس سال سہارنپور اس کے اطراف و نواح میں بلکہ دور دور تک وبا اور بخار وغیرہ کی بیماری پھیلی ہوئی تھی، جس کا تقریباً پورے سال خاصا اثر رہا، اس کی وجہ سے مدرسہ کے طلبہ اور تعلیم دونوں متاثر ہوئے، مگر اس بیماری میں بھی مدرسہ کے جو چار پانچ مدرس اور ملازم بیماری میں مبتلا ہونے کے باوجود مدرسہ میں حاضر ہوتے رہے، اور تعلیم و سبق کی خدمت جاری رکھی، ان میں بھی حضرت مولانا محمد مظہر کا نام نامی سرفہرست درج ہے۔ اس سال کی روداد کے آغاز پر تحریر ہے:

”آخر اس سال میں بیماری تپ لرزہ کی ایسی عارض ہوئی کیا شہر سہارنپور کیا گرد و نواح بلکہ دور دور ملکوں تک کسی کونہ چھوڑا، ہر جانب سے یہی صدا آئی اور ہر طرف سے یہی آواز سنی گئی، خصوصاً قصبہ

(۱) کیفیت مدرسہ عربی۔ (مطبوعہ مطبع صدیقی، بریلی: ۱۲۸۸ھ) ص: ۳

(۲) کیفیت مذکورہ... ص: ۱۰

دیوبند میں ایک تہلکہ پڑ گیا، اکثر طلبہ و مدرسین بھی بیمار ہوئے، جب متعلقین مدرسہ کو بیماری زیادہ پیش آئی کہ جس کی جہت سے کار مدرسہ سرانجام نہ ہو سکا، لاچار ہو کر مدرسین و طلبہ کو رخصت دی گئی کہ جب بیماری رفع ہو جاوے گی متعلقین مدرسہ لائق کار کے ہو جاویں گے، تب مدرسہ جاری ہوگا، مگر تاہم مولانا مولوی محمد مظہر صاحب مدرس اول، مولوی پیر محمد خاں صاحب نائب مہتمم، مولوی عنایت الہی صاحب محرر، مدرس فارسی اکثر اوقات میں، مولوی حافظ قمر الدین صاحب مدرس قرآن مجید، بعض اوقات میں جب بیماری سے فرصت ہوتی، مدرسہ میں تشریف لاتے و کار متعلقہ اپنا اپنا انجام دیتے۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

اس سال مدرسہ کا سالانہ امتحان لینے کے لئے حضرت مولانا گنگوہی سے درخواست کی گئی تھی، حضرت مولانا نے امتحان لیا اور مولانا محمد مظہر نے طلبہ کی نہایت تحسین فرمائی، اور خوش ہو کر دو طالب علموں کی جامع مسجد کے جلسہ میں دستار بندی، کی اور مدرسہ کے رجسٹر میں یہ کلمات فرمائے:

”یہ احقر العباد چوبیسویں جمادی الثانیہ ۱۳۰۱ھ میں مدرسہ عربیہ سہارنپور میں حاضر ہوا، تو چند جماعات کا امتحان خواندگی کا لیا۔ ازاں جملہ دو شخص در مختار خواں کو کہ جماعت اولی، مدرس اعلیٰ مولوی محمد مظہر صاحب مدنیو ضہم کی تھی، قابل اجازت و ذی استعداد پایا، پڑھنے میں فکر و فہم کو حاضر کرتے تھے، لہذا ان کو مجمع عام جامع مسجد میں اجازت دے کر دستار دی گئی۔“

مرض وفات میں اسباق کے انہماک کا حال | مدرسہ کی رودادوں میں اور مولانا کے شاگردوں کے قلم سے جو چند اطلاعات محفوظ ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی زندگی کے آخری دن آخری سبق پڑھانے اور آخری کتاب کی تعلیم تک، حضرت مولانا کی ویسی ہی کیفیت رہی، آخری دن آخری سبق میں بھی وہی اخلاص اور دل سوزی تھی جو قدیم سے چلی آ رہی تھی۔ مولانا کے ایک شاگرد، مولانا حشمت علی بناری نے، جو مولانا کے آخری شاگردوں میں ہیں اور حضرت مولانا کے مرض وفات بلکہ وفات کے دن تک، حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر تھے، مولانا کی کیفیت مرض وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

”[حضرت مولانا] تا دم آخر اس قدر درس تدریس میں مشغول رہے کہ بیماری میں بھی نہ چین لی، جب طاقت نشست بالکل بالائے طاق ہوئی تو بھی لیٹ کر تعلیم دیتے، حتیٰ کہ مرض الموت میں چند سبق تو ضیح تلویح، جماعت خاکسار کو لیٹ کر پڑھائے۔ اگرچہ بعض خدام کا جی چاہتا کہ سبق نہ پڑھئے، کیوں کہ کوئی طلبہ سے تقریر الٹی کر دیتا، آپ جواب دیتے تنفس ہونے لگتا، دیکھ کر نہایت کلفت ہوتی لیکن کیا کیجئے کہ سخت ناراض ہوتے کہ سبق نہیں پڑھتے، کب تک جیتا رہوں گا۔“ (۱)

مولانا کی سالانہ تدریس کی مقدار و معمول | مدرسہ مظاہر علوم میں یہ معمول

تھا کہ مدرسہ کے صدر مدرس، نائب صدر مدرس اور اعلیٰ درجات کے استادوں اور فارسی کے مدرس اول نے، سال بھر میں کون کونسی کتابیں کہاں سے کہاں تک کس قدر صفحات، یا کتنی مرتبہ پڑھائی، اس پر نظر رکھی جاتی تھی، اور وہ مقدار خواندگی مدرسہ کی روداد میں

(۱) طریقہ شریعت ص: ۶..... (مجتبائی دہلی: ۱۳۰۴ھ)

پابندی سے چھپتی تھی، مولانا محمد مظہر صاحب کی زندگی تک سب سے زیادہ علوم اور کتابیں پڑھانے والے استادوں میں مولانا کا نام سرفہرست رہا۔ آج کے طلبہ بلکہ مدرسین کرام بھی اس مقدار خواندگی کو حیرت سے پڑھیں گے کہ ایک شخص مدرسہ کی اور مصروفیات کے ساتھ اس قدر کتابیں کیوں کر پڑھا سکتا ہے۔ یہ تمام مقدار خواندگی سنین کے ترتیب کے مطابق یہاں درج کی جا رہی ہے، اس سے مولانا کی علوم اور کتابوں پر دسترس اور درس و افادہ سے شغف کا علم ہوگا۔ رودادوں میں جو اطلاعات ہیں ان میں کتابوں کی ترتیب ملحوظ ہے، نہ موضوعات و کتب کی، راقم نے دونوں کو مرتب کر دیا ہے، مزید سہولت کے لئے ان پر نمبر شمار بھی ڈال دئے ہیں۔

مقدار خواندگی حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں سنہ ۱۲۸۷ھ سے ۱۳۰۳ھ تک

مقدار خواندگی سنہ ۱۲۸۷ھ

- | | |
|--------------------------------|--------------------------------------|
| (۱) ترجمہ قرآن شریف | (۲) بخاری شریف |
| (۳) ترمذی شریف کتاب التفسیر تک | (۴) ہدایہ شروع سے کتاب الدعوی تک |
| (۵) در مختار کتاب الحج تک | اور کتاب الوکالت سے وصایا تک |
| (۶) توضیح و تلویح ۴۲ صفحہ تک | |
| (۷) حسامی، کل | (۸) نور الانوار، بحث الامر سے آخر تک |

مقدار خواندگی سنہ ۱۲۸۸ھ

- | | |
|----------------------------------------|-------------------------------------|
| (۱) ترجمہ قرآن شریف | (۲) تفسیر بیضاوی |
| (۳) بخاری شریف، کتاب التفسیر سے آخر تک | (۴) بخاری شریف، شروع کتاب الزکاة تک |

(۵) صحیح مسلم

(۶) سنن ابوداؤد

(۷) ابن ماجہ شریف

(۸) ہدایہ، کتاب الدعوی سے کتاب الشفعہ تک

(۹) توضیح و تلویح

(۱۰) شرح عقائد خیالی پ

(۱۱) مقامات حریری

مقدار خواندگی سنہ ۱۲۸۹ھ

(۱) ترجمہ قرآن شریف، تمام (۳) بخاری شریف، از کتاب الزکاۃ تا آخر

(۲) ترجمہ قرآن، از سورہ مریم تا آخر (۴) صحیح مسلم، نصف آخر تک

(۵) ابی داؤد، کتاب الاطعمہ تک (۶) مشکوٰۃ شریف، باب سجدہ سہو تک

(۷) ہدایہ، کتاب الوکالت تک (۸) درمختار، کتاب الزکاۃ تک

(۹) شرح وقایہ ص: ۲۷ تک (۱۰) شرح عقائد، خیالی جزء لائتجزی کے بحث تک

(۱۱) شرح ملاص: ۱۲ تک

(۱۲) خطبہ قاموس

(۱۳) دیوان متنبی

(۱۳) مقامات حریری ۱۰ مقالہ

مقدار خواندگی سنہ ۱۲۹۰ھ

(۱) بیضاوی شریف یک سپارہ (۲) بخاری شریف، کتاب التفسیر تک

(۳) بخاری شریف دوبارہ، تین سپارہ (۴) صحیح مسلم، کتاب الحج تک

(۵) سنن ابن ماجہ، تا آخر کتاب الصلوٰۃ (۶) ہدایہ، کتاب البیع سے باب القسامۃ تک

(۷) مشکوٰۃ شریف، تا کتاب الزکاۃ (۸) توضیح و تلویح، شروع سے مقدمات تک

(۹) مقامات حریری نصف آخر

مقدار خواندگی سنہ ۱۲۹۱ھ

- (۱) جلالین
(۲) بخاری شریف، از کتاب التفسیر تا آخر
(۳) بخاری شریف، دوبارہ شروع سے کتاب الجہاد تک
(۴) سنن ابی داؤد کتاب الخاتم تک
(۵) جامع ترمذی، قدوری
(۶) ابن ماجہ
(۷) ہدایہ جلد ثانی، از کتاب القسامۃ تا آخر
(۸) ہدایہ، کتاب الشفعہ سے آخر تک
(۹) شرح عقائد خیالی
(۱۰) توضیح و تلویح، مقدمات اربعہ تک
(۱۱) مقامات حریری
(۱۲) دیوان متنبتی، ردیف رات تک
(۱۳) نفحۃ الیمین
(۱۴) توضیح و تلویح، دوبارہ شروع سے ص: ۳۵ تک

مقدار خواندگی سنہ ۱۲۹۲ھ

- (۱) بیضاوی سورہ بقرہ
(۲) تفسیر جلالین، ۱۰۹ صفحہ تک
(۳) بخاری شریف، از ص: ۳۹۰ تا آخر
(۴) سنن ابن ماجہ
(۵) ہدایہ جلد ثانی، ص: ۱۹۰ تک
(۶) در مختار ص: ۲۳۵ / کنز الدقائق ص: ۳۰ تک
(۷) شرح عقائد نسفی مع خیالی
(۸) شرح عقائد نسفی مع خیالی
(۹) دیوان متنبتی ۱۰۵ صفحہ تک
(۱۰) مقامات حریری، ۲۵ مقامہ
(۱۱) سبۃ معلقہ
(۱۲) تمام قصیدہ ہمزیہ
(۱۳) تاریخ یمنی
(۱۴) تاریخ تیموری
(۱۵) جبر و مقابلہ
(۱۶) مساوات درجہ اول

مقدار خواندگی سنہ ۱۲۹۳ھ

- (۱) ترجمہ قرآن شریف تا سورہ قصص (۲) بیضاوی، ۱۵ تک
(۳) جلالین، ص: ۱۱۰ سے آخر تک (۵) ترمذی شریف
(۶) مشکوٰۃ شریف (۷) دیگر بار ص: ۱۳۴ (۸) ہدایہ جلد اول، ۸۶ صفحہ تک

- (۸) شرح وقایہ، جلد اول تمام
(۹) دیگر، کتاب العتق سے آخر تک
(۱۰) سوم، ص: ۵۵ تک
(۱۱) کنز الدقائق جلد اول
(۱۲) توضیح و تلویح، از ص: ۶۲ تا ۹۸
(۱۳) مختصر المعانی، ۲۶۰ صفحہ
(۱۳) شرح عقائد نسفی خیالی، مبحث حقائق الاشیاء تک
(۱۵) متنبتی ۳۸ صفحہ تک۔ دوسری بار/دو بارہ
ص: ۳۶ سے ۶۵ تک

مقدار خواندگی سنہ ۱۲۹۴ھ

- (۱) قرآن شریف از سورہ قصص تا آخر
(۲) بیضاوی شریف، از ص: ۱۶ تا ختم سیپارہ
(۳) جلالین، از ابتدا تا ص: ۱۰۲
(۴) بخاری شریف تمام
(۵) پھر شروع سے ۵۲۶ تک
(۶) سنن نسائی
(۷) سنن ابی داؤد آخر تک
(۸) موطا امام مالک صفحہ دو سو چالیس تک
(۹) مشکوٰۃ شریف، از ۳۸ تا آخر
(۱۰) ہدایہ جلد ثانی، جلد ۲۰۶ تک
(۱۱) شرح وقایہ، ۱۶۰ سے آخر جلد اول
(۱۲) توضیح و تلویح
(۱۳) نور الانوار
(۱۴) تاریخ تیموری صفحہ (۸۰) تک
(۱۵) مختصر معانی، ص: ۲۶۱ سے آخر تک

مقدار خواندگی سنہ ۱۲۹۵ھ

- (۱) بیضاوی شریف سورہ بقرہ تمام
(۲) دو بارہ
(۳) جلالین شریف ۱۰ پارہ
(۴) بخاری شریف، تا کتاب التفسیر
(۵) موطا امام مالک
(۶) ابن ماجہ شریف
(۷) ہدایہ جلد ثانی، از ۱۳۸ تا آخر کتاب الصوم
(۸) در مختار، تا آخر کتاب الصوم
(۹) توضیح و تلویح، تا مقدمات
(۱۰) متنبتی ۱۰ صفحہ

مقدار خواندگی سنہ ۱۲۹۶ھ

- | | |
|--------------------------------------|--------------------------------------------|
| (۱) ترجمہ قرآن شریف | (۲) بیضاوی شریف، شروع سے ۸۰ تک |
| (۳) دیگر بار، ۳۰ صفحہ تک | (۴) تفسیر کشاف، ۱۷۰ تک |
| (۵) جلالین | (۶) بخاری شریف، ۸۰۴ سے اخیر تک |
| (۷) صحیح مسلم تمام | (۸) ابن ماجہ تمام |
| (۹) ابوداؤد، تمام | (۱۰) موطا امام مالک، ۱۰۵ تک |
| (۱۱) مشکوٰۃ شریف ربع آخر | (۱۲) توضیح و تلویح، ۹۳ صفحہ سے رکن ثانی تک |
| (۱۳) درمختار، ۳۵۰ تک | (۱۴) ایضاً، ۳۵ صفحہ تک |
| (۱۵) مسلم الثبوت، ۳۶ تک | (۱۶) تاریخ یمنی، ۶۹ صفحہ سے آخر تک |
| (۱۷) دیوان متنہی، ۱۱۸ صفحہ سے آخر تک | (۱۸) حماسہ تمام |
| (۱۹) سبعمعلقہ دوبارہ تمام | (۲۰) قصیدہ، ہمزہ تمام |

مقدار خواندگی سنہ ۱۲۹۷ھ

- | | |
|-----------------------------------------|--------------------------------------------|
| (۱) ترجمہ قرآن شریف تا سورہ بنی اسرائیل | (۲) تفسیر کشاف، یک سپارہ |
| (۳) تفسیر مدارک، تا پارہ تلک الرسل | (۴) بیضاوی، یک پارہ دوبار |
| (۵) بخاری شریف، تا صفحہ ۲۰۰ | (۶) صحیح مسلم |
| (۷) ابوداؤد شریف | (۸) صحیح مسلم دوبارہ کامل |
| (۹) ابن ماجہ تمام | (۱۰) نسائی شریف تمام |
| (۱۱) شمائل ترمذی | (۱۲) ہدایہ جلد اول، تا کتاب السیر |
| (۱۳) ہدایہ جلد ثانی، از کتاب الجنایات | (۱۴) ہدایہ جلد ثانی، از ۵ تا کتاب الجنایات |
| (۱۵) ایضاً تا صفحہ ۱۶۰ | (۱۶) تلویح و توضیح، از ۳۵ مقدمات اربعہ |

(۱۷) مطول حسب معمول
(۱۸) سب سے معلقہ تمام
(۱۹) دیوان متنبتی، صفحہ ۹۴ تک
(۲۰) دیوان متنبتی، (دوبارہ) ص: ۹۴ تک
مقدار خواندگی سنہ ۱۲۹۸ھ

(۱) بیضاوی شریف، ۲۶ صفحہ تک
(۲) بخاری شریف تمام
(۳) بخاری شریف دوبارہ تا ۳۹۵ صفحہ
(۴) بخاری شریف، از کتاب الزکاح تا آخر
(۵) بخاری شریف، بار چہارم از جلد ثانی تا ۷۰۸
(۶) صحیح مسلم جلد اول
(۷) ایضا از ۷۳ تا آخر
(۸) نسائی شریف
(۹) سنن ابی داؤد
(۱۰) سنن دارمی
(۱۱) موطا امام مالک، تا کتاب الفرائض
(۱۲) حصن حصین
(۱۳) ہدایہ جلد اول
(۱۴) ہدایہ، دوبارہ از کتاب السیر تا ختم
(۱۵) ہدایہ جلد ثانی، از کتاب الاقرار تا کتاب الشفیعہ
(۱۶) ہدایہ دوبارہ ۵۰۸ صفحہ تک
(۱۷) در مختار، تا کتاب الزکاۃ
(۱۸) توحیح و تلویح، ۲۰ صفحہ تک
(۱۹) حسامی
(۲۰) مطول، ۵۰۸ صفحہ تک
(۲۱) شرح عقائد نسفی، معہ خیالی ۳۰ صفحہ
(۲۲) دیوان متنبتی ۳۰ صفحہ

مقدار خواندگی سنہ ۱۲۹۹ھ

(۱) بیضاوی شریف، ۲۶ صفحہ
(۲) بیضاوی شریف - دوبارہ، سوا پارہ
(۳) بخاری شریف، تمام تا ۳۹۵
(۴) بخاری شریف دوبارہ
(۵) جلالین تمام
(۶) بخاری شریف تمام
(۷) ایضا از صفحہ ۳۹۶ تا آخر
(۸) ایضا از صفحہ ۸۰۵ تا آخر

(۹) صحیح مسلم تمام	(۱۰) ایضاً جلد ثانی
(۱۱) نسائی شریف تمام	(۱۲) نسائی شریف، دوبارہ تمام
(۱۳) ابوداؤد شریف تمام	(۱۴) ہدایہ جلد اول تمام
(۱۵) ہدایہ جلد ثانی، از ۱۸۰ صفحہ تا آخر	(۱۶) درمختار، تا کتاب الزکاة ۸۸ صفحہ
(۱۷) درمختار۔ دوبارہ ص: ۸۸ تک	(۱۸) شرح عقائد نسفی، معہ خیالی از ۳۱ تا آخر
(۱۹) شرح عقائد نسفی، مع خیالی دوبارہ	(۲۰) مقامات حریری ۱۰۵ صفحہ
ص: ۳۶ تک	(۲۱) دیوان متنبتی ۸۰ صفحہ

مقدار خواندگی سنہ ۱۳۰۰ھ

(۱) بیضاوی شریف، سوا پارہ	(۲) بیضاوی، ایک پارہ
(۳) جلالین، ۱۵۳ صفحہ	(۴) بخاری شریف تمام
(۵) بخاری شریف، ۲۰ پارہ	(۶) بخاری شریف۔ تیسری بار ۱۴۸ صفحہ
(۷) صحیح مسلم، تمام	(۸) ابوداؤد تمام
(۹) ابوداؤد۔ دوبارہ تمام	(۱۰) سنن ابن ماجہ تمام
(۱۱) سنن نسائی تمام	(۱۲) حصن حصین تمام
(۱۳) موطا امام مالک، ۱۸۹ صفحہ	(۱۴) ہدایہ جلد ثانی تمام
(۱۵) درمختار تا کتاب الصوم	(۱۶) درمختار دوبارہ، ۱۰۸ صفحہ تک
(۱۷) توضیح و تلویح، ۷۰ صفحہ تک	(۱۸) نخبۃ الفکر تمام
(۱۹) شرح عقائد نسفی تمام	(۲۰) نخبۃ الیمن، ۲۵۲ صفحہ
(۲۱) دیوان متنبتی ۳۲ صفحہ	(۲۲) دیوان متنبتی۔ دوبارہ ۳۸ صفحہ

مقدار خواندگی سنہ ۱۳۰۱ھ

- (۱) بیضاوی سورہ بقرہ
(۲) جلالین، از ۱۵۳ صفحہ تا آخر
(۳) بخاری شریف، ۲۷۲ صفحہ
(۴) صحیح مسلم جلد اول تمام
(۵) ابوداؤد تمام
(۶) سنن ابوداؤد دوبارہ جلد اول
(۷) موطا امام مالک، ۱۹۸ صفحہ تا آخر
(۸) درمختار، از ۱۰۸ صفحہ تا آخر
(۹) درمختار، دوبارہ از ابتدا تا کتاب البیوع (۱۰) ہدایہ، جلد اول، تمام
(۱۱) ہدایہ، جلد اول دوبارہ تمام
(۱۲) ایضا ۱۷۸ صفحہ
(۱۳) توحیح و تلویح تمام
(۱۴) مسلم الثبوت حسب معمول تمام
(۱۵) مقامات حریری ۲۵ مقامہ
(۱۶) دیوان متنبتی، تارویف دال

مقدار خواندگی سنہ ۱۳۰۲ھ

- (۱) بیضاوی پارہ الم
(۲) ایضا سو پارہ
(۳) تفسیر جلالین، از ۲۰۸ صفحہ تا آخر
(۴) بخاری شریف تمام
(۵) صحیح مسلم جلد ثانی تمام
(۶) ابوداؤد تمام
(۷) ابن ماجہ تمام
(۸) سنن دارمی تمام
(۹) سنن نسائی تمام
(۱۰) نسائی شریف، دوبارہ ۱۱۶ صفحہ تک
(۱۱) ہدایہ جلد اول، تمام
(۱۲) ہدایہ جلد ثانی، تمام
(۱۳) ہدایہ - جلد ثانی، از ۸۷ تا ۲۹۹ صفحہ
(۱۴) درمختار تا کتاب النکاح
(۱۵) توحیح از ۱۷۴ صفحہ، تا آخر
(۱۶) حسامی تمام
(۱۷) شرح عقائد نسفی، تمام
(۱۸) مطول، ۱۶۰ صفحہ
(۱۹) دیوان حماسہ، تا باب المرثیہ

یہ مقدار خواندگی صرف مظاہر علوم کے اوقات کا یا نظام اسباق کی ہے، اس دور کے علمائے کرام کی یہ کارکردگی حیرت میں ڈالنے والی ہے، اس کو ان انفاس قدسیہ کی برکت کہنے یا کچھ اور، افسوس کہ اب ہمارے نظام میں اس کا ایک تہائی بھی باقی نہیں، وہی مدرسے ہیں وہی صبح و شام کا عموماً چھ گھنٹے کا نظام الاوقات، وہی کتابیں ہیں مگر آج کل یہ شکایت برابر سننے میں آتی ہے کہ مدرسین کرام سے متعلقہ کتابیں پوری نہیں ہوتی، بڑی کتابوں کی بات پھر بڑی ہے، تماشہ یہ ہے کہ آج کل چھوٹی چھوٹی ابتدائی کتابیں بھی نا تمام رہ جاتی ہیں یا ان کا دور کرا کر کتاب ختم کرادی جاتی ہے، جسے یہ بھی برکت کی کوئی چیز تھی کہ طلبہ نے اس کا ورد کر لیا اور کافی ہو گیا۔ یہ جب ہے کہ اکثر مدرسین صاحبان صرف درس کے لئے فارغ ہوتے ہیں اور اسی کی تنخواہ بھی لیتے ہیں۔

حال آں کہ مولانا محمد مظہر صاحب کی یہی ایک مصروفیت نہیں تھی کہ وہ مدرسہ میں درس دیتے تھے۔ مولانا مدرسہ کے اور کاموں کے بھی ذمہ دار تھے، ان کو بھی بہت اہتمام سے انجام دیتے، مدرسہ کے لئے چندہ فراہم کرنے کی بھی کوشش کرتے تھے، مدرسہ سے فارغ اوقات میں، گھر پر بھی پڑھاتے تھے، مولانا کی درس کے علاوہ مصروفیات اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مولانا کا تلاوت قرآن پاک کا کثرت سے معمول تھا، اس کے علاوہ ہمیشہ ذکر اللہ میں مشغول رہتے، زبان ہمیشہ ذکر سے تر رہتی تھی۔ نزہۃ الخواطر میں ہے:

”وكان كثير القراءة للقرآن، دائم الذكر رطب اللسان باسم الذات“ (۱)

مراقبہ اور ذکر و فکر اور ادو معمولات سلوک بھی ادا فرمائے، مسلمانوں کے معاملات سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ اگرچہ مولانا کے اولاد نہیں تھی مگر اہلیہ محترمہ تھیں، دو نکاح کئے تھے، اس لئے گھر کی مصروفیات اور گھرتی کے معاملات سے بھی سابقہ رہتا ہوگا، اس پر بھی اپنی بے عمل کا احساس، اور ایک آج ہمارا دور ہے ”وائے فردائے گرپس امروز بود فردائے“

(۱) نزہۃ الخواطر (حیدرآباد: ۱۳۰۲ھ/۱۹۸۱ء) ملاحظہ فرمائیے: ص: ۲۵۵ جلد ۸۔

مدرسہ سے تنخواہ اور اس میں اضافہ [مولانا محمد مظہر مدرسہ کی ہر قسم کی خدمت کے لئے ہمہ تن حاضر، ہر قسم کی چھوٹی بڑی تمام کتابیں ہمہ وقت پڑھانے کے لئے موجود و مستعد، اور مدرسہ کی نگرانی اور ترقی کے لئے دن رات جان گداز مصروفیت کو مقصد حیات بنائے ہوئے تھے۔ یہ خدمت اور ڈیوٹی تنخواہ یا صلہ کی لالچ میں اور کسی جاہ و منصب کی تمنا میں نہیں تھی، جو کچھ تھا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا، آخرت کے درجات کی تمنا، ثواب و نجات کے لئے تھا۔

مولانا مدرسہ کی جو خدمات انجام دیتے تھے، ان کے لئے سو روپے ماہانہ تنخواہ بھی معمولی ہی کہی جاسکتی تھی۔ مولانا جب مدرسہ میں ملازم ہوئے اس وقت صرف تیس روپے ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی تھی، چوں کہ مولانا مدرسہ کے لئے ہر قسم کے تمام معاملات اور خدمت کو نہایت اخلاص اور توجہ سے انجام دیتے تھے، جس سے اصحاب مدرسہ بہت مطمئن بھی تھے اور مسرور بھی، اس لئے ابظہار ممنونیت کے طور پر مولانا کی تنخواہ میں دو روپے ماہانہ یا چوبیس روپے سالانہ کا اضافہ کر دیا گیا تھا۔ مدرسہ کی روداد میں لکھا ہے:

”مدرس اول صاحب کی کاروائی سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب موصوف نے سوائے کار عہدہ کے بہت انتظام ذمہ اپنے لئے رکھے تھے، جن کی نسبت یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ اگر وہ کام بے توجہ رہیں، تو مدرسہ میں ایک طرح کا خلل نمایاں نظر آنے لگے۔

اس وقت میں بقایائے زرچندہ جو تاریخ امروزہ میں بعد منہائی مصارف سال ہذا موجود ہے، اس امر پر آمادہ کرتی ہے کہ کچھ اضافہ صاحب مدوح [مدرس اول] کا کیا جاوے، لہذا دو روپے ماہوار کی کا اضافہ مناسب ہے۔

واجب ایک سال کا چوبیس روپے ہونے چائیں۔ (۱)

(۱) کیفیت [روداد] مدرسہ عربی، بابت سنہ ۱۲۸۷ھ ص: ۳۔ (مطبع صدیقی، بریلی ۱۲۸۸ھ)

اگرچہ مولانا کی مدرسہ کے لئے خدمت اور توجہ روز افزوں تھی، مگر یہ اضافہ دیر پا ثابت نہیں ہوا، سنہ ۱۲۹۵ میں پیسہ کمی ہو گئی تھی، جس کی وجہ سے گذشتہ سال میں مدرسین کی تنخواہوں میں جو اضافے کئے گئے تھے ان پر نظر ثانی کی گئی، بلکہ وہ سب ہی واپس لے لئے گئے تھے، اس لئے ۱۲۹۵ھ میں حضرت مولانا کی تنخواہ کم ہو کر دوبارہ تیس روپے ماہانہ ہو گئی تھی، لیکن دو سال بعد ۱۲۹۸ھ میں دوبارہ دو روپے ماہانہ کا اضافہ ہوا، اٹھارہ سال کی لمبی ملازمت میں کل یہی دو روپے کا اضافہ ہوا۔

وضع تنخواہ | اس معمولی تنخواہ میں سے بھی رخصت کی تنخواہ وضع ہوتی تھی، مدرسہ کی رودادوں میں مولانا محمد مظہر کی متعدد رخصتوں کا تذکرہ ہے، سنہ ۱۲۹۲ھ (اکتوبر ۱۸۷۷ء) سفر حج کے لئے چھ مہینہ کی رخصت لی، ۱۲۸۸ھ میں درد گردہ میں مبتلا ہو گئے، جس کی وجہ سے دو مہینہ کی رخصت لی، ان دو مہینوں میں سے ایک مہینہ میں مولانا امیر باز خاں سہارنپوری نے مولانا کے نمائندہ یا عوض دار کی حیثیت سے کام کیا، جس کی وجہ سے یہ تنخواہ مولانا امیر باز خاں کو ملی، دوسرے مہینہ میں مولانا امیر باز خاں چلے گئے تھے، لہذا مولانا محمد مظہر کی ایک مہینہ کی تنخواہ وضع کی گئی۔

ایک مرتبہ کسی عزیز کی شادی کی ذمہ داریوں کی مصروفیت کی ضرورت سے ایک مہینہ کی رخصت لی تھی، اس کی بھی تنخواہ وضع کی گئی، تنخواہوں کی رفتار بہت کم تھی ایسی کہ جس کو اضافہ کہنا یا حسن کارکردگی پر ترقی قرار دینا مشکل ہی تھا، اور اس ترقی پر بھی کبھی کبھی کٹوتی ہو جاتی تھی، مگر حضرت مولانا کا مدرسہ سے رشتہ خلوص کچھ ایسا مستحکم تھا کہ اس کی وجہ سے مولانا کی مدرسہ سے نسبت اور خدمت کا جذبہ کبھی کمزور نہیں ہوا۔ جس سال مدرسہ سے رخصت لی اور اس کی تنخواہ وضع ہوئی، اس سال بھی مولانا کی کارکردگی کی تعریف ہوئی، مولانا نے اس طرح پڑھایا کہ اپنی غیر موجودگی میں اسباق کا جو حرج ہوا تھا، اس کی گویا تلافی کر دی۔

مدرسہ کی اعلیٰ درجہ کی خدمت کے باوجود مدرسہ کے اوقات میں احتیاط کا بے نظیر معمول

مدرسہ سے اس گہرے رابطہ اور ہر وقت مدرسہ کی خدمت میں مشغولیت، اور اس کی ہر ایک

ذمہ داری کو پوری جانفشانی اور نہایت دل جمعی سے انجام دینے کے ساتھ، مدرسہ کے اوقات میں احتیاط کا یہ حال تھا کہ اس کی مثال ڈھونڈنا بھی آسان نہیں۔

مولانا مدرسہ کے اوقات میں اپنے پاس کاغذ پنسل اور کاغذ رکھا کرتے تھے، اگر مدرسہ کے وقت میں کوئی شخص مولانا سے ملنے آ گیا، یا کسی ذاتی کام میں چند لمحے صرف کرنے پڑے تو فوراً اس کی یادداشت لکھ لیتے، اور ایسے تمام پرچوں کو احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھتے، ان کے مجموعی وقت کا حساب لگا کر مہینہ کے اختتام پر اس وقت کو اپنے حاضری کے اوقات میں سے کم کر دیا کرتے تھے، اور اس کی تنخواہ کٹوا لیتے تھے۔ مولانا کے اس معمول کا ذکر کرتے ہوئے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نے لکھا ہے:

”حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی قدس سرہ جو گویا مظاہر علوم کے بانی ہیں، کا یہ معمول میری جوانی میں عام طور سے مشہور اور لوگوں کو معلوم تھا، کہ مدرسہ کے اوقات میں جب کوئی مولانا قدس سرہ کا ذاتی ملاقات کے لئے آتا، تو اس سے باتیں شروع کرتے وقت گھڑی دیکھ لیتے، اور [اس کی] واپسی پر گھڑی دیکھ کر، حضرت کی کتاب میں ایک پرچہ رکھا رہتا تھا، اس پر تاریخ واران منٹوں کا اندراج فرما لیتے تھے، اور ماہ کے ختم پر ان کو جمع فرما کر، اگر نصف یوم سے کم [ہو] تو آدھے روز کی کی رخصت اور اگر نصف یوم سے زائد ہوتا تو ایک یوم کی رخصت مدرسہ میں لکھوا دیتے“۔ (۱)

(۱) آپ بیتی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا۔ ضمیمہ حصہ اول ص: ۲۱-۲۲، مولانا کا یہ واقعہ آپ بیتی کے تیسرے اور پانچویں حصہ میں بھی درج ہے۔

مولانا کے اس معمول کو حضرت حاجی امداد اللہ | مولانا محمد مظہر صاحب کے اس طرز
کا پسند فرمانا اور علماء کو اس پر عمل کی ہدایت | عمل کو حضرت حاجی امداد اللہ بہت

پسند فرماتے تھے، اور چاہتے تھے کہ اہل مدارس اور علماء کرام خصوصاً دارالعلوم دیوبند کے
حضرات بھی اس کو نمونہ بنائیں، اور اسی طریقے پر عمل کریں۔ حضرت حاجی امداد اللہ
صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی وفات کے بعد مولانا محمد یعقوب نانوتوی
کو ایک پرورد خط لکھا تھا، جس میں یہ ہدایت بھی تھی کہ ”چند ایک باتیں اپنی ذات پر لازم
واجب مانو“ ان میں سے ایک ضروری بات یہ تھی کہ:

”اگر کسی روز اپنی ذاتی غرض سے مدرسہ کے کام نہ کر سکیں، تو مدرسہ

سے تنخواہ نہ لیں، جیسے مولوی محمد مظہر صاحب کرتے ہیں“ (۱)

مولانا کے اخلاص کا اثر | مولانا کے اس اخلاص کا اثر مدرسہ کے تمام معاملات

میں اثر انداز اور کار فرما تھا، بعض معاملات ایسے پیش آتے تھے کہ ان کو مولانا کے خلوص کی
برکت یا کرامت کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی، مولانا کا ایک
دلچسپ مگر قابل قدر اور اہم قصہ سنایا کرتے تھے کہ:

”مولانا ایک مرتبہ اپنی قیام گاہ سے مدرسہ مظاہر علوم تشریف لارہے

تھے، راستہ میں آپ کی ایک اشرفی گرگئی، شام کو جب واپس ہوئے

تو راستہ میں پڑی ہوئی تھی اٹھالیا فوراً ایک شخص اپنے مکان کے اوپر سے

اتر کر نیچے آپ کے پاس آیا اور پوچھا کیا ہے: آپ نے بتلا دیا کہ

”میری اشرفی تھی جو صبح گر گئی تھی“ کہنے لگا میں صبح ہی سے اوپر سے اس

(۱) مکتوب از مکہ مکرمہ۔ مکتوبات اکابر دیوبند، مرتبہ مولانا نسیم احمد صاحب فریدی ص: ۳۴۔ (دیوبند: ۱۹۸۰ء)

کو دیکھ رہا ہوں، لیکن جب نیچے آتا ہوں تو نظر ہی نہیں آئی اور دیگر رہ گزروں کو بھی نظر نہ آتی، اس پر ارشاد فرمایا: جب تیری تھی ہی نہیں تو نظر کیسے آتی۔ (۱)

مدرسہ کا سالانہ مالی تعاون | مولانا مظاہر علوم کی درسی تعلیمی انتظامی امور میں

ہر وقت مشغولیت کے علاوہ، مدرسہ کے مالی تعاون میں بھی بڑا اہتمام اور دلچسپی رکھتے تھے، شہر سہارنپور اور نانوتہ سے مدرسہ کی امداد کے لئے بطور خاص کوشش کرتے۔ مدرسہ کی رودادوں میں مولانا کے ذریعہ وصول رقومات کا بار بار ذکر آیا ہے، مدرسہ کی تعمیر کے لئے مولانا کے چندہ کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، اور نانوتہ وغیرہ سے مولانا کی معرفت وصول امداد کا بھی اندراج ہے۔ مولانا اوروں کے چندہ کے علاوہ خود بھی مدرسہ کی ہر طرح کی مدد فرماتے تھے۔ کتابوں کے عطیہ کے ذریعہ بھی، اور مالی مدد سے بھی، آخر میں مولانا مدرسہ کا تین روپے سالانہ تعاون فرماتے تھے، اور مولانا کے جو اپنے ذرائع تھے ان کو بھی مدرسہ کی امداد کے لئے متوجہ فرماتے رہتے تھے۔

مدرسہ میں آنے سے پہلے مولانا مطبع منشی نون کشور میں ملازم تھے، منشی نون کشور مولانا کا بہت احترام کرتے تھے، مولانا کے لکھنؤ سے واپس آ جانے کے بعد بھی منشی جی سے روابط استوار رہے، منشی جی مولانا سے نسبت کی وجہ سے مولانا مظاہر علوم کی مدد کیا کرتے تھے، مدرسہ کی پہلی عمارت کے چندہ میں مولانا محمد مظہر کے ذریعہ، منشی جی کا بڑا چندہ دو سو چوالیس روپے آیا تھا (۲)

(۱) ملفوظات فقیر الامت مرتبہ مولانا مسعود احمد۔ ص: ۹۵ (دیوبند: ۱۳۰۶ھ)

(۲) روداد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سنہ ۱۲۹۷ھ ص: ۲

دارالعلوم دیوبند کی سب سے پہلی عمارت،
نودرہ کا سنگ بنیاد رکھنے والوں میں شامل تھے

لیکن اور دینی کاموں اور ذمہ داریوں
میں مشغول رہتے تھے،
مولانا اگرچہ ہمہ تن مظاہر علوم کی
خدمت میں مشغول رہتے تھے،
سے بھی غیر متعلق اور بے خبر نہیں تھے۔ مظاہر علوم قائم ہونے سے چھ مہینہ پہلے دیوبند میں
مدرسہ اسلامیہ (دارالعلوم) قائم ہو چکا تھا، مولانا مدرسہ دیوبند کے قیام کے اول دن سے
اس کے نہایت معاون اور مددگار رہے، مدرسہ دیوبند کے ذمہ داران اور اکابر بھی حضرت
مولانا کے قدر دان اور منزلت آشنا تھے۔ جب دارالعلوم کی سب سے پہلی عمارت، نودرہ
کا سنگ بنیاد رکھنے کی بات طے ہوئی، تو سنگ بنیاد رکھنے کے حضرت مولانا احمد علی محدث
سہارنپوری سے درخواست کی گئی تھی، جو اکثر علمائے مظاہر علوم و دارالعلوم دیوبند کے استاد
تھے، مولانا محمد مظہر صاحب کو بھی بطور خاص مدعو کیا گیا تھا، جن حضرات نے نودرہ بنیاد کی
سب سے پہلی اینٹیں رکھیں، ان میں مولانا محمد مظہر بھی شامل تھے۔ روداد دارالعلوم میں ان
حضرات کے ناموں کی اس طرح صراحت ہے:

”اول پتھر بنیاد کا، جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری نے
اپنے دست مبارک سے رکھا، بعد میں جناب مولوی محمد قاسم صاحب
و مولانا مولوی رشید احمد صاحب، و مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نے
ایک ایک اینٹ رکھی۔ (۱)

مولانا محمد مظہر کا دارالعلوم دیوبند سے مالی تعاون اگرچہ مولانا محمد مظہر کی تنخواہ زیادہ
نہیں تھی مگر مولانا کا حوصلہ بہت بڑا تھا، نیک کاموں میں بڑی فراخ دلی سے خرچ کرتے تھے
اور دینی کام کرنے والوں کی مدد فرماتے تھے، مولانا نے مدرسہ دیوبند کے قیام کے فوراً بعد اسی وقت
سے مدرسہ کے لئے بارہ روپے سالانہ امداد کا وعدہ کر لیا تھا، جو کئی سال تک ادا کرتے رہے۔ (۲)

(۱) کیفیت [روداد] مدرسہ عربی [دارالعلوم] دیوبند۔ سنہ ۱۲۹۲ھ ص: ۱۰ (طبع اول)

(۲) دارالعلوم کی روداد میں اس کا سال بہ سال تذکرہ ہے۔

دارالعلوم کے امتحانات اور جلسوں میں شرکت کا اہتمام

دارالعلوم دیوبند کو مولانا کے مالی تعاون کے علاوہ علمی عملی تعاون بھی حاصل رہتا تھا، مدرسہ کے سالانہ جلسوں میں جاتے، مدرسہ کے سالانہ

امتحانات کے لئے مدعو کئے جاتے، اور مدرسہ کے تمام معاملات سے دلی وابستگی اور نسبت رکھتے تھے۔ سنہ ۱۲۸۵ھ میں مدرسہ دیوبند کی تقسیم انعام کا جلسہ ہوا، جس میں مولانا بھی شریک ہوئے، مدرسہ کی روداد میں مولانا کی تشریف آوری کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔ تحریر ہے:

”۲۲ رزی الحجہ جمعہ ۱۲۸۵ھ تقسیم انعام کے لئے قرار پائی، اس روز منشی

ممتاز علی صاحب مالک و مہتمم مطبع مجتہبی دہلی، و مولوی محمد مظہر صاحب

مدرس اعلیٰ مدرسہ عربی سہارنپور، و دیگر حضرات نواح دیوبند وغیرہ، صرف

بغرض شریک ہونے جلسہ تقسیم انعام کے لئے تشریف لائے۔“ (۱)

مولانا محمد مظہر کو دارالعلوم میں لانے کی تجویز | مولانا محمد یعقوب نانوتوی،

دارالعلوم کے صدر مدرس تھے، مولانا کی یکم ربیع الاول ۱۳۰۲ھ (۱۹ دسمبر سنہ ۱۸۸۴ء)

کی رات میں وفات ہو گئی تھی، مولانا کی وفات سے دارالعلوم میں ایک سناٹا چھا گیا، بہ ظاہر کوئی

آدمی ایسا نہیں تھا جو علم و مرتبہ میں مولانا کا ثنی ہو اور مدرسہ کے نظام اور تعلیم و تدریس کو سلیقہ

اور ذمہ داری کے ساتھ سنبھال لے اور نباہ لے۔ اس وقت دیوبند کے اصحاب کی رائے یہ ہوئی

کہ مولانا محمد مظہر صاحب کو مولانا محمد یعقوب کی جگہ لایا جائے، لیکن حضرت گنگوہی اس رائے

کے ہم نوا نہیں تھے، حضرت مولانا کا فرمانا یہ تھا کہ اس سے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا نقصان

ہوگا۔ حضرت مولانا گنگوہی کے ایک متوسل منشی رفاقت علی دیوبندی نے دیوبند سے حضرت

کو اس سلسلہ میں ایک خط لکھا تھا، حضرت کے جوابی کلمات ملاحظہ ہوں:

(۱) روداد مدرسہ [دارالعلوم] دیوبند۔ سنہ ۱۲۸۵ھ ص: ۷

”مولوی محمد مظہر صاحب کو بعض اہل مدرسہ بلانا چاہتے ہیں اور بعض کو

تامل کہ سہارنپور کا حرج ہو جاوے گا، دونوں مدرسہ اپنے ہی ہیں۔ نہ

معلوم کیا انجام ہوویگا“۔ (۱)

حضرت مولانا گنگوہی کا یہ فرمانا غالباً کسی پیش بنی پر مبنی تھا، کیوں کہ مولانا محمد مظہر اس کے بعد دیر تک حیات نہ رہے، چند مہینوں کے بعد اسی سال ذی الحجہ میں مولانا محمد مظہر بھی واصل بہ حق ہو گئے تھے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے اجازت و خلافت
مولانا محمد مظہر صاحب اگرچہ عمر میں حضرت مولانا
گنگوہی سے خاصے بڑے تھے، لیکن حضرت
مولانا کے کمالات کی وجہ سے حضرت مولانا کے

نہایت معترف تھے، اور حضرت مولانا گنگوہی کے ساتھ اپنے بزرگوں جیسا معاملہ فرماتے تھے۔ مولانا محمد مظہر حضرت مولانا گنگوہی سے آخر میں بیعت ہو گئے تھے، اہتمام سے گنگوہ جاتے اور ذکر و شغل کرتے، کئی مرتبہ رمضان المبارک بھی گنگوہ میں گذرا اور تعلق مع اللہ کی ترقی کے لئے مشغول رہے۔ حضرت مولانا گنگوہی بھی حضرت موصوف کا نہایت احترام کرتے اور مولانا اس کے عمل اور کوشش سے نہایت خوش تھے۔ ایک مرتبہ جب مولانا گنگوہ میں رمضان گزار کر گئے تو حضرت مولانا گنگوہی نے حضرت حاجی امداد اللہ کو لکھا تھا کہ:

”مولوی محمد مظہر صاحب بمآہ رمضان در گنگوہ قیام فرمودند بفضل الہی

از نسبت حضور گونہ حاصل شال شدہ، مگر چوں کہ شغل مدرسہ بسیار دارند

در اہل ترقی نیست۔

(۱) مجموعہ مکتوبات حضرت حاجی امداد اللہ و حضرت مولانا گنگوہی وغیرہ۔ بنام منشی رفاقت علی۔ مرتبہ و مکتوبہ منشی

رفاقت علی ص: ۶/ مملو کہ راقم سطور۔

خودی فرماید کہ اگر ذکر بکثرت میسر می آید ترقی معلوم می شود، مگر چون کہ بدون ذکر کثیر در دل نمی کشاید مجبوری است۔ مگر بہ برکت حضرت مخدوم باوجود قلت شغل از اصل نسبت حرمان نیست۔“ (۱)

”ترجمہ مولوی محمد مظہر صاحب نے رمضان المبارک میں گنگوہ میں قیام فرمایا تھا، بفضل الہی نسبت حضور سے کچھ ان کو حاصل ہو گیا ہے، مگر چون کہ مدرسہ کی مصروفیات بہت زیادہ ہیں اس میں ترقی نہیں ہے، خود فرماتے تھے کہ اگر کثرت سے ذکر میسر آ جائے تو ترقی معلوم ہوتی ہے۔ مگر بغیر کثرت ذکر کے دل کا دروازہ نہیں کھلتا، اس لئے مجبوری ہے، مگر حضرت مخدوم کی برکت سے قلت شغل کے باوجود اصل نسبت سے محرومی نہیں۔“

مگر اس کے بعد کسی وقت مولانا کو خلافت و اجازت عنایت فرمائی تھی مولانا عاشق الہی میرٹھی نے حضرت مولانا گنگوہی کے ایسے خلفاء کی فہرست میں، جن کی حضرت مولانا کی حیات میں وفات ہو گئی تھی، مولانا محمد مظہر کا نام لکھا ہے۔ (۲)

ہیبت اور شان فاروقی | مولانا کو ایک ہیبت عطا ہوئی تھی، ہر اک کو مولانا کے سامنے بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نے لکھا ہے کہ مولانا نسب کے لحاظ سے صدیقی اور مزاجا فاروقی تھے:

”یقال فی شانہ انہ صدیقی نسبا و فاروقی خلقا“ (۳)

بے تکلف سادہ طبیعت | مولانا محمد مظہر تکلفات اور فضول رسوم و زائد سے آزاد، سادہ و بے تکلف زندگی گزارتے تھے، مولانا کے زمانہ میں بعض باتیں معاشرہ میں ایسی

(۱) مجموعہ مکتوبات (مولانا گنگوہی و حضرت حاجی امداد اللہ) غیر مطبوعہ مکتوب: ۲ نوٹو اسٹیٹ مملوکہ رالم سطور

(۲) تذکرۃ الرشید ص: جلد اول

(۳) مقدمہ اوجز المسائل ص: ۴۳

راج تھیں کہ ان کی پابندی ضروری سمجھی جاتی تھی، لیکن حضرت مولانا ان کا بہت اہتمام نہیں کرتے تھے۔ اس دور کا ایک اہم رواج یہ بھی تھا کہ ادنیٰ درجہ کے ملازم یا کام کرنے والے، ذمہ دار اور معزز اصحاب کے سرہانے بیٹھنا بہت بڑا سخت عیب سمجھتے تھے، اگر کوئی ایسا کر لیتا تو وہ اپنے ماحول میں نگو بن جاتا تھا، مگر حضرت مولانا اس کا کچھ خیال نہیں فرماتے تھے۔

مولانا کا ایک ایسا واقعہ جس سے مولانا کے مزاج کی سادگی اور بے تکلفی کا اندازہ ہوتا ہے، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے ایک وعظ میں ذکر فرمایا تھا کہ:

”حجام خط بنانے کو آیا مولانا اس وقت چارپائی پر پائنتی کی طرف بیٹھے ہوئے تھے، مولانا نے سرہانے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا بھائی بیٹھ جاؤ، اس نے (مولانا کے) سرہانے بیٹھنے سے انکار کر دیا، تو مولانا نے فرمایا تو تو کھڑا ہے، تیرے ساتھ سب جگہوں کو برابر نسبت ہے، پھر تو خالی جگہ [کیوں] نہیں بیٹھتا، میں بیٹھا ہوا ہوں، مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں بیٹھا ہوا اٹھوں..... حجام نے عرض کیا مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ سرہانے بیٹھوں..... مولانا نے فرمایا پھر بھائی جب تو مجھے سرہانے بیٹھے دیکھے اس وقت آ کر خط بنا دینا، آخر کار لوگوں نے کہا بھائی تو حجامت بنا بھی دے، یہ تو انھیں گے نہیں! (i)

زیارت حرین کے لئے حاضری | تمام مخلص مسلمانوں اور ارباب ذوق و عرفان کی طرح حضرت مولانا محمد مظہر کو زیارت حرین شریفین کا نہایت شوق اور اہتمام تھا، محدود

(۱) وعظ اوج قنوج [سلسلہ مواعظ التبلیغ] ص: ۸۶ [مطبوعہ دیوبند]

وسائل اور اس زمانہ میں سفر کی مشکلات کے باوجود، مولانا کم سے کم تین مرتبہ حج و زیارات کے لئے حاضر ہوئے، جس میں پہلے سفر کے لئے اپنی سب سے پہلی ملازمت (بنارس) سے گویا مستعفی ہو کر حاضر ہوئے تھے، بعد کے دو سفر اور معلوم ہیں، تینوں کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے۔

پہلا سفر حج سنہ (۱۲۶۲) | مولانا کی بنارس کی ملازمت کے ذیل میں ذکر آچکا

ہے کہ مولانا کالج میں چار سال ملازمت کے بعد ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۷ء) میں سفر حج کے لئے گئے، دو سال میں سفر کی تکمیل کی توقع تھی، اپنے مدرسہ (کالج) سے اسی قدر چھٹی لیکر گئے تھے، جاتے وقت منصوبہ تھا کہ ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۹ء) کے آخر تک واپسی ہو جائے گی، مگر کس وجہ سے دیر لگی اور مقررہ وقت سے تقریباً ایک سال بعد، غالباً ذی الحجہ سنہ ۱۲۶۵ھ (اکتوبرہ ۱۸۵۰ء) میں دہلی واپسی ہوئی۔ مولانا کے اس سفر حج کا مولانا کے معلوم حالات میں ذکر نہیں آتا، اس کا مولانا محمد مظہر اور حضرت مولانا مملوک العلی کے چند نادور مکتوبات سے سراغ ملا ہے، جو حال میں دریافت ہوئے ہیں۔ تفصیلات گذر چکی ہیں۔

دوسرا سفر حج | نانوتہ اور اس کے اطراف کے قصبات اور علاقہ کے علماء کی ایک

خاصی بڑی جماعت وہ تھی جس نے سنہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف عملی جدوجہد میں سرگرم حصہ لیا تھا، جب تحریک ناکام ہو گئی اور انگریزوں کا دوبارہ قوت و شوکت کے ساتھ تسلط ہو گیا، اس وقت ان لوگوں کے لئے زمین گویا تنگ ہو گئی تھی، جو اس تحریک میں شامل، اس کے معاون یا ہمدرد تھے۔ ایسے افراد میں سے جو حکومت کے ہاتھ آئے ان کو سخت سزائیں دی گئیں، پھانسیوں پر چڑھائے گئے، گولیوں سے اڑائے گئے، کسی کو عمر قید کی سزا ہوئی اور کسی کو عبور دریائے شور (کالے پانی) کی۔ ایسے جو افراد مختلف

مقامات پر زندہ رہ گئے۔ تھے انہوں نے چار پانچ سال کا لمبا عرصہ سخت پریشانی، نہایت کس مپرسی اور روپوشی میں گزارا، کبھی یہاں رہتے، کبھی وہاں! پولیس، سرکاری حکام، ان کے مخبروں بلکہ اپنے جانے والوں، عزیزوں رشتہ داروں سے بھی چھپتے پھرتے تھے، کہ اگر کسی نے کسی افسر کو خبر دیدی تو جان کی خیر نہیں، ادھر پتہ چلا ادھر چھاپہ پڑا۔

جب سہارنپور و مظفرنگر اور ان کے علاقوں سے وابستہ مجاہدین حریت کے تین سال اسی کیفیت میں تین سال گذر گئے، تو کسی نیک بندہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ اس طرح یہاں سے وہاں، چھپے چھپے پھرنے سے کہیں اچھا یہ ہے کہ حج کا ارادہ کر لیا جائے، اور حریم شریفین کے بابرکت اور نورانی ماحول میں کچھ وقت گزار لیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس دوران حالات کی گرفت بھی کچھ کمزور پڑ جائے، کم سے کم اتنا وقت عافیت و رحمت میں گزر جائے گا۔ یہ خیال سامنے آیا تو متعدد عنائن کرام نے اس کی تحسین کی، اور خود بھی اس قافلہ میں شامل ہونے کا ارادہ کر لیا، آہستہ آہستہ بہت سے افراد ہو گئے۔

اس قافلہ کی جمادی الاول ۱۲۷۷ھ (نومبر ۱۸۶۰ء) میں روانگی طے ہوئی، تمام شرکائے سفر اجتماعی یا انفرادی طریقہ پر، اپنے اپنے علاقوں اور روپوشی کے مقامات سے نکل کھڑے ہوئے، راستہ متفرق سواریوں کے ذریعہ طے کیا گیا، بیل گاڑی، شکر م، کشتی ہر ایک سے جیسا موقع ہو سفر کیا گیا۔ انبالہ سے دریا کا راستہ اختیار کیا، پنجاب سے دریا کے راستہ سندھ میں داخل ہوئے، ۱۳ شعبان ۲۴ فروری کو کراچی بندرگاہ پہنچے، ۱۵/۱۵ رزی قعدہ/۲۶ مئی ۱۸۶۱ء کو بندرگاہ لیس سے اترے، جو کشتیوں اور دریا کے سفر کا اختتام تھا، ۲۳ رزی قعدہ کو مکہ معظمہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، اور حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر کی کی خدمت میں پہنچے۔

وایسی کی تفصیلات معلوم نہیں، اگرچہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے سفرنامہ حج میں مولانا کا تذکرہ نہیں، لیکن تمام اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ مولانا محمد مظہر اس سفر میں شریک تھے۔

تیسرا اور آخری حج | تیسرا اور آخری حج سنہ ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۷ء) میں ہوا، یہ وہ سنہ ہے جس میں ترکی اور روس کی جنگ چل رہی تھی، فطری طور پر سب مسلمان ترکی کے ہم نوا تھے، علمائے ہند کا ایک بڑا اور موثر طاقت ور مرکز ضلع سہارنپور میں بھی تھا اس خطہ کے علمائے کرام نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سفر حج کی منصوبہ بندی فرمائی۔ مقاصد سفر میں یہ ارادہ بھی شامل تھا، کہ اگر حالات مساعد ہوئے اور جانے کا راستہ ملا تو ان شاء اللہ یہ قافلہ حجاج، خصوصاً اس کے رہنما، روس کے خلاف جنگ میں ترکی کی فوج، بلکہ اسلام کی فوج کے شانہ بہ شانہ جہاد، اور اعدائے اسلام کے خلاف جدوجہد میں حصہ لیں گے، اور قربانیاں پیش کریں گے۔

حضرت مولانا گنگوہی نے اپنے ارادہ حج کا عمومی تذکرہ فرما دیا، حضرت مولانا کے اس خیال کی اطلاع ملتے ہی ہر طرف اس کا تذکرہ گونج گیا، بہت سے علماء اور اہل درد نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے حج کا ارادہ کر لیا۔ اس کا روانہ اہل دل میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے علاوہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رفیع الدین (مہتمم دارالعلوم دیوبند) مولانا محمود حسن (شیخ الہند) مولانا سخاوت علی ایٹھوی، مولانا حکیم محمد حسن، مولانا منیر نانوتوی، مولانا عبدالعدل پھلتی، مولانا احمد حسن بٹالوی ثم کانپوری، (مدرس دوم مظاہر علوم) وغیرہ بھی شامل تھے، اور بھی بہت سے خواص و عوام شریک سفر ہوئے۔ کل سو سے زائد افراد تھے (۱)

(۱) تذکرۃ الرشید۔ ص: ۲۳۰۔ حصہ اول۔ نثر طبع اول۔

مولانا محمد مظہر صاحب کو جب اس کی اطلاع ملی تو مولانا نے بھی اس کی رفاقت کی کوشش کی، اس مقصد کے لئے مدرسہ سے چھ مہینہ کی چھٹی لی، مدرسہ کے معاشی حالات بہتر نہ ہونے کی وجہ سے یہ چھٹی معمول کے خلاف، بلا تنخواہ کے منظور کی گئی۔ رواد میں لکھا ہے:

”مولوی محمد مظہر مدرس اول، مولوی احمد حسن مدرس دوم، مولوی عنایت الہی

محر مدرسہ، پیر محمد خاں معاون نے واسطے سفر حج بیت اللہ کے زیارت

حرمین شریفین کے شروع شوال سے چھ مہینہ کی رخصت طلب کی،

چنانچہ ان کو بموجب ان کی درخواست کے رخصت مطلوب عطا کی گئی،

وباقتضائے وقت و کمی حصول زر چندہ، تنخواہ ایام رخصت نہیں دی گئی“ (۱)

جیسا کہ ذکر ہوا، یہ رخصت یکم شوال سے لی گئی تھی، ۷ شوال ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۷ء) کو اس

قافلہ کے افراد اپنی اپنی جگہوں سے روانہ ہونے شروع ہو گئے تھے، جو حضرات، حضرت

مولانا گنگوہی کی امارت و قیادت میں رہنا چاہتے تھے، ان کا کارواں ۱۲ شوال کو سہارنپور

اسٹیشن سے بمبئی جانے کے لئے ریل پر سوار ہوا، اس زمانہ میں سہارنپور سے بمبئی کا سفر تین

مرحلوں میں پورا ہوتا تھا، غازی آباد سے الہ آباد کا سفر ہوتا تھا، الہ آباد سے جبل پور جاتے

تھے، جبل پور سے بمبئی کی مسافت طے ہوتی، اسی ترتیب کے مطابق یہ سفر بھی ہوا۔

مولانا محمد مظہر کے برادر نسبتی، منشی محمد نذیر اثاواہ میں تحصیلدار تھے، جب انہیں یہ خبر ملی کہ

ہمارے اطراف اور خاندان کے علماء اور اکابر کا ایک بڑا قافلہ اثاواہ سے گذر کر حج کے لئے

بمبئی جا رہا ہے، تو انہوں نے سفر سے پہلے ہی مولانا محمد مظہر صاحب سے یہ طے کر لیا تھا

کہ پورا قافلہ اثاواہ اترے، منشی جی کا مہمان ہو، اور ایک رات ٹھہر کر آگے کا سفر کرے۔

(۱) کیفیت [روداد] مدرسہ مظاہر علوم، سنہ ۱۲۹۵ھ ص: ۳ (مطبوعہ عزیزی کان پور)

پر وگرام کے مطابق قافلہ اثاویہ پہنچا، پہلے سے یہ ارادہ تھا کہ حضرت مولانا گنگوہی اور مولانا محمد مظہر وغیرہ اکابر اور منشی نذیر صاحب کے واقفین اور متعلقین اثاویہ پر اتر جائیں گے، باقی ساتھیوں کا سفر جاری رہے گا، مگر جب اس نظام سفر کی، اثاویہ کے ایک مخیر اور دولت مند شخص، منشی ممتاز علی کو خبر ملی، وہ اپنا ایک سفر چھوڑ کر اثاویہ واپس آئے، اور سینکڑوں رفقاء کے ساتھ ان سب کا اثاویہ کے اسٹیشن پر استقبال کیا، منشی ممتاز علی کا اصرار ہوا کہ سبھی اجباب اتریں، ٹکٹ کی کمی زیادتی کا معاملہ میں خود ہی دیکھ لوں گا، دونوں کے اصرار پر پورا قافلہ اثاویہ اتر گیا، اور دونوں کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہو کر بمبئی کے لئے آگے بڑھا، وہاں سے الہ آباد ہوتے ہوئے بمبئی پہنچا، بمبئی میں بیس دن تک قیام رہا۔

بیس دن کے بعد غالباً یکم ذی قعدہ (۷/نومبر) کو جہاز سے روانہ ہو کر تیرہ دن میں جدہ پہنچا۔ جب یہ قافلہ جدہ سے مکہ مکرمہ پہنچا تو مبارک و مقدس شہر سے باہر، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب حاجیوں کی پذیرائی کے لئے بذات خود موجود تھے، حاجی صاحب نے ہر ایک کا استقبال کیا، معانقہ فرمایا اور ہر ایک کو اپنے مکان پر قیام اور ایک وقت کے کھانے کے لئے مدعو کیا۔

حج کے بعد غالباً ۲۵/ذی الحجہ کو (۳۱ دسمبر) کو مدینہ منورہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، بیس دن برکات و انوارات کی سرزمین سے فیضیاب ہو کر مکہ معظمہ واپس آئے، چند دن مکہ معظمہ میں قیام کر کے حضرت حاجی امداد اللہ کے فیض صحبت سے مشرف ہوئے۔ واپسی کا سفر ربیع الاول ۱۲۹۵ھ (مارچ ۸/۱۸ء) میں وطن پہنچنے پر مکمل ہوا (۱)

(۱) اس سفر حج کا مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے، حالات طیب مولانا محمد قاسم میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو نسخہ مشمولہ: قاسم العلوم مرتبہ نور الحسن راشد کاندھلوی ص: ۲۱۵/ (کاندھلہ: ۱۳۲۱ھ) نیز مولانا عاشق الہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید، ص: ۲۲۹/۲۳۲..... حصہ دوم میں، اور مولانا گیلانی نے سوانح قاسمی میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے۔

مولانا محمد مظہر صاحب نے اس مبارک مقصد کے لئے چھ مہینہ کی تنخواہ کے ساتھ رخصت لی تھی، اور رخصت کا مقررہ وقت پورا ہونے سے پہلے مدرسہ میں حاضر ہو گئے تھے۔ رواد میں لکھا ہے:

”مولوی محمد مظہر صاحب مدرس اول اور مولوی احمد حسن صاحب مدرس دوم اور مولوی عنایت الہی صاحب مدرس و محرر مدرسہ اور پیر محمد خاں صاحب کو رخصت چھ مہینے واسطے سفر حج کے شوال سنہ ۱۲۹۴ھ میں عنایت کی گئی تھی..... چنانچہ وہ سب قبل انقضائے ایام رخصت، تاربخہائے مختلف میں اپنے اپنے کام پر قائم ہو گئے“ (۱)

نکاح مولانا نے دو نکاح کئے پہلا نکاح نانوتہ کی نواحی بستی، لکھنوتی میں اپنے

خاندان میں ہوا تھا، اس خاندان سے مولانا کی نیہال کی رشتہ داری تھی، مولانا کی زوجہ لکھنوتی کے قاضی (سید محمد صاحب) کی بھتیجی تھیں۔ (۲)

مولانا اس نسبت اور پرانی عزیزداری کی وجہ سے رمضان المبارک میں لکھنوتی میں رہتے تھے (۲) جس میں تفسیر قرآن اور درس حدیث کی خدمت جاری رہتی تھی، مولانا خلیل احمد صاحب نے مولانا محمد مظہر سے ابوداؤد شریف مولانا کے لکھنوتی قیام کے زمانہ میں پڑھی تھی (۳)

غالباً پہلی زوجہ کی وفات یا شدید بیماری کی وجہ سے دوسرا نکاح کیا، یہ زوجہ مولانا گنگوہی کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، اشرف علی نانوتوی کی برادرزادی اور بیوہ تھیں۔ حضرت مولانا گنگوہی نے مولانا کے اس نکاح کا، اپنے ایک خط میں اس طرح ذکر کیا ہے:

(۱) کیفیت [روداد] مدرسہ سنہ ۱۲۹۵ھ ص: ۲

(۲) مولانا نے سنی شیعہ مقدمہ کے دوران اپنے بیان میں فرمایا تھا: وہاں [لکھنوتی میں] ہماری شادی

ہوئی ہے، قاضی کی بھتیجی۔ بیاہی ہے۔ رواد مقدمہ شیعہ و سنی ص: ۶ (طبع اول)

(۳) تذکرۃ الخلیل، مولانا عاشق الہی میرٹھی ص: ۱۲۵ (طبع اول) سہارنپور

”مولوی محمد مظہر صاحب خوش اند، نکاح بایوہ درنا نوتہ کردہ اند کہ

برادرزادی میاں اشرف علی نانوتوی ہست (۱)

ترجمہ: مولوی محمد مظہر صاحب خوش ہیں، ایک بیوہ عورت سے نکاح

کیا ہے، جو میاں اشرف علی نانوتوی کی بھتیجی ہیں۔

دونوں بیویوں سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

درد گردہ کا عارضہ | مولانا کو درد گردہ کی بیماری لمبے عرصے سے تھی، جو کبھی کبھی

بہت بڑھ جاتی تھی اور نہایت تکلیف دیتی تھی، سنہ ۱۲۸۸ھ میں بھی کا حملہ ہوا تھا جس کی وجہ

سے مدرسہ سے دو مہینہ کی چھٹی لی تھی، اس کے بعد بھی وقفہ وقفہ سے اس کے حملے ہوتے

رہے، جس میں بعض مرتبہ طبیعت بہت نازک اور کمزور ہو جاتی تھی مگر پھر سنبھل جاتی، یہ

سلسلہ اور تکلیف بیس سال سے زیادہ عرصہ تک جاری رہی، ہر مرتبہ یہی ہوتا کہ تکلیف

اٹھاتے، یہاں تک کہ متعلقین زندگی سے مایوس ہو جاتے، مگر پھر صحت ہو جاتی۔ آخری

مرتبہ مرض وفات میں بھی اسی کا حملہ ہوا تھا اور بظاہر کوئی ایسی بات نہیں آتی تھی جس کی

وجہ سے یہ کہا جاسکتا کہ مولانا کی زندگی کے آخری لمحات آگے ہیں، یہ آفتاب علم و کمال

اب غروب ہوا چاہتا ہے، اس لئے مولانا کے جاننے دیکھنے والے اصحاب مطمئن تھے۔

حضرت مولانا کو وفات سے تقریباً ایک سال پہلے اس کا خیال ہو گیا تھا کہ وقت قریب

ہے، جو لمحات گزر رہے ہیں وہ آخری ہیں، کسی بھی وقت زندگی کا چراغ گل ہو جائے گا۔

مولانا اپنے اس خیال کا کبھی کبھی ڈھکے چھپے الفاظ میں تذکرہ تو فرمادیتے تھے، لیکن مولانا کی

مصروفیات شب و روز کے انہماک اور معمولات میں کچھ کمی نہیں آئی تھی، وہی مدرسہ کی

(۱) مجموعہ مکتوبات حضرت مولانا گنگوہی وغیرہ قلمی (فوٹو اسٹیٹ مملو لہ راقم سطور) مکتوب نمبر: ۱۰۰۰ بنام حضرت مولانا
خلیل احمد انیسوی

خدمت، وہی اسباق پڑھانے کا اہتمام، وہی طلبہ کی طرف توجہ اور ویسے ہی صبح و شام گذر رہے تھے، لیکن مولانا ہردن آنے والے وقت اور ملاً اعلیٰ سے آنے والی صداؤں کو سن رہے تھے، اور بار بار فرمادیتے تھے کہ:

جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

مولانا کی وفات سے تقریباً ایک سال پہلے، مدرسہ کے ایک بڑے معاون، بلکہ مولانا اور تمام اہل مدرسہ کے دست و بازو حافظ فضل حق کی وفات (صفر سنہ ۱۳۰۲ھ) وفات کے قریب ہونے کا احساس اور چند ارشادات

میں) ہو گئی تھی، ان کی وفات سے پہلے کسی نے خواب میں دیکھا تھا کہ مدرسے کی دو دیواریں گر گئیں ہیں، منشی جی کی وفات کے بعد یہ خواب مولانا سے عرض کیا، مولانا نے فرمایا: ”کہ ہاں ایک دیوار تو گر چکی ہے، (منشی جی کی وفات کی طرف اشارہ تھا) دوسری گرنے والی ہے۔“ خود مولانا محمد مظہر صاحب نے بھی اپنے وفات سے تقریباً ایک سال پہلے ایک خواب دیکھا تھا، جو تعبیر کے لئے حضرت مولانا گنگوہی کے سامنے پیش کیا، حضرت مولانا نے فرمایا یونہی خیالات ہیں، لیکن مولانا نے کہا، مجھے تو اپنی زندگی ایک سال سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔

سفر آخرت کے اشارے | دارالعلوم دیوبند قائم ہونے کے چند سال کے بعد،

اکابرین دیوبند نے مسلمان کے معاشی حالات کو سہارا دینے، اور ان کے بگڑتے مالی حالات کو سنبھالنے کے لئے، ایک بڑی تجارتی کمپنی قائم کی تھی، جس کو اس وقت کی اصطلاح میں کوٹھی تجارت کہتے تھے، اس کمپنی یا کوٹھی تجارت میں سینکڑوں علماء اور عوام نے کثیر سرمایہ لگایا تھا، دارالعلوم کے رد و داد کے ایک اندراج سے معلوم ہوتا ہے کہ، یہ سرمایہ ایک لاکھ روپے سے زیادہ ہو گیا تھا، کہ یہ کمپنی خسارہ کی وجہ سے اچانک بند کر دی گئی۔

مولانا محمد مظہر صاحب کی وفات تک اس کمپنی کا نظام اور منافع کی ترتیب صحیح چل رہی تھی، علمائے دیوبند کی طرح مظاہر علوم کے وابستگان نے بھی، اس میں اپنی رقومات لگا رکھیں تھیں، مولانا محمد مظہر صاحب کا بھی سرمایہ تھا، مولانا نے وفات سے چار پانچ مہینہ پہلے اس کمپنی میں سے اپنی رقم اور حصہ واپس منگوا لیا۔ اسکے چند دنوں کے بعد مولانا کے چھوٹے بھائی، مولانا محمد احسن نانوتوی جو اپنی سرکاری ملازمت کی پنشن لینے کے لئے تیسرے مہینہ سہارنپور آتے تھے، سہارنپور آئے، ان کو معلوم ہوا کہ مولانا محمد مظہر صاحب نے کمیٹی سے اپنی رقم واپس لے لی ہے، انہوں نے مولانا سے کہا:

”بلا ضرورت روپیہ کیوں واپس لیا، وہیں رہنے دیا ہوتا، نفع سے زکوٰۃ

ہی ادا ہوتی رہتی، مولانا محمد مظہر نے جواب میں فرمایا:

”میرے جی میں یہ بات آئی کہ اپنا روپیہ ابھی واپس منگالوں، بعد

میں کون منگاتا پھرے گا۔ مولانا احسن یہ سن کر خاموش رہ گئے۔ (۱)

حالاں کہ اس وقت مرض کے کوئی آثار اور زندگی کے لئے بہ ظاہر کوئی مسئلہ سامنے نہیں تھا۔ اس کے بعد جب مرض وفات شروع ہوا، تو مدرسہ کے مہتمم پچاس قاضی فضل الرحمن صاحب تشریف لائے اور بہت اصرار کیا کہ وہاں (محلہ قاضی میں جہاں مدرسہ کا آغاز ہوا تھا) چلیں، کچھ ماحول تبدیل ہو جائے گا، صحت پر اثر پڑے گا، وہاں کئی مکان خالی پڑے ہیں۔ مولانا نے فرمایا یہی مکان خالی ہو جائے گا (۲)

مرض وفات | آخر میں جب درد گردہ کی شکایت ہوئی جو پرانا مرض تھا، مگر اس مرتبہ طبیعت خراب ہوئی تو دوا کی طرف توجہ ہی نہیں تھی، جب کوئی اصرار کرتا تو فرماتے:

(۲/۱) طریقہ شریعت، مولانا حشمت علی بناری ص: ۶/۷ (مجببائی، دہلی، ۱۳۰۴ھ)

”جو دم باقی ہے آرام سے رہنے دو، کیوں تکلیف دیتے ہو، اب رہنا

ہو چکا افاقہ نہ ہوگا“۔ (۱)

اگر کسی خاص عزیز و قریب کی خاطر و اصرار سے دوام نہ کولگاتے تو ایک دو گھونٹ پی کر زمین پر ڈال دیتے، اکثر خاموش رہتے کسی بات نہ کرتے تھے، اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رکھتے اور ذکر قلبی میں مشغول رہتے (۲)

اس مرض سے کیفیت دگرگوں ہو گئی تھی، یہاں تک کہ مایوسی ہو گئی، حضرت مولانا گنگوہی کو اطلاع ہوئی تو دیکھنے کے لئے سہارنپور تشریف لائے۔ مولانا خلیل احمد صاحب کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”مولوی محمد مظہر کو ہفتہ سے زیادہ ہو اور دگر دہ کا دورہ ہوا، آج کے خط

سے پیر محمد کے یاس معلوم ہوتی ہے، اس وقت پریشان ہوں، یوں غزم ہے کہ خود سہارنپور پہنچوں، اگر سامان ہوا تو شاید شب کو روانہ

ہو جاؤں (۳)

آخری لمحات | مولانا کے ایک شاگرد (مولانا حشمت علی بناری) جو اس وقت

مولانا سے پڑھتے تھے اور ہر وقت حاضر خدمت رہنے کی کوشش کرتے تھے، مولانا کی سخت

بیماری، تکلیف اور تنفس کی شکایت کی وجہ سے چاہتے تھے کہ، حضرت مولانا اس وقت سبق

پڑھانا ترک کر دیں، حضرت مولانا کو علم ہوا تو نہایت ناخوش ہوئے اور فرمایا:

”سبق کیوں نہیں پڑھتے، میں کب تک جیتا رہوں گا“

(۱) طریقہ شریعت، مولانا حشمت علی بناری ص: ۶/۷ (مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۴ھ)

(۲) طریقہ شریعت ص: ۷۔

(۳) مکتوبات حضرت مولانا گنگوہی، بنام مولانا خلیل احمد مکتوب: ۳۷ (مشمولہ مجموعہ مکتوبات قمی)

مولانا بنارسى نے یہ بھی لکھا ہے کہ: مولانا سبق پڑھاتے وقت کسی رئیس امیر کبیر کی طرف بھی التفات نہیں فرماتے تھے۔

مولانا حشمت علی بنارسى نے مولانا سے آخری ملاقات ولحاحات کی تفصیل قلم بند کی ہے، اگرچہ اس وقت مولانا حشمت علی بھی سخت بیمار تھے، نقل و حرکت دشوار تھی، مگر ان کو حضرت مولانا سے ایسا تعلق تھا کہ اگرچہ چلنے پھرنے سے ان کی بیماری اضافہ ہوتا اور بخار بڑھ جاتا تھا، مگر حضرت مولانا سے جو ارادت و عقیدت تھی اس کی وجہ سے بغیر زیارت کے سکون نہیں ہوتا تھا، اس لئے اپنے ایک سبق کے بہانہ سے روزانہ صبح حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، آخری دن بھی اسی طرح حاضر ہوئے۔ تفصیل مولانا حشمت علی کے الفاظ میں پڑھیے:

”دیدارِ انوارِ آخری کا یہ حال ہوا کہ حسب عادت، میں ایک روز بمعیت ایک طالب علم مکان پر حاضر ہوا، حضور اقدس چشم ظاہری از سیر جہاں فانی پوشیدہ، دیدہ دل کشادہ مشغول بہ مشاہدہ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، یہ بد بخت ازلی چوری لے کر بہ حدائے سینہ اسرار گنجینہ، ایستادہ مگس رانی کرنے لگا۔ آپ کے برادر زادہ عزیز حافظ ابراہیم سلمہ خلف مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ بجانب سرہانے کھڑے تھے، یک بہ یک چشم واکر کے کچھ دیر تک میری طرف بغور دیکھا، بعدہ بہ جانب محمد ابراہیم سلمہ متوجہ ہوئے، چوں کہ وہ بہ جانب سرہانے تھے سر پھیرنے میں تکلیف ہوئی تھی، لہذا جلدی سے منہ پھیر لیا۔“

”اول تو مریض دوسرے وقت صبح ہوئے سرد چلتی تھی جس پر رواں کھڑا نظر آیا، دل میں آیا کہ کپڑا اڑھا دیجئے لیکن یہ پاس ادب متحیر تھا، اتنے میں خود بہ دست مبارک

اشارہ کیا، پھر تو فوراً اپنا ارادہ پورا کیا، لارخ انور کو کشادہ رکھا، پھر آپ نے خود منہ چھپالیا وہ وہ رداء ازرق کا منہ پر آنا گویا چشم نحیف سے آفتاب جہاں تاب زیرابریاہ نہاں ہوا، اس وقت کے تنفس سے معلوم ہوا کہ یاد الہی میں مشغول ہیں، تخلیہ منظور ہے، پس بایں..... چلا آیا۔

اگلے روز بوجہ بیماری آپ کے ختم بخاری شریف تھا، صبح سے قریب دوپہر تک تلاوت کتاب میں مشغول رہا، ختم [پر] قیام گاہ پر چلا گیا شام قیامت انضمام ہوئی، بعد فراغ صلوٰۃ عشاء چارپائی پر لیٹ رہا، یہ کیا خبر تھی کہ آج معاملہ دگرگوں ہوگا، نام دفتر یتیمی میں لکھا جائے گا۔

کیا خبر تھی کہ انتقال آسماں ہو جائے گا

یک بہ یک یہ طالع بیداریوں سو جائے گا۔

ہنوز بیداری باقی تھی نیند نہ آئی تھی کہ ایک شخص رستخیر اثر لیکر نمودار ہوا کہ اے شخص آج تیرے پروردگار نے تجھے یتیم کیا، تیرا مخدوم تیرے سر سے خلد بریں کا راہی ہوا، یہ سنتے ہی ہواش باختہ ہوا، عالم سکتہ کا ہوا، نہ آہ نکلی نہ اف کیا۔ یہ حادثہ فاجعہ ۲۴ رزی الحجہ سنہ ۱۳۰۳ھ (۳- اکتوبر ۱۸۸۵ء) ہفتہ کا دن گزار کر یکشنبہ کی رات میں آٹھ بجے پیش آیا تھا۔“

حدیث شریف میں موت کے وقت پسینہ آنے کو مومن کا ایک نشان فرمایا گیا ہے، مولانا وفات کے وقت بار بار اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیر رہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ پسینہ آیا یا نہیں! جب پسینہ محسوس ہوا تو خوش ہوئے اور مسرت کا اظہار کیا۔

مولانا کی وفات کے وقت تقریباً چھیاٹھ سال عمر تھی، عیسوی سنہ کے حساب سے ترسٹھ سال، تذکرہ نگاروں نے عموماً مولانا کی عمر تقریباً ستر سال لکھی ہے جو صحیح نہیں۔ ولادت سنہ ۱۲۳۷ھ وفات سنہ ۱۳۰۳ھ کل چھیاٹھ سال ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا کی وفات بہت بڑا حادثہ تھا ہر ایک پر اس کا اثر تھا، خصوصاً مدرسہ کے اصحاب، اور شہر میں مولانا سے واقف اور قدرداں اس نعمت عظمیٰ کے چھن جانے، اور اپنی محرومی اور اس صدمہ عظیمہ کی وجہ سے بے حال تھے۔ چوں کہ حضرت مولانا سے اہل شہر ارباب... رنہ اور محلہ کے افراد کو یکساں محبت اور عقیدت تھی اس لئے رات بھر یہ موضوع گفتگورہا کہ حضرت مولانا کو کہاں دفن کیا جائے۔

صبح صادق کے قریب مولانا کے حقیقی بھائی، مولانا محمد احسن صاحب کو خواب میں رہنمائی ملی، کہ مدرسہ کے دوسری دیوار اور ابتدائی ہمدرد معاون اور رفیق حافظ فضل کی قبر کے پاس دفن کرنا مناسب ہے، اسی پر عمل ہوا، دوسرے روز صبح کے وقت سہارنپور کے پرانے اور مشہور قبرستان حاجی شاہ کمال میں، جو مدرسہ کی قدیم عمارت سے تقریباً چھ سات فرلانگ کے فاصلہ پر، سہارنپور کے اختتام پر شمال کی جانب ہے حافظ محمد فضل حق کے برابر میں دفن کئے گئے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی نے قطعہ تاریخ وفات کہا جس کے ہر اک مصرعہ سے سنہ وفات ۱۳۰۲ھ نکلتا ہے:

برفت چوز میں بہ دارالبقاء عابدا روحانی و شیخ اجل

باتف غیبی، پئے تاریخ سال دادندا، مظہر لطف ازل

مولوی محمد سعید عظیم آبادی نے بھی قطعہ تاریخ وفات کہا تھا۔ (۱)

طریقہ شریعت ص

مولانا محمد مظہر کی ذات گرامی علماء میں فرد، اور حضرت حاجی امداد اللہ کے الفاظ میں: ”یکتائے زمانہ تھی“، ایسے جامع صفات جامع کمالات، متبحر، نادر روزگار عالم، بے نظیر مدرس، بے لوث خادم اور فخر زمان شخصیت کی وفات کا جس قدر صدمہ ہوتا کم تھا۔ خصوصاً مظاہر علوم تو گویا مولانا کے سایے میں پرورش پابا تھا، مولانا اس کے گویا بانیوں میں شامل تھے۔ حضرت مولانا احمد علی محدث کی وفات کے بعد حضرت مولانا کی حیثیت اس شجر سایہ دار کی ہو گئی تھی جس سے سینکڑوں قافلوں کو دھوپ کی تمازت سے سکون ملتا ہے، ہواؤں کے تھپیڑوں سے حفاظت اور سفر کی منزلوں میں طمانیت کا احساس ہوتا ہے، اس لئے قدرتی طور پر اہل مدرسہ کو اس حادثہ کا غیر معمولی صدمہ ہونا ہی چاہئے تھا، چنانچہ اراکین مدرسہ نے اس کا بہت احساس کیا۔ مدرسہ کی روداد میں مولانا کے سانحہ وفات اور مدرسہ پر مولانا کے احسانات کا کئی مرتبہ ذکر آیا ہے۔ سب سے پہلے مولانا کی وفات پر اہل مدرسہ کی غم کی کیفیت کا ان الفاظ میں اظہار کیا گیا:

دوسرا حادثہ عظیمہ

یہ ایک دوسرا حادثہ عظیمہ پیش آیا، یعنی جناب مولانا مولوی محمد مظہر صاحب مدرس اول جن کے اوصاف بیرون از بیان ہے، وقت آٹھ بجے شب ۲۴ رزی الحجہ بمرض درد گردہ سہارنپور میں، اسی جہان فانی سے رحلت فرما کر عالم جاودانی جنت الفردوس میں جاگزیں ہوئے، انا لله وانا الیہ راجعون۔

اس صدمہ جانکاہ سے ہندوستان کے اہل اسلام کو عموماً، اور اس مدرسہ کے خیر خواہان کو خصوصاً، جس قدر رنج و غم ہو وہ کم ہے، ایسے عالم باعمل

اور فاضل اکمل جملہ علوم مروجہ میں فائق اور ترویج دینیات میں شائق کا اس جہاں سے اٹھ جانا پس ماندگان کی نہایت کم نصیبی ہے۔
 بعد انتقال مولوی سعادت علی صاحب مرحوم بانی، اس مدرسہ کی نگرانی جملہ کارہا انتظامی و خبرگیری مدرسہ بھی، مولانا صاحب موصوف نے علاوہ تدریس کے اپنے ذمہ لے رکھی تھی، جو کچھ عزل و نصب بابت انتظام مدرسہ ہوتا تھا، بدون صلاح و صوابدید مولانا مدوح کے نہ ہوتا تھا، علاوہ اس کے فراہمی چندہ میں بھی از حد سعی فرماتے تھے، اور تدریس کا یہ حال کہ علاوہ دیگر کتب دینیات اکثر ہر سال صحاح ستہ کا درس ختم ہوتا رہا۔^۲
 الغرض مولانا مرحوم کا اس جہاں فانی سے رحلت فرمانا اس شہر و مدرسہ کے واسطے کمال حسرت و اندوہ کا واقعہ ہے، خدا تعالیٰ ان کو غریق مغفرت کرے اور درجات عالیہ عنایت فرمائے۔

سنہ ۱۳۰۳ھ کی روداد میں بھی، حضرت مولانا محمد مظہر کی وفات سے مدرسہ کو پہنچے نقصان اور اس حرمان و فقدان کا ذکر ہے، مہتممان مدرسہ لکھتے ہیں:

”اسی سال میں مدرسہ پر صدمہ عظیمہ وفات دو بڑے سرپرستوں کا پہنچا ہے، یہ انتقال جناب مولانا محمد مظہر صاحب قدس سرہ و حافظ فضل حق مرحوم و مغفور“

حضرت گنگوہی کو صدمہ اور اس کا تذکرہ | مولانا محمد مظہر کی رحلت کا سانحہ

ایسا نہیں تھا کہ اس کا صرف مدرسہ کی روداد میں ذکر ہو کر رہ جاتا۔ مولانا کا علم و کمال کی دنیا میں بڑا مرتبہ تھا، اور مولانا کی ذات سے بہت سے چھوٹے بڑے حضرات کو ایک سہارا

تھا، مولانا کی وفات پر ہر ایک کو خیال ہوا کہ ایک بڑا ستون گر گیا، جس کی تلافی اب ممکن نہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی کو بھی مولانا کی وفات سے سخت صدمہ ہوا، حضرت مولانا نے، مولانا خلیل احمد صاحب اینیٹھوی نے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

”حادثہ جدیدہ یہ ہوا کہ مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم، ۲۴ شب ذی الحجہ،

یکشنبہ کوفوت ہوئے۔ عالم اندھیرا ہوا، اب سب رفیق رخصت ہوئے،

دیکھئے کب تک میری قسمت میں اس دنیا کے دکھے لکھے ہیں“ (۱)

مولانا کا ماتم صرف اہل سہارنپور کا غم نہیں تھا، اس کا صدمہ صرف مظاہر علوم کے

ارباب نے محسوس نہیں کیا، بلکہ اور بھی بہت سے حساس دل اور دردمند اہل قلم نے اس

حادثہ پر اپنے صد مات کا اظہار کیا، اور مولانا کی خدمت دین، خدمت علم، سادگی، بے

نفسی اور پاکیزگی کردار کی شہادت دی۔

سر سید احمد کاتآسف اور تعزیتی مضمون | سر سید احمد ان گنے چنے افراد میں

سے تھے جو حضرت مولانا کو ان کے دہلی کالج اور حضرت مولانا مملوک العلی کی خدمت میں

تعلیم کے زمانہ سے جانتے تھے، مولانا کی وفات ہوئی تو سر سید کے قلم سے آنسو ٹپک

پڑے، سر سید احمد نے اپنے اخبار انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڑھ میں مولانا کی وفات کا ماتم

کیا۔ سر سید احمد کہتے ہیں:

افسوس ہے کہ مولوی محمد مظہر صاحب نے جو عربی مدرسہ سہارنپور میں

مدرس تھے، اور انہیں کی ذات بابرکات سے اس مدرسہ کو عزت

اور رونق تھی، بروز شنبہ تیسری اکتوبر ۱۸۸۵ء کو انتقال فرمایا۔ انسا لله

وانا الیہ راجعون.

(۱) مکتوب نمبر: ۵ مکتوبات رشیدیہ، مرتبہ مولانا عاشق الہی میرٹھی ص: ۲۴ (طبع اول میرٹھ: ۱۳۲۳ھ)

مولوی صاحب ممدوح بہت بڑے عالم تھے، جس زمانے میں وہلی میں طالب علم تھے اسی زمانہ میں ان کی ذہانت مشہور تھی، تقویٰ میں بھی نہایت اعلیٰ درجہ رکھتے تھے، بیس برس سے انہوں نے اپنے ہم قوموں کو علوم دینی کی فیض رسانی پر کمر ہمت چست باندھی تھی، اور عربی مدرسہ بہار پور میں پاشکتہ ہو کر بیٹھ گئے تھے، آمدنی مدرسہ سے صرف پچیس روپے ماہوار تھی، بقدر بسراوقات لیتے تھے اور علوم کی تعلیم میں مصروف تھے۔ بہت لوگ ان سے فیضیاب ہوئے مگر افسوس ہے کہ اجل نے لوگوں کو اس فیض سے محروم کر دیا۔

زیادہ افسوس کی یہ بات ہے کہ جو شخص دنیا سے سفر کرتا ہے اس کا کوئی جانشین نہیں ہوتا، جناب مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال کیا، مولوی محمد یعقوب صاحب نے انتقال کیا، درحقیقت کوئی ان کا جانشین نہیں ہوا، اب مولوی محمد مظہر نے انتقال کیا ہے، ہم کو تو ان کا بھی جانشین کوئی نہیں دکھائی دیتا۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔ (۱)

(۱) انسٹی ٹیوٹ گزٹ۔ علی گڑھ۔ اکتوبر ۱۸۸۵ء (۲۳ ذی الحجہ ۱۳۰۳ھ) نیز دیکھئے: سرسید کی تعزیتی تحریریں، مرتبہ اصغر عباس ص: ۲۲ (علی گڑھ: ۱۹۸۹ء)

باب دوم

علمی تحریری تصنیفی ورثہ

تصانیف، تصحیح و تحقیق، حواشی اور ترجمہ

[حاشیہ موطاء امام مالک، تصحیح و حواشی احیاء العلوم
[امام غزالی۔ مجمع البحار علامہ محمد طاہر پٹنی۔ تکمیل ترجمہ در مختار]

مولانا محمد مظہر صاحب نے علم کی دولت حضرت شاہ محمد اسحاق اور حضرت مولانا مملوک اعلیٰ جیسے علماء کرام کی صحبتوں سے حاصل کی تھی، اور بچپن سے دلی کالج کا علم پرور ماحول ملا تھا، جس کے اثر سے علم کا نشہ دو آتشہ اور دینی علمی خدمات کا جذبہ اور تحریری تصنیفی کام کی لگن شوق سے بڑھ کر ذوق و مزاج بن گیا تھا، اس لئے مولانا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد جلد ہی علمی کاموں کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ مولانا نے سب سے پہلے کون سا تحریری کام انجام دیا، اور اس کے بعد کی علمی محنتوں میں سے کیا کیا چیزیں چھپیں اور عام ہوئیں اور کون کون سی ناپید اور معدوم و مفقود ہو گئیں، اس کا (زمانہ طالب علمی کے ایک مضمون کے علاوہ) علم نہیں لیکن مولانا کی تحقیق اور حاشیوں سے مزین ہو کر جو چند کتابیں چھپی تھیں، وہی حضرت مولانا کے بلند مقام غیر معمولی محنت و کاوش اور تحقیق و حواشی کے علمی مرتبہ کی تعین کے لئے بہت ہیں، مولانا کی مرتبہ کتابوں میں سے ہر ایک کتاب حضرت مولانا کے علم و فضل کی آئینہ دار اور بلند نگہی کی گواہ و ترجمان ہے، مگر افسوس ہے کہ ان کتابوں اور مصنفات کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے۔

راقم سطور کو حضرت مولانا کی صرف ایک باقاعدہ تصنیف معلوم ہے، حاشیہ موطا امام مالک! دو کتابوں کے متن کی تصحیح و تحقیق اور حواشی کا علم ہے، یہ احیاء العلوم امام غزالی اور مجمع البحار علامہ محمد بن طاہر بیہقی ہیں۔

مولانا کی ایک اور یادگار خدمت علامہ بوسیری کے قصیدہ ہمزئیہ کی قلمی نسخوں سے تصحیح اس کا جامع حاشیہ اور اس کی عمدہ طباعت ہے جو اس مبارک قصیدہ کی دنیا بھر میں پہلی اشاعت ہے، نیز مولانا نے فقہ حنفی کی شہرہ آفاق دستاویز، درمختار کے مولانا خرم علی بلہوری کے کئے ہوئے نا تمام ترجمہ کی تکمیل و تصحیح فرمائی ہے، آئندہ صفحات میں ان سب کا تعارف پیش ہے۔ وباللہ التوفیق۔

مولانا کی سب سے پہلی علمی تحریر | حضرت مولانا کی علمی لیاقت کا سب

سے پہلا علمی نمونہ فلسفہ طبیعیات (NATURAL PHILOSOPHY) پر اردو میں ایک عمدہ مضمون تھا، جو مولانا نے زمانہ طالب علمی میں دہلی کالج کے ایک علمی مقابلہ کے لئے لکھا تھا، اس مضمون پر مولانا کو دہلی کالج سے اول مضمون کا انعام بھی ملا تھا، مگر اس مضمون کا کوئی پتہ نشان باقی نہیں، اس لئے یہ کہنا ممکن ہی نہیں کہ مولانا نے اس میں کیا گوہر فشانہ کی تھی اور وہ کس قدر صفحات پر مشتمل تھا۔ نیچرل فلاسفی کے موضوع سے مولانا کو ہمیشہ دلچسپی رہی، مولانا آخر تک چاہتے تھے کہ ان کو یہ مضمون پڑھانے کو ملے۔

مولانا کا پہلا علمی تصنیفی کارنامہ جو ہم تک پہنچا ہے،
اور اس سے آج تک بلا کسی وقفہ کے مسلسل
مولانا کا پہلا علمی کارنامہ،
حاشیہ موطا امام مالک ۱۲۶۶ھ

ہر وقت استفادہ ہو رہا ہے، موطا امام مالک کا حاشیہ

ہے۔ امام ہمام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کرم سے برصغیر میں خدمت حدیث کی ایک دوا می اور پائیدار مشعل روشن ہوئی، حدیث شریف کو صحیح طور پر، مرتب طریقہ سے

پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کی تابندہ روایت کے علاوہ، اس خانوادہ گراں مایہ کے ذریعہ خصوصاً صحاح ستہ کے سبقاً سبقاً درس، ان تمام کتابوں کو تمام طلبائے حدیث کو خاص اہتمام اور عمل منصوبہ کے تحت پڑھانے کے معمول، اور ان کے متون کی تصحیح و تحقیق کے بعد اشاعت، ان پر حواشی و تعلیقات کا اضافہ، بلکہ ان کی مفصل شروحات کا ذوق بھی اسی خاندان کے علماء کے کمالات کا اثر، اور ان کے ذوق تربیت کا نشان ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے مبارک عہد میں ہندوستان میں طباعت اور اشاعت کا عام سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا، پریس موجود نہیں تھا، لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز کے آخری زمانہ میں کلکتہ کے مطابع قائم ہو گئے تھے، اشاعت کا کام شروع ہو گیا تھا، حضرت شاہ عبدالعزیز نے اس تازہ ایجاد سے فوراً فائدہ اٹھایا، الفوز الکبیر چھپوائی، حجۃ اللہ کی اشاعت کا منصوبہ بنایا جو اگرچہ مکمل نہیں ہوا، مگر اس سے یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ ان بزرگوں نے اسی وقت یہ سوچ لیا تھا کہ وقت آ گیا ہے کہ حدیث پاک کی کتابوں کو کامل تصحیح اور عمدہ تعلیقات و حواشی سے مزین کر کے شائع اور عام کیا جائے، تاکہ امت کا یہ سب سے قیمتی بلکہ قیمت سے بالاتر سرمایہ اس طرح محفوظ ہو جائے کہ بعد میں اس میں کسی طرح کی مداخلت کا ڈر نہ رہے۔

اس منصوبہ کی پہلی کڑی سنن نسائی کی اشاعت ہے، جس کی طباعت کا حضرت شاہ محمد اسحاق (وفات ۱۲۶۲ھ) نے ہندوستان سے ہجرت سے پہلے خود اہتمام فرمایا تھا، یہ نسخہ سلطان المطابع، قلعہ معلیٰ دہلی سے سنہ ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء) میں شائع ہوا تھا، اس پر حضرت شاہ صاحب کی سند درج ہے، حاشیوں پر کہیں کہیں مختصر افادات اور حل لغات شامل ہے، جس میں چند افادات حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے ہیں۔ سنن نسائی کے اس نسخہ کی اشاعت برصغیر کی دینی علمی تاریخ خصوصاً خدمت حدیث کے باب میں

ایک سنگ میل اور مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے، نسائی چھپ کر ہی آئی تھی کہ حضرت شاہ محمد اسحاق نے ہندوستان کو خیر باد کہہ دیا، اور ہجرت کی نیت سے مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔

حضرت شاہ محمد اسحاق کے تلامذہ | شاہ صاحب کی ہندوستان سے روانگی کے آخری
کا اولوالعزم مانہ کارنامہ

ایام میں، جو چند اصحاب شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر اور درس حدیث کی سماعت سے مفتخر تھے، ان میں حضرت مولانا احمد علی صاحب اور مولانا محمد مظہر صاحب کے نام نامی بھی شامل ہیں، دونوں صاحبان کو اشاعت خدمت حدیث کا جذبہ اپنے استاد گرامی سے حاصل ہوا، شاہ محمد اسحاق صاحب کی ہجرت کے بعد مولانا محمد مظہر کو شاہ محمد اسحاق صاحب کی حیات میں حجاز حاضر ہونے کی سعادت میسر نہیں ہوئی، لیکن حضرت مولانا احمد علی اس کے ایک سال کے بعد مکہ معظمہ حاضر ہوئے، مکہ معظمہ میں حضرت شاہ صاحب نے کتب حدیث کی سماعت و قرأت مکمل فرمائی، حضرت مولانا کو حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب نے خدمت و اشاعت کتب حدیث کی وصیت فرمائی تھی، اس لئے حجاز سے واپسی پر حضرت مولانا احمد علی نے اپنی جملہ صلاحیتیں اس خدمت کے لئے وقف فرمادیں اور پوری یکسوئی کے ساتھ ادھر متوجہ ہو گئے۔ مولانا محمد مظہر بھی اسی کارواں کے حدی خواں اور اسی قافلہ کے مسافر تھے، یہ کیسے ممکن تھا کہ مولانا کو خدمت حدیث کی لگن اور اپنے اساتذہ و محسنین کے مقاصد اور تمناؤں کو پورا کرنے کی فکر نہ ہوتی۔

اس ضمن میں حضرت مولانا محدث سہارنپوری کے جو کارنامے اور خدمات ہیں ان کا تذکرہ اپنی جگہ آئے گا، یہاں مولانا محمد مظہر صاحب کی اس خدمت بلکہ کارنامہ کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، جو اسی سنہری زنجیر کی ایک اہم اور شاندار کڑی ہے، مگر آج تک اس کا کہیں غالباً ایک موقع پر بھی، اس حیثیت سے ذکر نہیں آیا۔

حاشیہ موطا کی تالیف کا زمانہ | مولانا محمد مظہر تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد بنارس اور اس کی پہلی دوسری طباعت کالج میں عربی کے پروفیسر مقرر ہو گئے تھے، یہ

واقعہ غالباً شوال ذی قعدہ ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ء) کا ہے، اسی زمانہ میں مولانا نے موطا امام مالک کے تصحیح متن اور اس کا حاشیہ لکھنے پر توجہ فرمائی۔ مولانا بنارس کالج میں چار سال ملازمت کے بعد ۱۲۶۲ (۱۸۴۷) میں دو سال کے سفر کے منصوبہ سے حج کے لئے چلے گئے تھے، مگر اس مبارک سفر سے ارادہ کے مطابق مقررہ وقت پر واپسی نہ ہو سکی، واپس آتے آتے تقریباً ایک سال اور لگ گیا، سنہ ۱۲۶۵ھ میں واپسی ہوئی، اس لمبی غیر حاضری کی وجہ سے بنارس کی ملازمت ختم ہو گئی تھی، اس لئے سفر حج سے واپسی میں کلکتہ پہنچتے ہی نئی ملازمت کے لئے کوشش شروع کر دی تھی، دہلی اور سہارنپور میں کم وقفہ کی چند ملازمتیں ملیں، ان پر چندے کام بھی کیا، بالآخر تلاش و کوشش کے بعد اجمیر کالج میں عربی پروفیسر کے اسی منصب پر تقرر ہو گیا جو بنارس میں تھا، جس سے اطمینان ہوا اور فکر معاش سے یکسوئی ہو گئی۔

اجمیر میں ملازمت و تقرر کی صحیح تاریخ نہیں ملی، لیکن یہ واقعہ تقریباً وسط ۱۲۶۶ھ (مئی جون ۱۸۵۰ء) کا ہے، اس لئے خیال یہ ہے کہ مولانا نے موطا کے حاشیہ کی خدمت بنارس کی ملازمت و قیام کے دوران انجام دی ہوگی، کیوں کہ سفر حجاز کے بعد تمام وقت ملازمت کی تلاش اور مختلف مصروفیات میں گذرا، اس لئے بہ ظاہر یہ حاشیہ اس وقت مرتب نہیں ہوا ہوگا، اس سے پہلے مکمل ہو چکا ہوگا، ہمارے اس خیال کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ مولانا جیسے ہی فکر معاش سے یکسو ہوئے اور معقول ملازمت ملی، مولانا نے حاشیہ موطا امام مالک کو چھپوانے کی کوشش کی۔

اس وقت دہلی میں مولانا کے رفیق، حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری مطبع احمدی

کے نام سے ایک بڑا اور قابل قدر مطبع چلا رہے تھے، مولانا محمد مظہر صاحب نے اپنی اس کتاب کی اشاعت کے لئے اسی مطبع کا انتخاب کیا۔ مطبع احمدی کا طباعت کاغذ وغیرہ کا ایک معیار تھا، یہ کتاب بھی جو اس مطبع کی ابتدائی مطبوعات میں سے ہے، اس مطبع کے تمام معیارات کے مطابق صاف ستھرے کاغذ پر عمدہ طریقہ سے چھپی۔ اس کے سرورق پر مطبع احمدی، کے مہتمم کا نام اور سنہ طباعت بھی معمول کے مطابق درج ہے، لکھا ہے:

”قد طبع باہتمام احقر الانام ظفر علی، فی المطبع

الاحمدی. الواقع فی الدہلی. سنہ ۱۲۶۶ھ“

یہ نسخہ تین سو بانوے صفحات پر مشتمل ہے، آخری صفحہ کے نصف میں جلی قلم سے ”خاتمة الطبع“ لکھا ہے، مگر اس کے تحت کوئی لفظ، فقرہ یا عبارت درج نہیں، نصف صفحہ بالکل سادہ ہے۔

موطا امام مالک کا یہ وہی معروف و مقبول نسخہ ہے، جو ہندوستان ہی نہیں بلکہ پاکستان بنگلہ دیش وغیرہ کے مدرسوں میں بھی طلبہ اور علماء کرام کے درس اور استعمال میں رہتا ہے۔ اس نسخہ کی بھی موطا امام مالک کے نسخوں کی ترتیب کے مطابق وقوت الصلوٰۃ سے ابتدا ہوئی ہے، پہلی روایت:

”ان عمر بن عبدالعزیز اخر الصلوٰۃ یوما، فدخل علیہ

عروہ بن الزبیر فاخبرہ، ان مغیرة بن شعبه اخر الصلوٰۃ

یوما، وهو بالكوفة“

اخر الصلوٰۃ کے لفظ پر سب سے پہلا اور خاصا مفصل حاشیہ ہے، جو ان الفاظ سے شروع ہوا ہے:

”آخر الصلوة: روى عن ابى دائود عن الزهرى، ان عمر

بن العزيز كان قاعداً على المنبر، فأخر العصر.....“

لمبی وضاحت کے بعد یہ حاشیہ محلّی کے رمز کے ساتھ ختم ہوا ہے، اس کتاب کے اکثر حاشیے محلّی شرح موطا تالیف مولانا سلام اللہ دہلوی سے لئے گئے ہیں، لیکن پہلے حاشیہ کے آغاز و اختتام پر بلکہ پوری کتاب کے کسی حاشیہ کے اول و آخر میں بھی کہیں حاشیہ نگار کے نام کی صراحت نہیں، جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ حاشیہ کس کی تالیف ہے۔

لیکن اس حاشیہ کے مولانا محمد مظہر کی تالیف ہونے کی مولانا مملوک العلی اور اسپرنگر کی تحریروں سے تصدیق ہو رہی ہے، جو نہایت معتبر بلکہ معتبر ترین ہم عصر ذرائع ہیں۔ پہلی اطلاع مولانا کے استاد و مربی مولانا مملوک العلی کی ہے، جو اس وقت دہلی کالج کے مدرس اعلیٰ تھے، دوسری اطلاع اسپرنگر کی ہے جو مولانا محمد مظہر کے زمانہ تعلیم اور مولانا کی بنارس کالج میں ملازمت کے وقت دہلی کالج کا پرنسپل تھا۔ مولانا مملوک العلی نے اسپرنگر کے نام خط میں لکھا تھا کہ:

”یہ موجب حکم کے تین نسخہ موطا شریف کے بنام قائم مقام ڈاکٹر موات

صاحب کے بدستخط پرنسپل بہادر کے جو بلحاظ تحریر حضور کے انہوں نے

کر دیئے، کل کی تاریخ میں روانہ کئے۔ یہ عرضی اس نظر سے کہ حضور ان

سے ارشاد کر کے دو نسخے واسطے مدرسہ کے خرید کریں، اور ایک نسخہ بہ

طور ہدیہ کے اپنی خدمت میں رکھیں، پہلے سے لکھ بھجی“ (۱)

(۱) مکتوبات مولانا مملوک العلی بنام اسپرنگر، ایک نادر مجموعہ مکاتیب مرتبہ ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی۔

یہ اقتباس حضرت مولانا کے جس گرامی نامہ سے لیا گیا ہے، وہ ۱۱ جمادی الاول ۱۲۶۷ھ (۱۵ مارچ ۱۸۵۱ء) کا لکھا ہوا ہے، یعنی یہ نسخہ اس سے پہلے شائع ہو چکا تھا، مولانا مملوک العلی صاحب نے موطا کا یہ نسخہ اس خط کی تحریر سے کئی مہینہ پہلے اسپرنگر کے لئے مختص کر کے رکھا تھا، یہ نسخہ مولانا مملوک العلی سے دہلی کالج میں فیض یافتہ ایک طالب علم علی اکبر سونی پتی کے پاس بھی رکھا رہا، غالباً اس کو کتاب پہنچانے کا کوئی ذریعہ اور لیجانے والا نہیں ملا تھا، اس لئے اس کے ارسال کرنے میں دیر ہوئی۔ علی اکبر نے بھی اپنے ایک خط مکتوبہ ۳ فروری ۱۸۵۱ء (یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۶۷ھ) میں مولانا کے عنایت کے ہوئے نسخہ موطا کا تذکرہ کرتے ہوئے، اسپرنگر کے نام لکھا تھا:

”موطا مملوک العلی صاحب نے ایک نسخہ موطا کا ہدیہ تحفہ حضور کے واسطے رکھا ہے، جس طرح حکم ہو بھیجا جاوے“ (۱)

یہ تو مولانا مملوک العلی اور دہلی کالج کے ایک طالب علم کی اطلاعات تھیں، خود اسپرنگر نے بھی مولانا محمد مظہر کے شائع کرائے ہوئے نسخہ موطا کا ذکر کیا ہے، اسپرنگر علمی کتابوں کے تبصرہ و تعارف پر اپنے مضامین کے ایک سلسلہ میں لکھتا ہے:

”موطا کو مولوی محمد مظہر نے شائع کرایا، مولوی صاحب ان دنوں

اجمیر میں تھے“ (۲)

(۱) ایک نادر مجموعہ مکاتیب (مکتوبات بنام اسپرنگر، پرنسپل دہلی کالج) مرتبہ ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی ص: ۲۳۸ (مطبوعہ ماہی اردو کراچی، مسلسل صفحات)

(۲) مضمون لٹری آف انٹیلی جنس۔ جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، شمارہ: پی، ۳-۱۸۵۱-۲۸۲- نیز ملاحظہ ہو: ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص: ۸۰۔

حضرت مولانا مملوک اعلیٰ اس کی اشاعت اور تعارف کے لئے کوشاں تھے اور اسی لئے یہ نسخے سپرنجر کو بھیجے تھے کہ وہ ایک نسخہ خود رکھ لیں اور دو نسخے مدرسہ دہلی (دہلی کالج) کی لائبریری کے لئے خرید لیں، یہ نسخہ سپرنجر کو اس کے علمی ذوق، کالج سے اس کی وابستگی اور ان حضرات پر اس کے احسانات کے علاوہ، اس لئے بھی بھیجا گیا ہوگا کہ وہ ہندوستان کی علمی مطبوعات پر اہل یورپ کے لئے پابندی سے انگریزی میں تبصرے لکھتا تھا، جس سے ان کتابوں کا یورپ خصوصاً برطانیہ کے علمی حلقوں اور اداروں میں تعارف ہو جاتا تھا اور ان کتابوں کے وہاں پہنچنے کا راستہ نکل آتا تھا۔

موطا کے اس نسخہ کی پہلی طباعت جیسا کہ ذکر ہوا مطبع احمدی دہلی کی ہے، جو شیخ ظفر علی (برادر زادہ مولانا احمد علی محدث) کے اہتمام سے ۱۲۶۶ھ (۱۸۵۱ء) میں شائع ہوئی تھی۔ دوسری اشاعت جو طبع اول کی جوں کی توں نقل ہے، غالباً ان ہی پتھروں پر چھپی ہے جس پر پہلی اشاعت کا اہتمام ہوا تھا، فخر المطابع دہلی کی ہے۔ یہ مطبع حافظ نیاز احمد (خلف الہی بخش) کیرانوی کے نگرانی میں قلعہ دہلی میں قائم تھا، بہادر شاہ ظفر کے فرزند اور جانشین مرزا فخر اس کے سرپرست تھے، ان ہی کی نسبت سے اس کا نام فخر المطابع رکھا گیا۔ بہر حال دوسری اشاعت کے سرورق پر مطبع کا نام ان الفاظ میں درج ہے:

”باہتمام احقر الانام، نیاز احمد، فی الفخر المطابع الواقع فی

الدہلی“

اس پر سنہ طباعت درج نہیں۔ یہ دونوں اشاعتیں نہایت کم یاب ہیں، تاہم دونوں کے تین نسخے راقم نے دیکھے ہیں، ان کے ابتدائی اور آخری صفحات کا عکس بھی میرے پاس محفوظ ہے۔

امام بوسیری کے قصیدہ ہمزئیہ کی تصحیح، حاشیہ
اور اس کی سب سے پہلی اشاعت ۱۲۷۰ھ

قصیدہ بردہ [الکوکب الدرہ

فی مدح خیر البریة صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام بوسیری (شرف الدین،

ابو عبد اللہ محمد بن سعید الدلاصی البوسیری - وفات ۶۹۳ھ ۱۲۹۶ء) کی شہرہ آفاق نہایت
بابرکت اور ممتاز و معروف دینی علمی یادگار ہے، جو کثرت تلاوت و استفادہ اور فرط
شہرت سے کسی تعارف و وضاحت کی محتاج نہیں (۱) مگر امام بوسیری کی یہی ایک شعری
فنی یادگار نہیں تھی بلکہ حضرت امام کے اور بھی متعدد قصیدے ہیں، جس میں قصیدہ بردہ
کے بعد سب سے ممتاز قصیدہ: **ام القری فی مدح خیر الوری** صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جو
قصیدہ ہمزئیہ کے نام سے مشہور ہے۔

یہ قصیدہ بھی اپنی لطافت و معنویت، بلند پروازی، فنی ادبی امتیازات، بلاغت و ادب
نیز علمی کنوز و جواہر سے مالا مال ہونے کی وجہ سے علمائے کرام اور اہل فضل و کمال کی
آنکھوں کا تارا بنا ہوا ہے، متعدد اکابر اور برگزیدہ خادمان علم و دین نے اس کی شرح
و توضیح پر توجہ فرمائی ہے۔ متعدد شرحیں حاشیے لکھے، اس کی معنویت اور مطالب و نکات
واضح کرنے کی کوششیں فرمائیں، منجملہ ان خدمات و حواشی کے اس قصیدہ کی ایک اہم
خدمت وہ ہے جو حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی نے فرمائی تھی۔ حضرت مولانا کی یہ
خدمت اور پہلوؤں کے علاوہ اس وجہ سے بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت مولانا کا اس قصیدہ
کا مرتبہ نسخہ، اس مبارک قصیدہ کی دنیا بھر میں سب سے پہلی اشاعت ہے۔

(۱) بردکلمان نے قصیدہ بردہ کی ڈیڑھ سو سے زائد شروحات و متعلقات کا تذکرہ کیا ہے (تاریخ الادب العربی،
عربی ترجمہ) رمضان عبدالقواب - ص: ۸۱ تا ص: ۹۷ جلد: ۵ (قاہرہ: ۱۹۷۷ء) مگر یہ فہرست نامتوم ہے، اس پر
تقریباً اسی قدر بلکہ اس سے زائد اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت مولانا کا کام | حضرت مولانا محمد مظہر نے سب سے پہلے اس قصیدہ کے متن کی متعدد نسخوں کی مدد سے تصحیح کی، حضرت مولانا کے پیش نظر قلمی نسخوں، شیخ ابن حجر مکی کی اس قصیدہ کی شرح [المنح المکیہ فی شرح الهمزیہ انیز سیرت حلبیہ میں شامل متون میں جو اختلاف تھے ان کی نشاندہی اور تصحیح کی، اپنے مرتب کئے ہوئے متن کی صحت و ترجیح کی وجہ لکھی اور مکمل قصیدہ پر جامع حاشیہ چڑھایا، جو اس قصیدہ کے تمام پہلوؤں پر حاوی اور حل مشکلات کے لئے کافی ہے۔

حضرت مولانا نے اس کے حواشی میں مطالب و اشعار کی اس طرح گرہ کشائی فرمائی ہے کہ فنی مشکلات آسان اور اس کی علمی معنویت آئینہ ہو جاتی ہے۔ یہاں قصیدہ شریف کے پہلے تین شعر اور حضرت مولانا کا حاشیہ نقل کیا جاتا ہے، جس سے حضرت مولانا کی جامع تحریر اور ان کی علمی قدر و منزلت کا اندازہ ہوگا، ملاحظہ ہو:

ياسماء ما طاولتها سماء

استعارة لبينا عليه السلام

حال سنا منك نونهم وسنا

حجر مالقصر ای ضوا عظیم ۱۲

كما مثل النجوم الماء

كيف ترقى في رقيق الانبياء

مثل صعودك ۲

لم يساورك في علاك وقد

جمع عليا تانيث اعلى

انما مثلوا صفاتك للناس

قوله فترقى: مافيه مكسور القاف من رقى السيم وهو رقيه ^{صلواته} ببدنه يقضة بمكة، ليلة الاسراء قبل الهجرة المشرفة. والمعنوي من رقى بانفتح وهو النقل من كل صفة كاملة وخلق عظيم، الي صفة اخرى وهمكذا الي مالا غاية له۔

قوله ياسماء: بالتنوين والنصب لانها نكرة موصوفة، وهي في حيز الشبهة بالمضاف منتصب لا غير على الاصح، وقال مالك اے يجوز فيها النصب والضم وفصل الفراء فاجب النصب اذا كان ضمير خطاب، كيارجل ضربت: بدأ ۱۲ شرح

قوله انما مشوا: ای صور و ای الانبیا و ال واصفون لشمالتك وهو الاقرب، وان
لم يحزله ذكر لانه معلوم ۱۲ یعنی ان غایۃ ما و صو الیہ تصویر صور صفاتہ
الکریمۃ الحاکمۃ لمادیہا کما ان الماء لم یحث من النوم الاصح صور لا غیر۔

اکثر حل طلب اشعار پر اسی طرح جامع مگر متوسط حاشیے ہیں، بین السطور میں بھی
کچھ وضاحتیں درج ہیں، جس میں کہیں کہیں صرف ترجمہ یا نحوی ترکیب کا اشارہ ہے
یا مفہوم لکھا ہے۔ حضرت مولانا نے وضاحت کی ہے کہ ان میں سے اکثر توضیحات علامہ
شیخ ابن حجر مکی (شیخ الاسلام، شہاب الدین، احمد بن محمد بن حجر الہیتمی الانصاری، ولادت
۹۰۹، ۱۰۴۰ء وفات سنہ ۹۷۴ھ ۱۵۶۷ء) کی قصیدہ ہمزیہ کی شرح المنح المکیہ سے
اخذ کی گئی ہیں:

”ان اکثر حواشیہا الملقطة من الشرح المسمى بافضل
القرى لقراء ام القرى المشهور بالمنح المکیة فی شرح
الهمزیه للشیخ المحقق الفاضل البارع، خاتمة المحدثین،
الحافظ احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی المکی“ (۱)
اس کے علاوہ علامہ حلبی کی سیرت بے بھی خاص استفادہ کیا ہے، چند حاشیے حضرت
مولانا نے خود بھی تحریر فرمائے ہیں، لکھا ہے:

”وبعضها الآخر ما یسمح بها خاطری و ذالک قلیل“ (۲)
شیخ ابن حجر مکی سے اخذ و اقتباس ہو یا کسی اور کتاب و مصنف سے حضرت
مولانا محمد مظہر نے نقل محض پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ اگر حضرت مولانا ان کی کسی اطلاع یا
توضیح سے مطمئن نہیں ہیں تو اس کی علمی تحقیق کی ہے، محشی اور شارح کے نقطہ نظر کو دلائل

(۱) القصیدۃ الہمزیه مع حاشیہ مرتبہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی۔ حاشیہ ص: ۵۳ (آگرہ: ۱۳۷۰ھ)

سے رد کیا ہے اور اپنا نقطہ نظر پیش فرمایا ہے۔ حضرت مولانا نے اختلاف نسخ اور متن کی مختلف روایات کی نقل و مطابقت پر بھی توجہ کی ہے، اگر حضرت مولانا کے پیش نظر نسخوں کے متن اور شیخ ابن حجر یا علامہ حلبی کے نقل کئے ہوئے متن میں اختلاف ہے اور حضرت مولانا کے مآخذ اور رہنمائے نسخے دلائل کے رو سے زیادہ صحیح ہیں تو حضرت مولانا نے اپنے مآخذ کو ترجیح دی ہے، شیخ ابن حجر کی روایت پر نقد کیا ہے اور اپنے مرتبہ متن کی صحت کی وجوہ و اساس تحریر فرمائی ہیں، اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ یہاں میری معروض ابن حجر کی رائے سے بہتر اور واضح ہے:

”هذا اولی و اظہر مما حل بہ الشارح“ (۱)

متعدد حواشی کے آخر میں مآخذ کی صراحت یا اشارہ درج ہے، اگر کہیں جوں کی توں عبارت نقل کی ہے اس کی بھی صراحت ہے، لکھا ہے ”شرح ابن حجر بلفظہ“ (۲) ایک تہائی سے زائد حواشی میں جو اکثر حاشیے مفصل ہیں، شارح کا نام یا اشارہ موجود نہیں، جس سے خیال ہوتا ہے کہ غالباً یہ حاشیے حضرت مولانا کی ذاتی تحقیق و کاوش کا نتیجہ ہوں گے۔

قصیدہ کے آخر میں ایک نسبت مفصل حاشیہ اس قصیدہ کے کاتب سید فضل الرحمان کے قلم سے ہے لکھا ہے: ”کاتبہ عنی عنہ“ اسی پر نسبت تو ضیحی حاشیے ختم ہو گئے، آخر کے تین شعروں پر مختصر بین السطور اور چند کلمات تحریر ہیں، ایک دوسطری حاشیہ کے علاوہ مفصل حاشیہ نہیں ہے، اسی پر یہ قصیدہ مبارکہ اور اس کی توضیحات ختم ہو گئیں۔

(۱) القصیدۃ الہمزیہ ص: ۲۲

(۲) القصیدۃ الہمزیہ ص: ۲۵

امام بوسیری کا مختصر احوال | اختتام پر جو قصیدہ کے اشعار کے بعد درج ہے، قصیدہ مولانا محمد مظہر کے قلم سے

الفاظ میں لکھے ہیں:

الرسالة المباركة المسمومة بام القرى في مدح سيد الورى المشهورة
بالهمزية، للشيخ الاجل الاوحد، فرید دھرہ و حید عصرہ،
المحب لله ورسوله، الامام العارف الكامل، الهمام المفضن
المحقق، البليغ الاديب المدقق، امام الشعراء و اشعر العلماء،
الشيخ شرف الدين، ابو عبد الله محمد بن سعيد بن حماد بن
محسن عبد الله بن صنهاج بن هلال. كان احدى ابويه من
بوصير الصعيد. والآخر من دلاص فر كبت النسبة ف قيل له
الدلاصيرى ثم اشتهر بالبوصيرى، ولعلها بلد ابيه.

ولد سنة ثمان وست مائة، اخذ عنه الامام ابو حيان والامام
اليعمرى ابو الفتح بن سيد الناس وغيرهم. وتوفي سنة ست
اوسبع وتسعين وست مائة، على ما قاله المقرئى. لكن صوب
الشيخ الاسلام العسقلانى انه سنة اربع وتسعين وست مائة.

خاتمة المحقق | اسی عبارت کے حاشیہ پر حضرت مولانا کی مکتوبہ چند سطور

اور بھی ہیں جن کو خاتمة المحشى و المحقق یا خاتمة الطبع کہنا چاہئے، اس میں
حضرت مولانا نے اس قصیدہ کے لئے اپنی علمی خدمت کی نوعیت، اس کے کاتب کا نام
اور تاریخ طباعت وغیرہ ذکر کی ہے، جو درج ذیل ہے:

يقول العبد المذنب خادم الطلبة محمد مظهر ابن لطف علي
 النانوتوى غفر الله لهما، مصحح هذه الرسالة. ان
 اكثر حواشيتها الملتقطة من الشرح المسمى بافضل القرى
 لقراء ام القرى المشهور بالمنح المكية فى شرح
 الهمزية، للشيخ المحقق الفاضل البار، خاتمة
 المحدثين الحافظ احمد بن علي [كذا] بن حجر الهيثمى
 المكي تغمده الله برحمته، وبعضها من كتاب السير
 للعلامة الحلبي الشافعي رحمه الله تعالى، وبعضها الآخر
 فاسمح به خاطرى وذاك قليل.

ولم آل جهداً فى تصحيحها من كتب اللغة، ومقابلتها بعدة
 النسخ التى حصلت لى، وكان اختتام انتساخاً وطبعاً
 بحمد الله يوم الاثنين رابع شهر المولد سنة ١٢٧٠ على يد السيد
 الحافظ فضل حسين غفر الله له.

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله على
 رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين.

ترجمہ: کہتا ہے اس رسالہ کا صحیح، گنہگار بندہ محمد مظہر بن لطف علی
 نانوتوی [اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرمائے] کہ اس قصیدہ
 (شریف کی زیر نظر اشاعت) کے اکثر حاشیے اس کی شرح، جس کا نام:
 افضل القرى لقراء ام القرى مشہور بہ المنح المکیة فی

شرح الہمزیہ ہے، جو شیخ محقق، فاضل کامل، خاتمۃ المحدثین حافظ احمد [بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی (اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے) کی تالیف ہے، سے ماخوذ ہیں، چند حاشیے علامہ حلبی شافعی (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) کی کتاب سیرت سے ہیں اور چند وہ ہیں جو میرے خیال میں آئے، یہ کم (ہی) ہیں۔

میں نے اس [قصیدہ شریف] کی کتب لغت سے تحقیق اور متن کے ان متعدد نسخوں سے مقابلہ کرنے میں جو مجھے دستیاب ہوئے، کوپئی کسر باقی نہیں رکھی۔ اس کی کتابت اور طباعت دونوں کا بجز اللہ تعالیٰ دو شنبہ ۴، ربیع الاول سنہ ۱۲۷۰ھ (دسمبر، ۱۸۵۳ء) کو حافظ سید فضل حسین کے ہاتھ سے اختتام ہوا (اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

یہ اس اشاعت یا نسخہ پر درج آخری الفاظ ہیں، اسی پر اس نسخہ کا اختتام ہو گیا ہے۔ یہ طباعت عمدہ سفید کاغذ پر ہے، اور میرے سامنے موجود نسخہ ایک سو ستاون سال گزر جانے کے باوجود آج تک صاف ستھرا اور لائق استفادہ ہے۔ یہ نسخہ ساڑھے چودہ، ساڑھے تیس سینٹی میٹر پیمائش کے تریپن صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلا صفحہ ٹائٹل کے لئے مختص ہے، دوسرے صفحے سے اصل کتاب (قصیدہ) کا آغاز ہوا ہے، جو باون صفحات میں مکمل ہوا ہے۔

اس نسخہ کا سرورق | یہاں اس کا سرورق نقل کیا جاتا ہے جو درج ذیل عبارت پر مشتمل ہے:

مدحتک ایات الکتب فماعسی یثنی علی علیاک نظم مدیحی
 واذا کتاب اللہ اثنی مفصحاً کان القصور قصار کل فصیح
 المنطوم المبارکة المسماة بام القرى
 فی متدح سید الوری المعروف

بالقصيدة الهمزیه

للشیخ الامام العارف الكامل الهمام ابی عبداللہ
 محمد ابن سعید البوصیری صاحب القصیدة المشہورة بالبردة

اھتم بطبعہ محمد امیر خان فی المطبع المنعمیہ، فی چھلی اینٹ
 من محلات اکبر اباد. سنہ سبعین ومائتین و الف من الھجرة.

یہ طباعت اور نسخہ اس قدر نادر ہے کہ قصیدہ ہمزیہ کے تعارف میں اس کا کہیں تذکرہ
 نہیں ملا۔ (۱) بردکلمان (CRAL BROEKEL MANN) نے اس کا ذکر کیا نہ
 یوسف سرکیس نے اور نہ ہی ڈاکٹر احمد خاں نے۔ (۲) اس مبارک و نادر طباعت کا ایک
 عمدہ نسخہ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے۔ والحمد للہ علی ذالک!

(۱) بردکلمان نے اس کی جس پہلی طباعت کا ذکر کیا ہے وہ سنہ ۱۲۷۸ھ کی قاہرہ کی طباعت ہے۔ تاریخ
 الادب العربی ص: ۹۸ ج: ۵

بردکلمان نے تاریخ الادب العربی کے سات صفحات میں قصیدہ ہمزیہ کے قلمی و مطبوعہ نسخوں شروحات
 و منظومات و متعلقات کا تذکرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ص: ۹۷ تا ص: ۱۰۴ ج: ۵ عربی ترجمہ یعقوب بکر

(۲) معجم المطبوعات العربیہ فی شبہ القارة الھندیة (ریاض ۱۳۲۱ھ)

احیاء العلوم امام غزالی کی تصحیح متن
اور اس کا مختصر حاشیہ ۱۲۸۱ھ

امت کے دینی علمی عرفانی کتب خانہ میں حضرت
امام غزالی کی جلیل القدر تصنیف ”احیاء العلوم“ کا
جو مقام و مرتبہ ہے وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔

مطبع منشی نول کشور نے جب اسلامی دینی کتابوں کی بہت بڑے پیمانہ پر اشاعت کا منصوبہ
بنایا تو اپنے اس بڑے منصوبہ میں اس عظیم و لا ثانی کتاب کو بھی شامل کیا، اور اس کی تصحیح،
مقابلہ نسخ اور حاشیہ لکھنے کی نہایت اہم اور نازک ذمہ داری حضرت مولانا محمد مظہر کے
سپردی، جو اس وقت مطبع میں ملازم تھے، مولانا نے اس خدمت کو اعلیٰ ترین علمی معیارات
پر بہت عمدگی بلکہ شایان شان طریقہ پر انجام دیا۔ اس نسخہ کے آخر میں حضرت مولانا کا
لکھا ہوا، عربی میں ایک صفحہ کا کلمہ ”محقق یا خاتمة الطبع شامل ہے، جس میں حضرت مولانا
نے اپنا نام کی صراحت فرمائی ہے، لکھا ہے:

”اما بعد فيقول العبد الضعيف محمد مظهر غفر الله وتجاوز

عن سيئاته“

ممکن ہے یہ شبہ کیا جائے کہ یہ حضرت مولانا محمد مظہر کے علاوہ کوئی اور مظہر بھی
ہو سکتے ہیں، لیکن اس تحریر کی آخری سطور میں حضرت مولانا نے اس کام میں اپنے رفیق
مولانا محمد یعقوب خلیف حضرت مولانا مملوک العلی کا ذکر کیا ہے:

”اخي و حبيبي، الشاب الصالح، ووزيري في المصالح

المولوي محمد يعقوب بن“

جس سے یہ بات بالکل بے غبار ہو جاتی ہے کہ یہ حاشیہ اور تصحیح حضرت مولانا
محمد مظہر نانوتوی کا ہے، کسی اور مظہر کا نہیں ہے۔ حضرت مولانا نے قلمی اور مطبوعہ نسخوں کی
مدد سے متن کی تصحیح کی، صحیح نسخہ مرتب فرمایا، اس پر ضروری مگر مختصر حاشیہ لکھا، صحیح ترین متن

معین و مرتب کرنے کی کوشش میں مولانا نے آٹھ قلمی اور مطبوعہ نسخوں کے ایک ایک لفظ کو پڑھا اور ان سے فائدہ اٹھایا ہے، جس میں چھ قلمی نسخے تھے، دو مصر کے مطبوعہ، قلمی نسخوں میں دو نسخے نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کے تھے، ان میں سے ایک بطور خاص نسخہ مصنف کی نقل تھا۔ حضرت مولانا نے لکھا ہے:

”واحداً منها كانت في اقصى درجة الصحة، قد قابلها بعض الاعلام من العلماء بنسخ عديدة، وزينها بالتحشية وتحذير الاختلافات في مدة مديدة، والاخرى كانت قديمة معربة بحسن خط وهيئة معجبة“

حضرت مولانا نے ان دونوں نسخوں کو اساس بنا کر مطبوعہ نسخوں کا ان سے مقابلہ کیا، تمام اغلاط کی تصحیح کی، اور تمام نسخوں کے مقابلہ کے بعد جو لفظ صحیح ترین معلوم ہوا اس کو شامل متن کیا، غلط الفاظ کو خارج فرمایا، اور جو اہم اختلاف نسخ تھا، اس کو حاشیہ پر درج کر دیا۔ تحریر حواشی میں کتابوں کا بڑا ذخیرہ سامنے نہیں، مراجع کی فہرست مختصر سی ہے، جس میں تفسیر بیضاوی، مدارک التنزیل، کشاف، حدیث کی کتابوں میں شروحات حصین اور مصباح المنیر شامل ہیں۔

حاشیہ میں بیشتر توجہ حل لغات پر ہے جس میں قاموس اور صراح حضرت مولانا کا اہم ماخذ ہیں، احادیث شریفہ کے الفاظ و متعلقات کی بھی تسہیل فرمائی گئی ہے، اس میں علامہ طاہر پٹنی کی مجمع البحار معتمد علیہ ہے، کہیں کہیں نہایہ وغیرہ سے بھی استفادہ ہے، شرح حدیث کے لئے مصباح المنیر سے رجوع کیا گیا ہے، چند اور کتابیں یا شروحات حدیث بھی پیش نظر ہیں۔ آخر میں حضرت مولانا نے اپنے مراجع کی فہرست بھی ذکر فرمائی ہے، اس میں تحریر ہے:

فاکتب ما یخطر ببالی من حل لغة او شرح حدیث او بیان
معنی شعر یتعلق بكل جلد. و كان المرجوع الیه فی
هذا كله من الكتب مجمع البحار و شروح الحصن
الحصین، و البیضاوی و الکشاف، و المدارک
و الجلالین، و القاموس و المصباح المنیر، و الصراح
و غیرہ... و ربما نقلت الحواشی من ذالک النسخة
المصححة ایضاً.

حواشی میں بعض روایات کی مختصر تخریج ہے، چند موقعوں پر حضرت مصنف کے
اوہام پر بھی توجہ دلائی ہے، احیاء میں جو فقہی مسائل درج ہیں ان میں سے اکثر موقعوں
پر حاشیہ میں اس مسئلہ پر فقہ حنفی کا نقطہ نظر درج کیا گیا ہے، جس میں بعض موقعوں پر درمختار
و غیرہ کا حوالہ ہے، لیکن اکثر حوالہ مذکور نہیں صرف مسئلہ کی وضاحت ہے۔ ایسا محسوس ہوتا
ہے کہ آہستہ آہستہ حواشی کا اوسط بڑھتا گیا ہے، چوتھے حصہ میں نسبتاً زیادہ حاشیے ہیں، مگر
ترتیب اور مباحث ان کی بھی وہی ہے جو ابتدائی حصوں کی ہے۔

حضرت مولانا نے اپنی تحریر کے اختتام پر اس کا بھی ذکر و اعتراف کیا ہے کہ اس کام
میں، میرے اور امور و معاملات میں معاون، میرے بھائی مولانا محمد یعقوب نانوتوی بھی
میرے رفیق و مددگار رہے ہیں۔ حضرت مولانا کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

”وقد اعاننی فی ذالک اخی و حبیبی، الشاب الصالح،
و وزیری فی المصالح، البارع فی العلوم، المولوی
محمد یعقوب، بن مولی الاعظم، فخر علماء
العجم، استاذنا و استاذ العالم، ذی الوجه البهی

والغیر السمی، المولوی مملوک العلی، تغمده اللہ

برحمته، و افاض علی العالمین من برکاته بقاء ولده۔“

آج کے نئے پن اور ست رفتاری کے زمانہ میں یہ بات نہایت تعجب سے پڑھی جائے گی کہ حضرت مولانا محمد مظہر کو احیاء العلوم کی تصحیح کے اس بڑے، نازک اور پیچیدہ کام میں، جس میں ایک ہزار صفحات پر مشتمل اس کتاب کا آٹھ قلمی اور مطبوعہ نسخوں سے حرفاً حرفاً لفظاً لفظاً مقابلہ کیا گیا تھا، صرف آٹھ مہینے صرف ہوئے۔ حضرت مولانا نے لکھا ہے:

”وکان الفراغ عن ملاحظۃ المجلدات الاربع من

الکتاب، ومقابلته وتحشیته وطبعه فی زهاء ثمانیۃ اشهر“

چوتھی جلد کے آخر میں مولانا محمد مظہر کے قلم سے ایک صفحہ کا مفصل کلمہ صحیح ہے، جس کے چند اقتباسات گذر چکے ہیں، اس کا اسی صفحہ پر اختتام بھی ہو گیا ہے، اس صفحہ کی آخری چند سطور میں اور دوسرے صفحہ کے آغاز پر حضرت مصنف امام غزالی کے حالات کا خلاصہ ہے، جو دونوں صفحات کی کل ۱۴ سطور پر مشتمل ہے، اس کے بعد کے تقریباً پونے دو صفحات میں قطعات تاریخ ہیں، جس میں سے پہلے پانچ قطعات تاریخ مولانا محمد یعقوب گم نام نانوتوی کے کہے ہوئے ہیں، پہلے عربی میں چار شعر ہیں، دوسرا قطعہ تاریخ فارسی کا ہے اس میں صرف دو شعر ہیں، تیسرا چوتھا، پانچواں قطعہ تاریخ اردو میں ہے۔ پہلے اور تیسرے میں چار، چار دوسرے میں چھ شعر ہیں، مولانا نے اچھے فقرے نکالے ہیں، عربی قطعہ تاریخ میں تم الخیر سے سنہ طباعت ۱۲۸۰ھ متعین کیا گیا ہے، دوسرے میں لفظ فراغ سے تاریخ نکالی (۱۲۸۱ھ) ہے، تیسرے کا دو تاریخ: لذان امام محمد غزالی ہے، پانچویں اردو مصرعہ تاریخ دلچسپ ہے، کہا ہے: خوب چھپی خوب

چھپی واہ واہ! ان کے بعد اور بھی کئی قطعات تاریخ ہیں جو فارسی میں ہیں یہ منشی امیر اللہ تسلیم، منشی اشرف علی اشرف، منشی فدا علی عیش، منشی وزیر علی انجم اور منشی کالکا پرشاد موجد کے کہے ہوئے ہیں، فقرات تاریخ کے اختتام پر کتاب تمام ہوگئی اس کے بعد مطبع کا نام سنہ طباعت یا اور کوئی عبارت درج نہیں تاہم مولانا محمد یعقوب کا کہا ہوا ایک فقرہ تاریخ ان قطعات سے جدا، اصل کتاب کے مضمون کے اختتام پر ص: ۳۰۳ کے آخر میں بھی چھپا ہوا ہے: "ارخ یعقوب لختام احیاء العلوم"

قدم احیاء العلوم بعون اللہ الوہاب الکریم ۱۲۸۱ھ

اس کلمۃ المصحح کے چند اقتباسات آچکے ہیں، مکمل متن زیر نظر صفحات اس باب کے اختتام پر درج ہوگا۔

اس نسخہ کی دوسری طباعت | احیاء العلوم کا، مولانا محمد مظہر کا مرتبہ یہ نسخہ ۱۲۹۰ھ

(۱۸۷۳ء) میں مطبع نول کشور سے دوبارہ شائع ہوا، اس نسخہ کی کتابت اور صفحات کی ترتیب وہی ہے جو پہلی طباعت کی ہے، یہ نسخہ بھی پہلی طباعت کے مطابق چار حصوں پر مکمل ہوا ہے، مگر دو چیزیں اس اشاعت کو طبع اول سے الگ کرتی ہیں، اس کی طباعت اگرچہ طبع اول کے مطابق بلکہ وہی ہے، مگر کاغذ پہلی طباعت سے مختلف اور کسی قدر باریک ہے اور شاید اسی کاغذ کی وجہ سے طباعت ویسی صاف نہیں رہی جیسی پہلی طباعت کی تھی نیز دوسری طباعت کے آخر میں بہت مفصل اغلاط نامہ بھی شامل ہے جو پہلی جلد میں موجود نہیں، یہ احیاء العلوم کے جہازی سائز کے تین کالمی صفحہ میں بیالیس صفحات پر مشتمل ہے، جس میں تقریباً تین ہزار آٹھ سو اغلاط کتابت کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس طباعت کا بھی ایک مکمل نسخہ ہمارے ذخیرے میں موجود ہے۔

مولانا محمد مظہر کا مطبع منشی نول کشور میں قیام
 مولانا کی علمی جولانیوں کی تکمیل کے لئے ایک
 اہم موقع ثابت ہوا، حضرت مولانا جو شروع

مجمع البحار علامہ محمد طاہر پٹنی کی تصحیح
 و تعلق اور پہلی طباعت ۱۲۸۳ھ

سے ہر دم مشغول زندگی گزارنے اور ہمہ وقت علمی خدمات میں مشغول رہنے کے عادی
 تھے، مطبع میں آ کر بھی اسی طریقہ پر گامزن اور خوب سے خوب تر کی جستجو میں سرگرداں
 رہے۔ حضرت مولانا نے احیاء العلوم کی طباعت کے دوران یا اس سے بھی پہلے حضرت
 علامہ محمد طاہر پٹنی کی نادر اور اہم ترین کتاب مجمع البحار کی تصحیح اور اشاعت کا ارادہ
 فرمایا تھا، ایسا لگتا ہے کہ یہ حضرت مولانا کا اپنا خیال اور منصوبہ تھا، جس کی مالک مطبع منشی
 نول کشور نے تائید و تحسین کی، حضرت مولانا فرماتے ہیں:

اما بعد فيقول العبد الضعيف محمد مظهر غفر الله له
 ولوالديه، منذ ساقني المقدور الى بلدة لكهنو، وبواني الدهر
 بهذا المطبع، كان يخطر ببالى طبع كتاب فى علم لغة
 الحديث، فان السابقين الاولين من ارباب المطابع، قد بذلوا
 جهدهم فى طبع متوازن الصحاح الستة فرادى، وشروح
 المشكوة، ونشروا العلم شكر الله سعيهم ونفع بها. ولكن
 لم يتوجهوا الى كتاب يجمع الجميع. ويتكفل الشرح
 الكل. فعن لخاطري طبع الكتاب
 المبسوط، البحر الذخار. المسمى بمجمع البحار
 الانوار فى غرائب التنزيل ولطائف الاخبار...

حضرت مولانا نے اس مقصد کے لئے سب سے پہلے مجمع البحار کے قلمی نسخے تلاش کئے، مولانا کی چھ نسخوں تک رسائی ہوئی، جس میں وہ نسخہ بھی تھا جو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مدرسہ میں حضرت شیخ کی موجودگی میں لکھا گیا تھا، یہ نسخہ مولانا عبدالشکور مچھلی شہری کے ذخیرہ میں تھا، ایک اور قابل ذکر نسخہ مولانا سید امداد علی مراد آبادی مقیم کانپور کے کتب خانہ سے حاصل ہوا، حضرت مولانا نے اول الذکر نسخہ کو بنیاد اور متن بنا کر اس کا دوسرے قلمی نسخوں سے دقت نظر کے ساتھ مقابلہ کر کے، ایک مکمل اور صحیح متن مرتب فرمایا۔

جو اغلاط و مشکلات ان نسخوں سے مراجعت کے بعد بھی حل نہ ہوئیں، ان کی تصحیح کے لئے نہایت ابن الاثیر، قاموس فیروز آبادی، صراح، تفسیر بیضاوی اور شروحات صحیح مسلم وغیرہ سے مراجعت کی، ان میں جو اضافہ ملا اس کا اپنے مرتبہ نسخہ کے حاشیہ میں اضافہ کر دیا۔ اس میں ایسے اضافے اور توضیحات بھی ہیں، جو حضرت مصنف علیہ الرحمۃ محمد طاہر پٹنی کی تصریحات کے برعکس ہیں اور بعض اس کی تردید بھی کر رہے ہیں، ان کا مقصد یہی ہے کہ پڑھنے والے کو اس کا خیال رہے اور وہ اس سے چوکنا رہے۔ حضرت محقق (مولانا محمد مظہر) نے تأسف کے ساتھ یہ وضاحت بھی کی ہے کہ مجھے شروحات بخاری قسطلانی کرمانی اور طیبی وغیرہ دستیاب نہیں ہوئیں، اس لئے میں اپنے کام اور تحقیق کا دائرہ وسیع کرنے سے قاصر رہا، نیز ایسے موقعوں پر جہاں پیش نظر ماخذ سے کچھ رہنمائی نہیں ملی، میں نے وہ عبارت اور الفاظ نقل کر دیئے ہیں جو اکثر نسخوں میں موجود تھے، اور اس کی طرف کذا فی النسخ سے اشارہ بھی کر دیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ایسے موقع پر یہ خیال رہے کہ یہاں غلطی کا احتمال ہے، اور یہ بھی معلوم رہے کہ صحیح نے تحقیق اور تلاش میں بے توجہی کی نہیں ہے۔

حضرت مولانا نے یہ وضاحت بھی فرمائی ہے کہ میں نے متعدد مقامات پر اصل نسخوں اور ان کے طرز کتابت کی پیروی کی ہے، الفاظ اسی طرح لکھے ہیں جس طرح ان نسخوں میں درج تھے، اور ان کی طرف اشارہ کر کے لکھا ہے کہ قدیم اہل لغت کے یہاں کچھ ایسی مسامحات ہیں جس میں بعض متاخرین نے بھی متقدمین کی پیروی کی ہے:

”فان امثال هذه المسامحات من المتقدمين ببيان اللغة

كثير، وتبعهم في ذلك بعض المتأخرين.“

حضرت مولانا اس بڑی علمی خدمت سے رمضان المبارک ۱۲۸۳ھ کے پہلے جمعہ

(۴/ رمضان - ۱۱ جنوری ۱۸۶۷ء) کو فارغ ہوئے، کتابت و طباعت کا کام بھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا، جیسے ہی کام مکمل ہوا طباعت بھی مکمل ہو گئی۔

مجمع البحار کی یہ اشاعت چار حصوں اور ایک تکملہ پر مشتمل ہے، چاروں حصوں

اور تکملہ کے صفحات علیحدہ علیحدہ درج کئے گئے ہیں۔ ترتیب یہ ہے جلد اول چار سو چھتر

(۴۷۶) صفحات حصہ دوم چار سو اڑتالیس (۴۴۸) صفحات سوم پان سو چھپن (۵۵۶)

صفحات مع خاتمہ..... چہارم یعنی تکملہ ایک سو چھیاسی (۱۸۶) صفحات، کل مع خاتمہ و تکملہ

ایک ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۱۶۶۶) صفحات۔

حصہ اول کے آغاز پر حضرت مصحح کے قلم سے کوئی تمہید یا صراحت درج نہیں،

حواشی کثرت سے ہیں مگر ان میں بھی محشی کا نام موجود نہیں۔ حواشی ان تمام پہلوؤں

کا احاطہ کئے ہوئے ہیں جن کا حضرت مولانا کی عبارت کے حوالہ سے ذکر آچکا ہے۔

پہلا حصہ باب الرء مع الخاء المعجمہ پر ختم ہوا ہے، آخر میں سنہ طباعت

تحریر ہے:

فالحمد لله على الاتمام ، وقد وقع الفراغ من طبعه في شهر
رمضان بعون الملك المستعان . من شهور سنة ثلث
وثمانين ومائتين و الف ، من هجرة سيد الانس والجان .
و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين .

دوسری جلد کا افتتاح باب الرءاء مع الخاء المعجمة سے ہو رہا ہے، اس جلد میں
پہلی جلد کی نسبت حواشی کم معلوم ہوتے ہیں، اس جلد کے اختتام پر ترقیمہ نسخہ مولف کی نقل
ہے، جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت مصنف علامہ محمد طاہر پٹنی نے اس جلد کو اپنے وطن
پٹن [گجرات ہند] میں رمضان المبارک ۱۲۹۶ھ (فروری، مارچ سنہ ۱۵۶۹ء) میں مکمل
کیا تھا۔ اس ترقیمہ کی تقریباً آٹھ سطر کی عبارت نقل کرنے بعد یہ صراحت بھی ہے کہ:
هكذا وجدنا في المنقول عنه من عبارة المصنف رحمة الله عليه
پھر لکھا ہے:

فالحمد لله على اتمام المجلد الثاني . وقد حصل الفراغ
من طبعه ، في الشهر المبارك رمضان ، من شهور سنة
ثلث وثمانين ومائتين من الهجرة النبوية ، على صاحبها
الف الف صلوة وتحية .

جلد سوم حرف العين مع الياء سے شروع ہوئی ہے جس کا باب پاک / پر اختتام
ہو گیا ہے، اور اسی کے ساتھ اس جگہ سے خاتمہ: ”يا فصل في علومه واصطلاحاته“ کے
عنوان سے خاتمہ مصنف کا آغاز ہو گیا ہے، جو صفحہ ۵۵۱ پر ختم ہوا۔ صفحہ ۵۵۲ پر بنو قریش
کا نسب نامہ ہے جس میں: فخر الرسل سيد الاولين والآخرين ﷺ کے نسب نامہ مبارک

کے علاوہ خانوادہ قریش سے حضرت آمنہ بنت وہب، نیز حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ
میں سے جن برگزیدہ حضرات کا شجرہ مبارک اس شاخ نہال سے وابستہ ہے، اس کی
بھی تفصیل بیان کی گئی ہے، جس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، علی بن
ابی طالبؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ،
حضرت ابو عبید بن الجراحؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت خالد بن الولیدؓ، اور حضرت
سعید بن زبیر شامل ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ شجرہ ایک پورے صفحہ پر آیا ہے۔ دوسرے
صفحہ [۵۵۳] پر جناب صحیح و محشی نے لکھا ہے کہ خلفائے عباسیہ کا عنوان تمام نسخوں میں
بلا معنون کے ہے، ان کی تفصیل و تصریح درج نہیں ہے، اس لئے جناب مرتب (مولانا
محمد مظہر) نے یہاں روضہ الصفا کی ایک اطلاع کا اضافہ کر دیا ہے:

”اعلم انه قد وقع في بيان الخلفاء العباسية في النسخ
كلها بياض... فتبين اسمائهم على وفق ما في روضة
الصفا“

اس کے بعد حضرت مرتب کا لکھا ہوا مفصل خاتمة الطبع ہے، اس میں حضرت
مولانا نے اپنے اس کام کے ثمایان شان انجام نہ پانے، اپنے بے مایہ ہونے، علم
و صلاحیت کے فقدان اور فہم و فراست کی کمی کا نہایت عجز و انکسار اور انتہائی تواضع کے
ساتھ ذکر کیا ہے۔

صفحہ ۵۵۵ کے نصف آخر میں حضرت مصنف کے مختصر حالات ہیں جو تذکرہ
الموضوعات کے ایک نسخہ سے نقل کئے گئے ہیں۔ صفحہ ۵۵۶ کے آغاز پر علامہ طاہر پٹنی
کے تعارف میں اخبار الاخیار علامہ شیخ عبدالحق محدث کجی عبارت درج کی گئی ہے، جو نسخہ

منقول عنہ میں شامل تھی۔ اس کے بعد منشی کا لاکا پر شاد موجد کے کے لکھے ہوئے چار قطعے تاریخ اور منشی فدا علی عیش کا ایک قطعہ تاریخ چھپا ہے۔ منشی کا لاکا پر شاد موجد کے ایک قطعہ تاریخ میں مولانا محمد مظہر صاحب کے نام کی بھی صراحت ہے، ملاحظہ ہو:

چشم فیض کہ مظہر عیش ہست علم طبع او موجزن، علم جو بحر زخار
چو تھی جلد تکملہ مجمع البحار کے عنوان سے علیحدہ چھپی ہے، اس کے صفحات کا شمار بھی جدا ہے، سرورق پر لکھا ہے:

تذاترئیل من المصنف، محتو علی ما زاد علی الاصل من
اللفات او المعانی، وتیسیر الاطلاع علیہا، بعد ترتیب
الکتاب وترصیف المبال، الذی یدعی.
تکملہ مجمع البحار فی غرائب التنزیل ولطائف
الاجبار.

تالیف الفاضل الورع الماهر، شمس المفاخر، مولانا الشیخ
محمد طاہر، افاض اللہ علینا من برکاتہ.

یہ حصہ یا تکملہ ایک سو چھیاسی (۱۸۶) صفحات پر مشتمل ہے، اس کا آخری عنوان
فصل فی فوائدہستی ہے، اسی پر کتاب ختم ہو گئی ہے، اس اختتام پر نہ کلمہ صحیح ہے، نہ سنہ
طباعت نہ ہی مطبع کا نام _____

نول کشور کی طباعت کے اور ایڈیشن | دنیا بھر میں مجمع البحار کی یہی ایک

طباعت ہے جو علامہ طاہر پٹنی کی اس بے مثال تصنیف سے استفادہ کا ذریعہ ہے۔ حضرت
مولانا محمد مظہر نانوتوی کی اس خدمت اور نول کشور کے مطبوعہ اس نسخہ کو قبول عام حاصل ہوا،
یہ نسخہ بار بار چھپا اور ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ جس طباعت کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں ہوا ہے یہ

پہلی طباعت ہے، اس کا دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۷) میں چھپا [یہ دونوں اشاعتیں ہمارے ذخیرہ میں موجود ہیں] اس کے بعد بھی کم سے کم دو مرتبہ اور چھپا ہے، آخری دونوں طباعتوں کا حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے مجمع البجار کے، اپنے محقق نسخہ کے تمہید میں مختصر ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مولانا اعظمی کی تعلیقات اور کوشش سے یہ کتاب از سر نو تازہ ہوگئی، اس نسخہ کی اصل اور اس میں بھی مولانا محمد مظہر کا مرتب کیا ہوا نسخہ ہے، جس کا حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب نے ذکر فرمایا ہے، اور اس نسخہ کا خاتمۃ الطبع بھی اس محقق اشاعت میں شامل کیا ہے، مگر وہاں بھی یہ صراحت نہیں ہے کہ اس نسخہ کے مرتب محمد مظہر، حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی تھے۔

جیسا کہ اکثر کتابوں کی طباعت میں ہوتا آیا ہے کہ پہلا ایڈیشن جس کا غذا اور طباعت کا ہوتا ہے دوسری اور بعد کی طباعتوں میں وہ بات نہیں رہتی، ہلکا پن آجاتا ہے وہی بات اس طباعت کی بھی ہے۔ دوسری طباعت اگرچہ پہلی طباعت کا گویا عکس ہے مگر اس کا غذا اور طباعت پہلی طباعت سے کچھ ہلکی ہے، ان دونوں کا یہ فرق بھی قابل ذکر ہے کہ دوسری طباعت میں مولانا محمد مظہر کا لکھا ہوا خاتمۃ الطبع شامل نہیں، جو پہلی طباعت کا اہم حصہ تھا، متاخر طباعتیں بھی اس کے بغیر نامکمل ہیں۔

نسخہ مرتبہ حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی | مجمع البجار کا ایک عمدہ محقق نسخہ
حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی سرپرستی میں قلمی نسخوں سے مقابلہ کر کے درست کیا گیا تھا، تصحیح و مقابلہ کی خدمت عربی کے نامور فاضل اور لغت داں، مولانا عبد الحفیظ بلیاوی [مؤلف مصباح اللغات، و استاد ادب عربی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ] نے انجام دی تھی حضرت مولانا اعظمی نے اس پر نظر ثانی فرمائی اور تعلیقات کا اضافہ کیا۔ اس نسخہ کی اصل و بنیاد

بھی یہی مولانا محمد مظہر کا مرتبہ نسخہ ہے۔ حضرت مولانا اعظمی کا مرتبہ نسخہ جناب مولانا عبد القادر نورولی [گجراتی، مقیم جدہ] کے مصارف سے دائرۃ المعارف، حیدرآباد سے پانچ جلدوں میں شائع ہوا، جس کی پہلی جلد ۱۳۸ھ/۱۹۶۷ء میں چھپی اور آخری ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۶ء میں آئی۔ اس کے بعد سے اس کتاب کی دنیائے اسلام میں اشاعت عام ہو گئی۔

بیروت کے اشاعتی اداروں اور مطابع سے مجمع البجار کے نئے ایڈیشن مسلسل سامنے آرہے ہیں اور پوری دنیا میں پھیل رہے ہیں اور یوں حضرت مولانا مظہر کا یہ افادہ اور صدقہ جاریہ عام ہو رہا ہے۔

ترجمہ درمختار، عالیہ الاوطار کی تکمیل میں بھرپور شرکت اور کامل حصہ ۱۲۸۸ھ

علامہ علاؤ الدین ہکفی کی فقہ حنفی پر شہرہ آفاق تصنیف درمختار، کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ یہ کتاب فقہ حنفی کے اہم اور مقبول

ترین بنیادی مراجع میں سے ہے، خصوصاً برصغیر ہندو پاکستان میں تقریباً دو سو سال سے اسی پر اعتماد اور فتویٰ ہے۔ ریاست باندہ، بندیل کھنڈ، یوپی کے نواب صاحب نے جو نہایت باذوق اور علمی خدمات اور علماء کے نہایت قدرداں اور سرپرست تھے، فکر ولی اللہی کے ایک نمائندہ اور صاحب نظر عالم، مولانا خرم علی بلہوری سے اس کے اردو ترجمہ کی گزارش کی، مولانا نے اس کا ترجمہ شروع فرمادیا، مولانا نے ترجمہ کی علیحدہ ترتیب اختیار کی تھی، آغاز کتاب سے ترجمہ شروع نہیں کیا بلکہ کتاب النکاح سے سنہ ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۳ء) میں ترجمہ شروع کیا، جو جب ۱۲۷۰ھ (اپریل مئی سنہ ۱۸۵۴ء) میں اختتام تک پہنچا، اس حصہ کی تکمیل کے بعد ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴/۵۵ء) میں کتاب الحج تک کا ترجمہ مکمل کیا، آخر میں آغاز کتاب سے ترجمہ کی شروعات کی، ترجمہ کتاب الاذان

تک پہنچا تھا کہ مولانا بلہوری اچانک وفات پا گئے۔ یوں یہ ایک بہت بڑا دینی علمی فقہی سفر ناتمام رہ گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد (مولانا محمد مظہر کے چھوٹے بھائی) مولانا محمد احسن نانوتوی نے بریلی میں جہاں وہ مقیم اور ملازم تھے، بڑے پیمانہ پر دینی علمی کتابوں کی اشاعت و طباعت کا کام شروع کیا، اسی دوران مولانا کو مولانا بلہوری کے اس ترجمہ کا علم ہوا جو ناتمام رہ گیا تھا، مولانا محمد احسن نے کوشش کر کے اور معقول رقم ادا کر کے اس ترجمہ کا ناتمام مسودہ مولانا خرم علی کے وارثوں سے خریدا، اور مولانا خرم علی کے ترجمہ پر مکمل نظر ثانی تصحیح اور ناتمام حصہ کے ترجمہ کی تکمیل کے بعد اس کی طباعت کا ارادہ کیا، اس کام میں مولانا محمد مظہر نے مولانا محمد احسن کا بہت تعاون فرمایا، شروع سے آخر تک مولانا محمد احسن کے رفیق رہے اور ترجمہ، مقابلہ اور تصحیح ہر پہلو سے ان کی بھرپور اور گراں قدر مدد فرمائی۔ مولانا کے فیض توجہ سے یہ ترجمہ مکمل ہو کر غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار کے نام سے چار جلدوں میں مطبع صدیقی بریلی سے چھپا۔ مولانا محمد احسن نے غایۃ الاوطار کی جلد اول کے شروع میں اپنے مفصل دیباچہ میں، ترجمہ کی تکمیل اور مولانا محمد مظہر کے بھرپور تعاون کا نہایت ممنویت کے ساتھ ذکر کیا ہے..... لکھا ہے:

اس کتاب کی تکمیل میں مجھ کو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلی القاب، مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نے بہت سی مدد دی، اللہ تعالیٰ ان کی اور میری سعی کو مشکور کرے۔ (۱)

(۱) تمہید، یادِ دیباچہ از مترجم ثانی، غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار۔ ص: ۴ جلد اول (مطبوعہ مطبع

صدیقی بریلی: ۱۲۸۸ھ)

جلد اول کے آغاز سے کتاب الصلوٰۃ تک پانچ سو چالیس صفحات ہیں، اسی جلد میں کتاب الصلوٰۃ کے بعد کتاب الحج بھی شامل ہے، اس کے صفحات کا شمار علیحدہ ہے، یہ تراسی (۸۳) صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد دوم کا کتاب النکاح سے آغاز ہوا ہے، یہ جلد کتاب الوقف تک کے مسائل پر مشتمل ہے اور چھ سو آٹھ صفحات پر آئی ہے۔ تیسری جلد بیوع سے کتاب الہبہ کے اختتام تک ہے، اس کے کل پانسو گیارہ (۵۱۱) صفحات ہیں۔ چوتھی جلد کتاب الاجارۃ سے آخر تک ہے، اس کا مضمون صفحہ (۵۱۴) پر پورا ہو گیا ہے، صفحہ ۵۱۴ پر مفصل خاتمۃ الطبع ہے، اسی صفحہ ۵۱۴ کے آخر سے ۵۱۵ کے اختتام تک قطعات تاریخ شامل کئے گئے ہیں۔ پوری کتاب ساڑھے بائیس سو صفحات پر آئی ہے، قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ اس کی تکمیل میں حضرت مولانا محمد مظہر کاکم سے کم نصف حصہ ضرور ہے۔

اس کتاب یا ترجمہ میں جیسا کہ مولانا محمد اعظمی نے صراحت کی ہے، مولانا اور ان کے برادر اکبر، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کا کام صرف باقی ترجمہ کی تکمیل کا نہیں، بلکہ مولانا نے، مولانا خرم علی صاحب کے کئے ہوئے ترجمہ کی حرفاً حرفاً تفصیل سے نظر ثانی کی، اس کی اغلاط کو درست کیا، تذکیر و تانیث کی اصلاح کی اس طرح کہ موجودہ نسخہ کے ایک ایک حرف کی ذمہ داری دونوں صاحبان کی ہے۔

غایۃ الاوطار کا مکمل نسخہ چار جلدوں پر مشتمل ہے، اس کی پہلی جلد مولانا محمد احسن کے مطبع صدیقی بریلی سے ۱۲۸۸ھ میں نکلی تھی، پہلی جلد کے سرورق پر لکھا ہے: مطبع صدیقی واقع بریلی، باہتمام مولوی محمد منیر مطبوعہ ہوا۔

غایۃ الاوطار کا مطبع صدیقی سے ایک ایڈیشن غالباً اور بھی چھپا تھا، غالباً دو مرتبہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ سے چھپی، پاکستان سے ایک ایڈیشن مطبع سعیدی کراچی سے شائع ہوا

اور اداروں نے بھی شائع کیا ہے۔ مطبع صدیقی کی پہلی طباعت کا چار جلدوں پر مشتمل ایک مکمل عمدہ نسخہ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے۔

حضرت مولانا محمد مظہر کے
آخری دور کے شاگردوں
میں ایک معروف عالم، مولانا
مولانا حسین علی کے تفسیری افادات: بلغة الحیران
کا مولانا محمد مظہر سے کچھ تعلق نہیں

حسین علی، واں پچھراں والی ضلع میاں والی (پاکستان) تھے، جو حضرت مولانا گنگوہی کے بھی شاگرد تھے، مولانا حسین علی نے مولانا محمد مظہر سے اور درسیات کے علاوہ درس تفسیر بطور خاص پڑھا تھا، مولانا حسین علی کی وفات کے بعد مولانا کے درسی افادات کا ایک مجموعہ جو مولانا غلام اللہ خاں صاحب نے مرتب کیا ہے ”بلغة الحیران فی ربط آیات القرآن“ کے نام سے مکتبہ حنفیہ گوجراں والا پاکستان سے چھپا ہے۔ جو ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے، سنہ طباعت درج نہیں۔

کئی سال سے پاکستان کی بعض تحریروں کتابوں خصوصاً اس کتاب کے اشتہار میں، اس کو حضرت مولانا محمد مظہر کے افادات تفسیر کا مجموعہ لکھا جاتا ہے، جو خلاف واقعہ ہے۔ بلغة الحیران میں کہیں اس کا تذکرہ نہیں کہ یہ حضرت مولانا محمد مظہر کے افادات ہیں، یہ تمام مباحث مولانا حسین علی صاحب نے حضرت مولانا سے اخذ کئے تھے۔ اگرچہ مولانا حسین علی نے آغاز کتاب میں مولانا محمد مظہر سے اپنے تلمذ کا اعتراف کیا ہے مگر کسی استاذ سے تلمذ کا اعتراف اور ہے کسی کتاب یا افادات کو ان سے منسوب کرنا اور۔

کتاب کی تمہید میں تقریباً آٹھ صفحات پر وہ سندیں درج ہیں، جو مولانا حسین علی صاحب کو ان کے اساتذہ نے عنایت کی تھیں، ان میں سے آخری سند میں جو خود مولانا

حسین علی کا تحریر کیا ہوا اجازت نامہ ہے، یہ صراحت ہے کہ مولانا حسین علی نے حضرت مولانا محمد مظہر سے پڑھا ہے۔ تحریر ہے:

اما بعد فیقول حسین علی بن محمد بن عبد اللہ قرأت تفسیر القرآن علی الشیخ محمد مظہر، عند الشاہ اسحاق... (کذا) ص:

جس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے تفسیر قرآن مجید حضرت مولانا محمد مظہر سے پڑھی تھی اور مولانا محمد مظہر فن تفسیر [میں بھی] شاہ محمد اسحاق کے شاگرد تھے مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ بلغة الحیران میں درج افادات بھی مولانا محمد مظہر کے ہیں، صحیح نہیں۔

یہ مولانا محمد مظہر کے معلوم و دستیاب علمی آثار کا مختصر تعارف ہے، ضرورت ہے کہ ان سب کتابوں کو موجودہ معیار کے مطابق تحقیق و حواشی مزین کر کے عمدہ طریقہ پر شائع کیا جائے تاکہ مظاہر علوم کے اکابر کی علمی خدمات کا استفادہ اور تعارف کا دائرہ مزید وسیع ہو۔

یا اللہ! یا اللہ! یا اللہ! میری یہ گزارش اور درخواست و تمنا ارباب علم و فضل تک پہنچے اور صد ابصر اثابت نہ ہو۔ اللہم آمین۔



مولانا حسین علی صاحب کے تعارف کے لئے دیکھئے۔

نزہۃ الخواطر، مولانا حکیم عبدالحی حسنی ص: ۱۲۳، ج: ۱۲۳، ۸ (حیدرآباد ۱۳۲۰ھ)

نیز تذکرہ (شیخ القرآن) مولانا غلام اللہ خاں، مرتبہ عبدالمعبود۔ ص: ۱۳-۱۹ مکتبہ رشیدیہ لاہور بلاسنہ۔

خاتمة الطبع، احياء العلوم، امام غزالي

از حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی

مطبوعہ مطبعہ منشی نول کشور، لکھنؤ

الحمد لله الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته
ويعلمهم الحكمة والكتاب وأرسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين
كله، وتبصرة وذكرى لأولى الالباب، وجعله نورا وسراجا منيرا، يهتدى به
الناس في ظلمة ليل الشك والارتباب. وكشف له عن أعلى الملكوت
وسناء الجبروت، وعظم عليه فضله، واسبع عليه نعمه ظاهرة وباطنة، بلاعد
ولا حساب.

والصلوة والسلام على رسوله سيدنا ومولانا وشفيعنا محمد، أفضل
من أوتى الحكمة وفصل الخطاب، وعلى آله واصحابه الذين هم
لإحياء علوم الدين وامانة رسوم الكفر خير آل واصحاب.

اما بعد فيقول العبد الضعيف **محمد مظہر** غفر الله له
وتجاوز عن سيئاته ان اجل الكتب في سلوك الآخرة
واكملها واحسنها ضبطا واشملها، وارشق عبارة واتم اشارة،
واعظم شانها واوفى بيانا، واعلى كلاما واشرف منزلة ومقاما،
هو هذا الكتاب المسمى **بأحياء علوم الدين**، وانه لحرى بان

یکتب بماء الذهب لایماء العیون، بل بسویداء القلوب أو بسواد العیون. وان وعظه اولی بان یستمع، وانه لحق والحق أحق ان یتبع. ولقد ابلغ فیہ المصنف الفاضل العلامة، العارف الفہامة، ان او جز او جز باتم دلالة، وان اطب اطب من غیر سامة وملا لة، فله الفضل والثناء الجمیل، والمنة والثواب الجزیل. ولكن بلغ من ایدی النساخ فی الاختلاط والاختلاف غایة وحداً، واشتبهت الالفاظ والعبارات جدا. وقد طبع هذا الكتاب مرتین فی مصر، وانتسخ من ذلك المطبوع ما طبع فی مرهة بالاطر، ولم ینهض ارباب هذه المطابع إلى التشمیر لرفع الأغلاط الہدی ہالہم، اما لعدم اکثر اتہم مع وفور النسخ أو عدم تیسر ہالہم فدخلت فی المتن عبارات كانت فیہ غیر داخلہ، وخرجت عنہ عبارات كان المتن لها شاملہ، ومسخت صور اللغات الغریبہ، ونسخ بدله هیولی الالفاظ القریبہ، ولا غرو فیہ ففی المثل السائر: کم ترک الاول للآخر.

ولما رأیت السعی فی تصحیجہ اہم واحری، أردت طبعہ مرہ اخرى، مستخیراً باللہ تعالیٰ وتقديس، ومستمداً بروح مصنفہ المقدس، فتیسر لی بعون اللہ سبحانہ، من النسخ المکتوبہ جمع ست اوسبع. واحلہ منها كانت فی اقصى درجہ الصحة، قد قابلہا بعض الاعلام من العلماء، بنسخ عديدة وزینہا بالتحشیة وتحریر الاختلافات فی مدہ مدیدہ، والاخری كانت قديمہ معربة بخط حسن وھیئة معجبة. فقابلت

النسخة المصرية بالمكتوبات، وتتبع المقامات المشتبهات فيها بالتصفح والعرض، وسويت نسخة واحدة منها بمقابلة بعضها ببعض، وأثبت في المتن ما كان عليه أكثر النسخ، وأبقيت ونبذت ما وراء ذلك على الحاشية والقيت الأمافضل على أصل المطلب وزاد، وكان غير مخل بالمراد، فقفوت فيه بالنسخة المصرية معلما عليه لفضله وتقدمه:

فلو قبل مبكاهها بكيته صباية بسعدى شفيت النفس قبل التندم
ولكن بكت قبلى فهيج لى البكاء بكاها فقلت، الفضل للمتقدم
وكتبت حل بعض اللغات والأشعار على الحاشية، تيسير الفهم
الطالبين وزيادة فى رغبة الراغبين، وأما ما كان سهلا غير عسير على
الأفهام، أو الذى كنت لم أفهم لقله التدبر منى والاهتمام، فلم
أعرض له بالبيان، ولم أقف ما ليس لى به علم وحسبان.
وانت ايها اللبيب لو وجدت فى موضع، وستجد فى مواضع كثيرة
شرحا للفظ على خلاف المرام، أو تغير اللفظ بما لا يلائم المقام، فحمله
على قصور فهمى، وعدم درايتى للكلام. واعلم ايضا انه ربما يتطرق
الغلط من ايدى الطابعين لقله مبالاتهم، وينفصل الموصول، ويتصل
المفصول من مساهلاتهم. سيما اذا كان المقصود طبع كتاب فى مدة
يسيرة، واختتامه مقصورا على غاية قصيرة. كما اتفق فى هذا الكتاب.
فان ثلاثة نفر من النساخ كانوا ينسخون مجلدات منه كل واحد منهم

جلدا علی حدہ، او یکتبون کتبا و ابوابا من مجلد و احد، و کل ما یکتب
یطبع باسرع ما کان، و قلیل او ان.

و فی اثناء ذلک اختطف فرصہ، و اختلس من الدهر برہہ،
فاکتب ما یخطر ببالی من حل لغہ او شرح حدیث او بیان معنی شعر
یتعلق بکل جلد، و کان المرجوع الیہ فی هذا کله من الکتب، مجمع
البحار، و شروح حصن الحصین، و البیضاوی، و الکشاف،
و المدارک، و الجلالین، و القاموس، و المصباح المنیر، و الصراح
و غیرها. و ربما نقلت الحواشی من ذلک النسخة المصححة ایضا.
و کان الفراغ عن ملاحظۃ المجلدات الاربع من الکتاب،
و مقابلته و تحشیته و طبعه فی زہاء عثمانیہ اشہر.

وقد اعاننی فی ذلک اخی و حبیبی، الشاب الصالح، و وزیر
فی المصالح، البارع فی العلوم، المولوی محمد یعقوب بن المولی
الاعظم، فخر علماء العجم، أستاذنا و أستاذ العالم، ذی الوجه البہی
والغر السمی المولوی مملوک العلی تغمنا اللہ برحمته. و افاض
علی العالمین من برکاته، ببقاء ولده. و قد الحق بالکتاب ہذا الاخ
المکرم، عدہ مادہ من تواریخ الاختتام، بالسنة مختلفہ و اجاد، فضمناها
اخر الکتاب، واللہ المسئول ان ینفعنا بہ اخواننا المسلمین، انه خیر
موفق و معین. (۱)

(۱) احیاء العلوم..... ص: ۳۰۴/۳۰۵ جلد رابع..... مطبع فشی نول کشور (طبع دوم مطبوعہ، شوال سنہ ۱۲۹۰ھ)

(دسمبر ۱۸۷۳ء) طبع اول لکھنؤ: ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۵ء) ص: ۳۰۴/۳۰۵۔

تاریخ عربی از نتایج طبع، جناب مولوی محمد یعقوب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

قد تم احیاء العلوم وطبعه	فی حسن تحشیة و حسن نظام
تجلی العیون ملاحہ و لطافہ	فجلاء ہ کالنور بین ظلام
بازین مطبوع و حسن کتابہ	تحکی صفاء الورد فی الاکمام
قد کانت الاحیاء خیر اکلہ	ارخت تم الخیر لایتمام

تاریخ فارسی منہ مدظلہ

احیا کہ بود علوم را چشم و چراغ	از زینت طبع سنگ شد روش باغ
چون سال شروع آن گرامی آغاز	تاریخ فراغ گشت اولفظ فراغ

ایضا منہ دام فیضہ

چو مطبوع دلہا شد احیائے مطبوع	بصورت بسیرت باوصاف عالی
صحیح و محشی، بخط نگارین	پراز جملہ لطف از ہمہ عیب خالی
ہینکام و اتمام طبعش روان شد	پئے فکر تاریخ کلک خیالی
بنام مصنف چنان بست نقشے	از ان امام محمد غزالی

تاریخ اردو منہ دام ظلہ

طبع احیا ہوئی مکرر خوب	کیا ہی با آب و تاب تحشیہ سے
یون کئی بار چھپ چکی پہلے	اب چھپی لاجواب تحشیہ سے

فیض منشی نول کشور سے ہے	یہ تمام، اس کی آبِ تخی سے
مجھے تاریخِ تخی کا ہے فکر	ہے مجھے انتسابِ تخی سے
سن کے گننام نے صلاح۔ یہ دی	اس کا دیکھو۔ حسابِ تخی سے
غیب سے تب ملی عجب تاریخ	کیا ہے زیب کتابِ تخی سے

ایضاً منہ دام مجددہ

چھپ کے یہ احیا ہوئی جس دم تمام	فکر نے تاریخ کی لی راہ راہ
گوکہ نہیں ڈھب مجھے پر غور سے	سو جھ ہی جاتی ہے کوئی گاہ گاہ
حضرت گننام نے سن کر کہا	ڈھونڈتا پھرتا ہے تو کیوں خواجواہ
لکھ سرا حیا سے یہ تاریخِ خوب	خوب چھپی، خوب چھپی، واہ واہ



خاتمة الطبع ، مجمع البحار ، علامہ طاہر پٹنی

از حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی

الحمد لله خالق الارض والسماء، ذى العظمة والكبرياء،
والجلال والثناء والالاء. والصلوة والسلام الأتمان، على سيدنا
ومولانا وشفيعنا محمد سيد الانبياء، وآله مصابيح الهدى الاتقياء،
واصحابه الكرام البررة الاصفياء.

اما بعد فيقول العبد الضعيف **محمد مظہر** غفر الله له
ولو والديه: منذ ساقني المقدور الى بلدة لكهنؤ، وبوآنى الدهر
بهذا المطبع، كان يخطر ببالي طبع كتاب فى علم لغة الحديث، فان
السابقين الاولين من ارباب المطابع قد بذلوا جهدهم فى طبع متون
الصحاح الستة فرادى، وشروح المشكوة، ونشروا العلم شكر الله
سعيهم ونفع بها، ولكن لم يتوجهوا الى كتاب يجمع الجميع ويتكفل
الشرح الكل فعن لخاطري طبع الكتاب المبسوط
البحر الذخار، المسمى **بمجمع بحار الأنوار فى غرائب
التنزيل ولطائف الأخبار.**

فانه لعدم طبعه الى هذه الاوان واختفاء ابيكار محباته عن ابناء
الزمان لم يطمئن انس ولا جان. ومع ذلك جمع وجازة اللفظ

وبسط المعاني، وتهذيب العبارة وتشديد المباني، وانه كالأساس
 لعلوم الدين ومشكلاته، واصل لضبط كلياته وجزئياته، وما يحصل
 بجهد ومطالعة كتب متفرقة واسفار يحصل منه دفعة بسهولة
 واختصار، وانه كاسمه مجمع لتفسير القرآن، وشرح غرائب
 الاحاديث والآثار، ومعالم لكشف انوار التنزيل وعلوم الاخبار، جودة
 الفاظه نور على نور، ووضوح معانيه يشرح الصدر، وعدوبة بيانه
 يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسه نار.

واليه يرجع كل من حاول شرح لغة وبيان ما يناسب المقام
 او تصدى لتحقيق الكلام على مقتضى المرام. ولعمري انشاء الله انه
 لكتاب عزيز، يبذل الارواح والانفس. جدير وحقيق، وسيضرب
 الناس اليه بعد الختم باكباد ابل، ياتين من كل فج عميق.

وقد كان يراودني في ذلك الذي انافى بيته وخدمته، كبير
 القوم البعيد عن اللوم، محب العلوم واهاليه، مروج الفنون وذويه،
 مجمع الجود والافضال، جامع ارباب الفضل والكمال، اعنى جناب
 من اعطاه اليه صيتا وجمالا، وخدما واموالا، واتاه الدنيا ذليلة، وانعم
 عليه نعمما جزيلة، صاحب المطبع العالى المنشى نول كشور، ذى
 الفخر والمعالي، ولكن انا لقصور باعى وقصر ذراعى، وازجاء
 بضاعتى واتساعى، وقلة فقهى وكياستى، ونقصان التحصيل فى علم
 الحديث ودراستى، وكثرة همومى وافكارى، واستيلاء الدواهى

علیٰ وعلیٰ اعوانی فی هذا الخطب، والنصارى، اقدم رجلا
 واوراخرى، والزم حمية الندم، وارى الاحجام عنه
 اخرى، واستعفيت عنه مراراً، فاصر دماغانى والى على حتى
 الجانى. فاتبعت امره لموافقته مركز خاطرى، واجبت دعوته رجاء
 ان يقربه يوم القيمة ناظرى.

ولله حسن سعيه فى بذل القناطير المقنطرة، فى جمع المواد
 والاسباب، وجمع نسخ الكتاب من اطراف البلاد، حيث حصل
 ست نسخ منه. واحدة منها كانت قديمة منقولة عن نسخة المؤلف.

واخرى طلب من مجهلى شهر، من عند الفاضل الاجل **المولوى**

عبد الشكور ابقاه الله الى يوم النشور. واخرى من دهلى.

واخرى من كانپور من العالم العامل الفقيه الكامل **المولوى**

السيد امداد على سلمه الله العلى. واخرى اشتراها لمائة

روبية. وبعض اخرجى بها من مواضع غير ما ذكر.

ولقد كانت تطرقت الاغلاط الى سائرهما، ومسخت صور

الفرائب، فتعسر تميز الصحيح منها، ولم اجد نسخة مصححة

اقفوا اثره، فاستشكل على التصحيح، الاطلاع على الصحيح،

فراجعت فى امثال هذا الى النهاية، وشرح المسلم، والقاموس،

والصراح، والبيضاوى، وغيرها. فما وجدت فيها من زيادة

اضفت اليها، وغرضى من نقل عبارة النهاية والقاموس وغيرهما

علی الحاشیة، اما توضیح المقام او بیان الاختلاف او تصحیح ما فرط من قلم النساخ.

والطالب الفطن يفهم ان المذكور ان كان موافقا للكتاب فهو شرح له وايضاح، او مخالفا فتنبیه وایقاظ، او غير ذلك. فلا يخلو عن فائدة وزيادة، ولم يتسرلى الرجوع الى كرماني، وقسطلاني، والطبي، فيما اشتبهت الفاظها او اختلطت عباراتها لقلة الفرصة ولعدم نسخها عندي، فنقلتها في تلك المقامات على حسب ما وجدت في اكثر نسخ المجمع، وشرت في بعضها بقولي: كذا في النسخ، لدفع توهم غلط الكاتب، ورفع احتمال عدم تدبر المصحح والطابع.

واعلم ان النسخ قد اتفقت في كثير من المواضع على كتابتها بغير المتعارف، كتلى يتلوا بالياء، والدفوبالواو، والريا بالالف، وغيرها مما استطلع عليه اذا طالعت، فلم اتصرف فيها من قبل نفسي، وتركته على حسب ما كتب في الاصول، اعتمادا على فهم الطالب، وتساهلا في ذلك منى. واقتفاء بالسيدين السابقين، صاحب المجمع والنهاية، وربما تجد في بيان الالفاظ تقديما وتأخيرا، كذكر ما يتعلق بالميم قبل اللام، والجيم قبل الباء، فلم اتعرض له ايضا، ولا تصديت لتبنيه عليه. فان امثال هذه المسامحات من المتقدمين في بيان اللغة كثير، وتبعهم في ذلك بعض المتأخرين.

فالمرجو من الاخوان ان ينظروا اليه بعين الاحسان، وان
لا ينسونا عن دعاء الخير، ولثبات على الايمان. ولا يفصحونا بين
الخطيات والسقم، وما جرى فيه من الزلات وطغيان القلم،
وليعفوا وليصفحوا. فاني وان بذلت فيه جدى وجهدى، وصرفت
فيه طاقتى ووجدى، لا يخلو عن خطأ ونسيان. وختم الله لنا بالخير
والسعادة بدعائكم ايها الاخوان، وجعله سببا لرضاه، ووسيلة
الى شفاعته سيد الانس والجان، وآخر دعوانا ان الحمد لله رب
العالمين.

وكان الشروع فى كتابته وطبعه، بعد عيد الفطر من سنة ۱۲۸۲ ھ
والاتمام بعون الله وكرمه، وحسن توفيقه فى اول جمعة من شهر
رمضان سنة ۱۲۸۳ ھ، ببلدة لكهنؤ من بلاد الهند. فى المطبع العالى
المنشى نول كشور، شكر الله لسعيه المشكور، ووفقه للخير، ودفع
عنه كل ضير. (۱)

(۱) مجمع بحار الانوار علامہ محمد بن طاہر پٹنہ ... ص: ۵۵۲/۵۵۳/۵۵۴۔ [تصحیح و تحقیق مولانا محمد مظہر
نانوتوی] طبع اول۔ مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ: رمضان المبارک ۱۲۸۳ ھ (جنوری، فروری سنہ ۱۸۶۷ء)
مجمع بحار الانوار کے مطبع نول کشور سے اس کے بعد تین ایڈیشن اور چھپے ہیں مگر بعد کی تینوں طباعتوں میں
حضرت مولانا محمد مظہر کا لکھا ہوا خاتمہ الطبع شامل نہیں۔ پہلی اور دوسری طباعت ہمارے ذخیرہ میں
موجود ہے۔

باب سوم

مولانا کی مرتب کی ہوئی ایک رپورٹ اور جلسہ میں کی گئی ایک تقریر

حضرت مولانا محمد مظہر مظاہر علوم کے بنیادی رکن تھے اور (جیسا کہ ذکر آچکا ہے) تعلیم کی بے پناہ ذمہ داریوں کو نبھانے کے علاوہ، مدرسہ کی ہر طرح سے مدد، سرپرستی اور ہر اک شعبہ کی ترقی و توسیع کے لئے ہر وقت موجود رہتے تھے، مدرسہ کے حسابات مرتب کر رہے ہیں، چندہ لارہے ہیں، امتحان لے رہے ہیں، طلبہ کو انعام تقسیم کر رہے ہیں، اور روادا ترتیب دے رہے ہیں، تعمیر اور مطبخ کی نگرانی کر رہے ہیں، مدرسہ کے سالانہ جلسوں میں مدرسہ کی رپورٹیں پیش کر رہے ہیں اور مدرسہ کے تعاون کے لئے حاضرین کو توجہ دلا رہے ہیں، حضرت مولانا کے اس تعاون اور مصروفیت کا مدرسہ کی رواداوں میں بار بار ذکر آیا ہے، جس کے متعدد اقتباسات گذر گئے ہیں:

مدرسہ کے سنہ ۱۲۹۱ھ سالانہ جلسہ میں مولانا نے ایک رپورٹ پیش کی تھی اور اس کے بعد والے جلسہ سنہ ۱۲۹۹ھ میں تقریر فرمائی، یہ دونوں مدرسہ کی رواداوں میں محفوظ ہیں۔ چوں کہ مولانا کی مفصل اور تحریر اور تقریر کا کوئی نمونہ راقم سطور کے علم میں نہیں، اس لئے یہ رپورٹ اور تقریر یہاں پیش کی جا رہی ہے۔

کیفیت (رپورٹ) مدرسہ، پیش کردہ مولانا محمد مظہر نانوتوی

جلسہ مدرسہ سنہ ۱۲۹۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله العزيز العلام والصلوة والسلام على رسوله

محمد سيد الانام وعلى آله العظام واصحابه الكرام. اما بعد!

حاضران جلسہ کی خدمت میں التماس ہے کہ امتحان سالانہ ۱۲۹۸ھ۔ ۱۹ شعبان کو بخیر و خوبی ہوا، مولوی محمد احسن صاحب نے و مولوی فیض الحسن صاحب نے امتحان تقریری و تحریری لیا، الحمد للہ اکثروں نے جواب اچھے لکھے۔ مولوی احمد علی صاحب کے صاحبزادوں نے بخاری شریف مد انعام میں عنایت فرمائی، اور مولوی فیض الحسن صاحب نے ۱۳ نسخے تحفہ صدیقیہ اور پانچ نسخے حاشیہ جلالین کے دیئے۔ مولوی حبیب الرحمن صاحب نے غایۃ البیان اور جناب مولوی عبدالرحمان خان صاحب مہتمم مطبع نظامی نے ۱۰ نسخے اتقان، اور ۵ نسخے فیض عام اور ۱۰ مرتع اور ۱۰ ابست سورۃ اور چار سیپارہ مترجم کے ۲۵ نسخے، اور حافظ کریم الدین صاحب نے فتوح الغیب ایک نسخہ، تقسیم کے لئے عنایت کئے اور نقد اس تفصیل سے وصول ہوا:

چار روپے	مولوی ظہور محمد صاحب	چار روپے	حافظ احمد حسین صاحب	دو روپے	مولوی نجف علی صاحب
ایک روپے	قاضی فضل الرحمن خان صاحب	دو روپے	ایزد حسن صاحب وکیل	دو روپے	حافظ محمد فضل حق صاحب
دو روپے	مولوی ناظر حسن صاحب وکیل	ایک روپے	محمد یوسف پرنٹنگ نصاب صاحب	ایک روپے	مولوی محمد قاسم صاحب
ایک روپے	میر جمعیت علی صاحب وکیل	آٹھ آنے	عبداللہ خان صاحب وکیل	ایک روپے	شیخ قدرت اللہ صاحب

یعنی اکیس روپے آٹھ آنے کل امسال حصول ہوئے، جو خریداری کتب انعامیہ میں خرچ ہوئے۔

کیونکہ کتب انعام سوائے کتب مرقومہ بالا کے تیس روپے، ساڑھے ۱۵، آنے کی خریدی گئی، پس نو روپے ساڑھے سات آنے زائد از زر موصولہ امسال سے اس مد میں باقیات سنہ ناضیہ سے خرچ میں آئے۔ اور بعض کتابیں اور قرآن شریف سال گذشتہ کی باقیات میں سے انعام میں صرف ہوئے، اور امسال کی کتب موصولہ میں چند نسخہ کتب کے جو بچے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ سال آئندہ میں اسی مد میں صرف کئے جاویں گے۔

سال گذشتہ کی امتحان کی کیفیت میں ممتحن صاحب نے درج کیا تھا کہ چند امور اس مدرسہ میں تکمیل طلب ہیں؛ مہتمم صاحب کو ان کا لحاظ ضروری ہے، جن کی شرح کیفیت ۱۲۹۷ھ میں مندرج ہے۔ امسال ان امور کی رعایت کی گئی، جس کے باب میں ممتحن صاحب یہ لکھتے ہیں کہ میں مہتممان مدرسہ کا مشکور ہوں کہ، جن امور پر توجہ کرنے کی درخواست سال گذشتہ میں کی ہے، ان پر حضرات موصوفین نے بہت کچھ توجہ فرمائی۔

اس بار تاریخ ۲۰/۱۹/۲۰ شعبان ۱۲۹۸ھ کو امتحان تحریری و تقریری کچھ دفعات اعلیٰ و بعض درجات ادنیٰ کا، اور کسی قدر تحریری اور اکثر تقریری لیا، مولوی نور محمد لدھیانوی نے کتب صحاح وغیرہ میں بہت اچھا امتحان دیا، اور مالابد کی جماعت نے سب کے سوالوں کے جواب اچھے بتائے، شرح ملاکی جماعت کو مسائل بخوبی یاد نہیں۔ اگر خواندگی ماہانہ کے مطالب ہر ماہ کے اختتام پر مدرسین، ان سے سوال و جواب کے طور پر سن لیا کریں، تو بہت اچھا ہو، حساب علی العلوم اچھا ہے، اور باقی نتائج امتحان قابل اطمینان ہیں۔

ملاحظہ فہرست خواندگی مدرسہ سے معلوم ہوا کہ، مالابدمنہ اور حساب متعلق مولوی ثابت علی معین فارسی کے ہے، ان کی سعی اور جانفشانی کی مشکوری مہتممان مدرسہ کو یاد دلاتا ہوں۔ اور یہ وہ شخص ہیں کہ امسال تحصیل علم حدیث یعنی کتب صحاح سے ان کو فراغت حاصل ہوئی ہے بحول اللہ وقوتہ۔

اس سال کل طالب علم وقت امتحان ۹۵ء میں، ۲۴ غیر حاضر اے، حاضر۔ واضح ہو کہ اس مدرسہ کی بناء ۱۲۸۳ھ میں مولوی سعادت علی صاحب مرحوم نے ڈالی ہے، جس کو پندرہ برس کا عرصہ ہوا، اس اثنا میں بچہ اللہ جو لوگ تھوڑی کتابیں یہاں سے پڑھ کر چلے گئے، ان کی تعداد بہت کچھ ہے، لیکن جو لوگ پوری تحصیل کر چکے ہیں یا بڑی کتابیں تحصیل پڑھ چکے ہیں، ان کا ذکر کرتے ہیں: مولوی میر باز خان صاحب واعظ مسجد جامع، مولوی جمعیت علی صاحب مدرس مدرسہ ہذا، مولوی سراج الدین صاحب پنجابی، مولوی راغب اللہ صاحب مدرس مدرسہ پانی پت، مولوی عزیز حسن صاحب، حافظ قمر الدین صاحب، مولوی پیر محمد صاحب، مولوی امین الحق صاحب، مولوی احمد اللہ صاحب بنگالی خلیفہ محمد زکریا صاحب، مولوی محمد احسن صاحب مرحوم، پسر مولوی محمد حسین صاحب، حافظ عبدالرحمن صاحب پسر مولوی فضل الرحمن صاحب، مولوی ابوالحسن صاحب مہتمم جامع مسجد، مولوی ناظر حسن صاحب وکیل عدالت، مولوی خدا بخش صاحب، میاں جی حسن علی صاحب، مولوی عنایت اللہ صاحب مولوی انوار احمد صاحب ساکن امبیٹہ، مولوی عبدالقادر صاحب پسر مولوی موتی صاحب پنجابی، حافظ غلام محمد صاحب پنجابی، مولوی محمد حسن صاحب پنجابی، مولوی منصور علی خان صاحب مدرس مراد آباد، مولوی احمد الدین صاحب، حافظ فضل الرحمن صاحب پسر مولوی محمد احسن صاحب، مولوی ناظر حسن صاحب دیوبندی مولوی کمال الدین صاحب مدرس انبالہ، مولوی خلیل احمد صاحب مدرس بہاولپور، مولوی ثابت علی صاحب، حاجی اسماعیل صاحب ساکن حصار۔ مولوی الہی بخش صاحب۔ ملا محمد غوث صاحب۔ حکیم صدیق احمد صاحب حافظ کریم الدین صاحب، سید اشرف علی صاحب سلطانپوری، حافظ محمد حیات صاحب، مولوی میر حسن صاحب، مولوی عبداللطیف صاحب، حافظ عبداللہ صاحب۔

علاوہ اس کے ۱۲۹۵ھ کی کیفیت میں مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے ۳۸ اشخاص کے نام درج کئے ہیں، جن کی تفصیل پہلے مطبوع ہو چکی ہے، اور سوا ان کے بہت ہیں، جن کی تفصیل بخوبی ملاحظہ کیفیات سالانہ ہر سال سے واضح ہے۔

اب جو صاحب کچھ چندہ دیکر شریک حسنت ہوئے ہیں، ملاحظہ اور غور کریں کہ کس قدر نیکیاں ان کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور اس تھوڑے سے مصارف میں کتنا اجر ان کو ملتا ہے، دیکھو اللہ جل جلالہ فرماتا ہے: قل رب زدنی علما یعنی اے نبی تو کہہ دیا یا رب مجھ کو علم زیادہ دے۔ پس باوجود اس کے کہ نبوت کا رتبہ جو سب مراتب سے عالی ہے حضرت کو حاصل تھا، لیکن پھر بھی علم کی زیادت کی طلب کے لئے تلقین فرمائی، اور حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: انما یخشى الله من عباده العلماء۔ یعنی جزا میں نیست کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اس کی بندوں میں سے علماء، پس جب خوف و خشیت علماء کے دل میں زیادہ ہے، تو لاجرم اللہ تعالیٰ کی اولیاء میں ہوئے کہ: ان اولیاءہ الا المتقون۔ یعنی نہیں اللہ تعالیٰ کے دوست مگر متقی۔

دوسری جگہ فرمایا: وللمن خاف مقام ربہ جنتان اور جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوتن سے ان کے لئے دو باغ ہیں۔ پس اے صاحبو! ایسے امر خیر کی ترویج میں کاہلی نہ کرنی چاہئے، اور جو کچھ معینہ ہے اس کو بہ خوش دلی وقت پر ادا کرنا چاہئے، اور ترقی کی کوشش رہے۔ جو صاحب اس میں پہلے سے شریک نہیں ہیں، ان کو شریک ہو کر خوشنودی اور رضا مندی خداوندی کا انعام حاصل کرنا چاہئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت اور اس بارگراں کی تحمل میں کہ: اناس لقی علیک قولاً ثقیلاً۔ کمر ہمت کی چست باندھنی چاہئے۔ (۱)



(۱) کیفیت (روداد) سالانہ، مظاہر علوم۔ سنہ ۱۲۹۸ھ ص: ۹-۱۰ (مطبع ہاشمی: میرٹھ)

تقریر پر تاثیر جناب مولوی محمد مظہر صاحب

وقت تقسیم انعام بابت سال ۱۲۹۹ھ

اما بعد! حمد لله ذی الانعام، والصلوة والسلام علی

سید الانبیاء محمد خیر الانام، وآله الكرام واصحابه

العظام، والذین اتبعوهم باحسان الی یوم القیام۔

یہ عرض ہے کہ امتحان سالانہ طالب علموں کا شعبان ۱۲۹۹ھ میں لیا گیا، زمانہ گذشتہ میں چند سال ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی فیض الحسن صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب امتحان لیتے تھے، اس سال مولوی فیض الحسن صاحب کوہ شملہ پر مجلس تعلیم میں بلائے گئے، اور مولوی فیض الحسن صاحب بضرورت خانگی امتحان کے دنوں میں مجلس امتحان میں شریک نہ ہو سکے۔ پس امتحان سالانہ کچھ تحریری اور اکثر تحریری مولوی عبدالعلی صاحب درس دوم نے بشرکت دیگر مدرسین نے لیا، کہ جس سے معلوم ہوا کہ طلباء سے بحمد اللہ حسب استعداد جواب میں کوتاہی کم واقع ہوئی بڑے شکر کی جگہ ہے کہ اس مدرسہ کا فیض ایسے دور دراز ملکوں میں پہنچا ہے، کہ نواح و دیگر اضلاع بنگال سے شائقین علم حدیث واسطے تحصیل کے یہاں آتے ہیں، چنانچہ مولوی عبدالعزیز جمادی الاول حال میں اس مدرسہ کا شہرہ کلکتہ میں سن کر یہاں آئے، اگرچہ کلکتہ کے مدرسہ میں علوم رسمہ معقول و حساب وغیرہ تحصیل کر چکے تھے، لیکن صرف واسطے تحصیل علوم دینیہ کے کلکتہ کا مدرسہ چھوڑ کر یہاں آنے کا قصد کیا، بحمد اللہ بہت قلیل مدت میں پانچ کتابیں صحاح ستہ کی، اس مدرسہ میں قراۃ و سماعا، اور چھٹی کتاب ابن ماجہ مولوی ابوالحسن صاحب مہتمم جامع مسجد سے تحصیل کیں، اور اسی اثنا میں بیضاوی اور درمختار اور شرح مواقف، وبعض کتب دیگر جو کلکتہ کی تحصیل سے رہی ہوئی تھیں، یہاں بہت محنت و شوق سے پڑھیں، بعد عید الاضحیٰ اپنے وطن روانہ ہوئے، چنانچہ ان کو ایک سر بند جو رنگون سے

ملا، ہاشم صاحب نے واسطے طلباء فارغ التحصیل کے بھیجے ہیں مدرسہ سے بندھوایا گیا، یہ بات لائق غور ہے کہ تخمیناً چھ مہینے کی مقدار میں جملہ صحاح و بیضاوی و درمختار پڑھ کر اپنے گھر چلے گئے، اس بارے میں جس طرح ان کی محنت لائق تحسین ہے، مدرسین کی مشغولی بھی اس کار خیر میں سزاوار شکر گذار کی ہے۔

دوسرے مولوی عبدالستار ساکن ضلع ہزارہ، ممالک پنجاب جو مدرسہ کانپور میں اکثر کتب مولوی امین صاحب سے پڑھ چکے ہیں، واسطے تکمیل تحصیل کے بعد روانہ ہونے مولوی صاحب موصوف، بجانب مکہ معظمہ، ماہ شوال میں یہاں آئے ہیں۔ اس مدت قلیل میں بخاری شریف تمام کر لی، بیضاوی قریب الاختتام ہے، انشاء اللہ عنقریب یہ بھی فارغ ہوا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے مولوی عبدالجید ساکن ضلع اسلام آباد بنگالہ، ربیع الاول ۱۲۹۸ھ میں مدرسہ میں داخل ہوئے، اور ربیع الاول ۱۲۹۹ھ میں یہاں سے رخصت ہوئے، بہت اچھی استعداد کے، بخاری شریف، صحیح مسلم، دارمی، موطا، ابوداؤد، نسائی، حصن حصین، مطول، جلالین، شرح عقائد اور صحاح کی باقی کتابیں اور جگہ پڑھیں، غرض اس قلیل مدت میں، وہ بھی کوشش بلوغ کر کے علم حاصل کر گئے۔

عبدالحمید، محمد عثمان، ثمر اکرام الدین، یہ سب صاحب ساکنین اضلاع بنگالہ، اکثر کتب صحاح سماعۃ و قرآنہ حاصل کر کے، اور فقہ میں شرح وقایہ ہدایہ پڑھ کر اس سال رخصت ہوئے۔ سو اس کے بعض صاحب پنجاب کے جن میں سے بعض سند یافتہ ہیں، اگرچہ پوری تحصیل نہیں کی، لیکن اپنے کام کے لائق استعداد درست کر کے مدرسہ سے رخصت ہوئے۔ اور رحیم بخش ساکن سہارنپور، گلستاں وغیرہ ابتدائی کتب فارسی پڑھتا ہوا داخل ہوا تھا، فارسی سکندر نامہ، ابوالفضل تک پڑھی اور عربی ابتدا سے شرح مختصر معانی، توضیح و تلویح، ہدایہ، جلالین، درمختار، صحاح ستہ، نسائی، دارمی، بیضاوی شریف، مقامات حریری تک اس مدرسہ میں پڑھی، اور اب وہ بفضلہ تعالیٰ دیوان متنبی پڑھتے ہیں، لیکن بعض کتب معقول کی اس اثناء میں دوسری جگہ بھی پڑھی ہیں۔

اے صاحبو! حاضرین جلسہ غور فرماؤ، کہ اس مدرسہ کے درخت پر شمر کا سایہ کہاں تک حق سبحانہ و تعالیٰ نے دراز کیا، کہ بنگالہ و پنجاب کے لوگ یہاں فیضیاب ہوں، اور اس کے سایہ میں ثمرات و برکات حاصل کریں، اور خاص سہارنپور محروم رہے۔ الا ماشاء اللہ! اول مدرسہ کا کوئی ذکر نہیں کرتا، اگر ذکر کریں تو برائی سے یاد کریں، کیا یہی شرط انصاف ہے۔ سہارنپور کے رؤسا کو بہت محل شکر و فخر کا ہے کہ، جو بات کسی زمانہ میں دہلی میں حاصل ہوتی تھی وہ بات اب خدا تعالیٰ نے سہارنپور میں دی، کہ لوگ سفر بعید اور مشقت و جیہ کر کے تحصیل علم کے لئے یہاں آتے ہیں، زبے قسمت سا کنان سہارنپور کی۔

پس ان صاحبوں کو ایسے شخص کا وارد ہونا غنیمت جانا چاہئے، اور جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، اطراف و اکناف سے تحصیل علم کے لئے جوق جوق لوگ حاضر ہوتے تھے، چنانچہ قرآن شریف میں حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ. اسی طرح سہارنپور والوں پر خدا کا احسان ہے، کہ ان کے متعلق ایسا کام کر دیا جس کی جہت سے اطراف و جوانب سے لوگ حاضر ہوں، اور تحصیل علم کریں۔

پس ان لوگوں کے وارد ہونے کو غنیمت جانو اور اپنی خوش قسمتی سمجھو، جس طرح انصار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاون و ناصر تھے، تم علماء کے جو وارث انبیاء کے معاون و مددگار ہو، اس بات میں سعی بعض رؤسا سہارنپور کی، البتہ لائق مشکور ہے، دیکھو مولوی فیض الحسن صاحب خود بنفس نفیس بھاو پور تشریف لے گئے، اور وہاں جا کر جناب سید محمد مہدی خاں صاحب وزیر ریاست سے، ملاقات کر کے جناب مستطاب نواب صاحب والی بھاو پور سے، اس مدرسہ کے لئے اقدام مدرسہ میں بیس روپیہ مہینہ چندہ مقرر کرایا۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء.

پس تم بھی کمر ہمت کی باندھو، اس کام میں کاہلی و سستی نہ کرو، اور دنیا کی اپنی اغراض کو دخل نہ دینا کے امورات کے جاری کرنے اور بدلہ نکالنے کی جگہ دوسری ہیں۔ اس امر میں باہم اتفاق کر کے طالب علموں کی خاطر داری اور کفیل خرچ ہونے میں، اور مکان کی سکونت میں سعی کرو، اور ان کو اپنا بھائی جانو کیوں کہ چند مدت کے واسطے یہ لوگ آتے ہیں، اپنا کام کر کے پھر اپنے گھر چلے جاویں گے، جو شخص ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آوے گا، وہ دنیا میں نیک نام آخرت میں موجب رضامندی سیدالانام ہوگا۔

دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب اہل یمن کا حال بنا، کہ جب ان کے پاس طعام وغیرہ خرچ ہو جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس رہا سہا کچھ باقی رہ گیا اعلیٰ کو جمع کرتے ہیں، اور پھر اس کو برابر بانٹ لیتے ہیں، (۱) تو حضرت نے فرمایا: **هُمْ مِئِی وَ اَنْسَامِئُهُمْ** یعنی وہ میرے ہیں، اور میں ان کا ہوں، دیکھو کیسے پیار کے الفاظ فرمائے، ان کی شان میں۔

(۱) کیفیت سالانہ مدرسہ مظاہر علوم بہار پور۔ سنہ ۱۲۹۹ھ ص: ۱۰-۱۱۔

باب چہارم

چند شاگرد

یوں تو اس دور کے علماء ہمیشہ ہی طالب علم اور معلم ہوتے تھے، جب کسی بڑے عالم سے استفادہ کا موقع ملا ان کی مجالس درس میں حاضر ہو گئے، طالب علم بن گئے اور جب کوئی پڑھنے کتاب جاننے سمجھنے کے لئے آیا، اسکی طرف متوجہ ہو کر گویا استاد بن گئے۔ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب بھی اسی شان کی شخصیت تھے، حضرت مولانا کو زمانہ طالب علمی سے پڑھانے کا موقع ملا، بلکہ اسی نہج پر ان کی تربیت کی گئی تھی کہ وہ پڑھی ہوئی کتابیں عمدہ طریقہ پر پڑھا سکیں۔ حضرت مولانا کے زمانہ طالب علمی کے شاگردوں میں سے صرف ایک نام معلوم ہے اور وہی ایک طالب علم ہزاروں طالب علموں پر بھاری، اپنے عہد کی ممتاز ترین شخصیت، اور اپنے معاصرین سے بہت فائق تھے۔ یہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے لکھا ہے:

”ومن مفاخرہ ان الشیخ العلامہ، بحر العلوم
(محمد قاسم) النانوتوی، اخذ عنہ بعض الكتب

الابتدائیة“ (۱)

غالباً اس وقت حضرت مولانا محمد قاسم کے ساتھی بھی مولانا مظہر سے پڑھتے استفادہ

(۱) اوجز المسائل الی موطا مالک، (مقدمہ) ص: ۴۳ جلد اول (طبع اول تکیوی سہارنپور)

کرتے ہوں گے، اور اس کے بعد بھی مولانا مظہر حضرت مولانا مملوک العلی کی خدمت میں قیام کے زمانہ تک حضرت مولانا مملوک العلی اور دہلی کالج سے وابستہ متعدد طالب علموں نے محمد مظہر سے اسباق لئے ہوں گے، مگر اس دور کے کسی اور شاگرد کا تذکرہ دستیاب نہیں ہوا۔

مولانا محمد مظہر دہلی کالج کی تعلیم سے فارغ ہوتے ہی بنارس کالج میں عربی کے پروفیسر مقرر ہو گئے تھے، بنارس کالج کی ملازمت ترک کی تو تقریباً چار سال سفر حج متفرق مصروفیات اور ملازمتوں میں گزرے، پھر اجمیر کالج میں اسی منصب پر فائز کئے گئے، جو بنارس میں تھا، سنہ ۱۸۵۷ء کے حادثہ نے یہ ملازمت ختم کرائی، اب مطبع منشی نول کشور سے رابطہ ملازمت استوار ہوا، اگرچہ یہاں علمی تصحیح و مقابلہ کتب کا کام تھا مگر قرین قیاس ہے کہ مولانا یہاں بھی درس و افادہ سے غافل نہ رہے ہوں گے۔ مطبع نول کشور سے (۱۲۸۳ھ ۱۸۶۸ء) میں مظاہر علوم سہارنپور آ گئے تھے۔ اس وقت سے زندگی کے آخری دن تک تمام وقت درس و اسباق میں مصروف گزارا۔

درس و افادہ کے اس چالیس سالہ سفر میں مولانا سے کئی ہزار طلبانے پڑھا ہوگا، استفادہ کیا ہوگا، جس میں بلا مبالغہ کئی سو علماء اصحاب ایسے بھی ہوں گے، جو بعد میں خدمت دین، درس فقہ و حدیث اور برصغیر کے دینی علمی کارواں کو آگے بڑھانے میں سرگرم ہوئے، اور اس قافلہ کے ممتاز اور تیز رو مسافروں میں شمار کئے گئے۔ مگر یہ حادثہ اس سے پہلے بھی بار بار گزرا ہے اور اس پر افسوس کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ، ایسے علماء اور اساتذہ کے بہت کم شاگردوں کے نام معلوم و محفوظ ہیں۔

ہمیں حضرت مولانا کے چند شاگردوں کے علاوہ، اکثر کا حال تو کیا نام بھی معلوم نہیں جو نام معلوم ہیں وہ بھی انگلیوں پر شمار کئے جاسکتے ہیں، جس کو حضرت مولانا سے پڑھنے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کا مشکل سے ایک معمولی حصہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

بنارس اور اجمیر کالج نیز لکھنؤ کے قیام کے زمانہ میں مولانا سے پڑھنے والوں کے نام تو اس لئے معلوم نہیں کہ وہ کالج باقی رہے، نہ ان کے دفاتر اور کاغذات:

آں دفتر را گاؤ خورد، و گاؤ راقصاب برد، و قصاب در راہ مرد

اگرچہ مولانا کے معلوم تمام شاگرد مظاہر علوم کے زمانہ تدریس کے ہیں، مگر یہاں بھی ایک بڑی ناکامی کا سامنا ہوتا ہے، کیوں کہ مظاہر علوم کی اس وقت کی رودادوں میں طلبہ کے صرف مختصر نام درج ہوتے تھے جس میں علاقہ کا نام تمام سا تذکرہ ہوتا تھا، نہ ولدیت، نہ خاندان، مسکن، نہ قصبہ و ضلع، کسی کا کچھ تذکرہ نہیں۔ طلبہ کی درجہ بندی کا احوال اور ہر اک کتاب کے سبق میں جو جو طلبہ حاضر رہے، ان کی مکمل فہرستیں بھی دستیاب نہیں۔ اس قسم کی اور کچھ معلومات ہوں گی تو اس دور کے رجسٹروں میں ہوں گی، مگر یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ محفوظ بھی ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو ان سے استفادہ آسان نہیں۔ اس لئے ذیل میں ایسے چند شاگردوں کے صرف نام درج کئے جائیں گے جن کا مولانا سے تلمذ کسی معتبر ذریعہ سے معلوم ہے۔

(۱) اوپر ذکر آیا ہے کہ حضرت مولانا محمد مظہر کے سب سے پہلے معلوم شاگرد، قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی تھے، اس فہرست کا آغاز کرتے ہوئے حضرت مولانا قاسم العلوم کا نام نامی برکت کے لئے درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ حضرت مولانا محمد مظہر، حدیث شریف کی بعض کتابوں کے اسباق میں، حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کی مجلس درس میں، حضرت مولانا محمد قاسم کے رفیق و شریک بھی رہے۔ حضرت شاہ عبدالغنی نے حضرت مولانا محمد قاسم کی سند حدیث میں تحریر کیا ہے:

”ان الاخ الصالح، الكاظم محمد قاسم، اصلح الله شانہ

واكمل ايمانہ. قد قرأ الصحيح لابی الحسين مسلم بن

حجاج القشیری النيساپوری، وجامع ابی عیسی الترمذی

الاقلیل فی کتابین، فانه سماع غیرہ، وثلث الاخر من صحیح البخاری بالقراءة والسماع، وموطا مالک بن انس سمع بعضہ بقراءة ابن اخیه المولوی مظہر“ (۱)

(۲) حضرت مولانا خلیل احمد بن مولوی مجید علی انصاری انیسٹروی حضرت مولانا نے

اکثر درسی کتابیں اور جملہ علوم و فنون حضرت مولانا محمد مظہر سے پڑھے، زمانہ تعلیم کا بڑا حصہ حضرت مولانا محمد مظہر کے فیض صحبت میں گذرا، حضرت مولانا خلیل احمد کی کئی تحریروں میں اس کی صراحت ہے۔ ایک سند میں لکھا ہے:

”وقد حصل لی القراءة والسماع لجميع الكتب وغيرها، علی شیخی و استاذی الحبر الکامل، والبحر الفاضل، الفائض بانوارہ علی النیرین الشمس والقمر، مولانا الشیخ محمد مظہر النانوتوی“ (۲)

مولانا خلیل احمد کو حضرت مولانا محمد مظہر نے درسیات اور حدیث شریف کی تمام کتابوں میں تلمذ اور اجازت کے علاوہ یہ امتیاز حاصل ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحب کی ذات و کمالات میں، حضرت مولانا محمد مظہر کی صحبت، حسن تربیت اور کمالات کی خوشبو اور تاثیر اس طرح رچ بس گئی تھی کہ مولانا خلیل احمد حضرت مولانا کی صفات اور کمالات عملیہ و علمیہ کا نمونہ، بہترین ثنی اور عکس جمیل بن گئے تھے۔

حضرت مولانا خلیل احمد کی شروع صفر ۱۲۶۹ھ دسمبر ۱۸۵۲ء میں ولادت ہوئی، ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ (۱۲ اکتوبر ۱۹۲۷ء) کو مدینہ منورہ میں وفات پائی، بقیع میں دفن کئے گئے۔

(۱) اصل سند کا عکس سوانح قاسمی ص: ۲۶۰ ج: ۱ میں شامل ہے۔ (طبع اول، دیوبند: ۱۳۷۳ھ)

(۲) تذکرۃ الخلیل مولانا عاشق الہی میرٹھی ص: ۲۸۶/۲۸۵ (سہارنپور: ۱۳۹۵ھ)

حضرت مولانا کی دینی علمی خدمات اور کارنامے اور جلیل القدر خلفائے کرام، خصوصاً بذل المجهود لحل ابی داؤد اور شاگردو جانشین، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

(۳) مولانا محمد عبدالحق حقانی، بن محمد امیر۔ از اخلاف شاہ محمد تبریزی متھلہ ضلع انبالہ کے رہنے والے تھے، بعد میں دہلوی نسبت سے مشہور ہوئے۔ ممتاز عالم، مفسر قرآن مجید، متکلم، مناظر اور بڑے خادم دین۔

رجب ۱۲۶۷ھ (مئی ۱۸۵۱ء) میں پیدا ہوئے۔ مولانا کے تعارف میں عموماً یہ لکھا جاتا ہے کہ وہ مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے ممتاز شاگرد تھے، مگر اس کا کم علم ہے کہ مولانا عبدالحق حقانی مدرسہ مظاہر علوم کے ابتدائی دور کے مستفیدین میں سے بھی ہیں۔ مولانا نے غالباً درسیات کے آغاز سے تقریباً اعلیٰ کتابوں تک پوری تعلیم مظاہر علوم سہارنپور میں حاصل کی، مولانا سعادت علی اور مولانا محمد مظہر دونوں سے تلمذ ہے (۱) مظاہر علوم میں مولانا سید محمد علی مونگیری اور مولانا محمد صاحب فاروقی، مولانا کے ہم سبق اصحاب میں شامل تھے (۲) اکثر درسیات مولانا محمد مظہر سے پڑھیں۔

جب مظاہر علوم کے نائب صدر مدرس، مولانا احمد حسن پنجابی مظاہر علوم سے کان پور گئے اس وقت مولانا کے ساتھ مدرسہ کے جو چند طالب علم کان پور گئے تھے، ان میں مولانا عبدالحق حقانی بھی شامل تھے۔ کان پور میں حدیث کی اعلیٰ ترین کتابیں مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے اخذ کیں۔

(۱) تذکرہ علمائے حال، مولانا محمد ادریس گرامی ص: ۳۸ (لکھنؤ: ۱۸۹۷ء)

(۲) سوانح شاہ عبدالقادر رائے پوری مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ص: ۹۵ (لاہور)

تعب ہے کہ سیرت مولانا محمد علی مونگیری میں مولانا مونگیری کے سہارنپور میں پڑھنے کا سرسری سا ذکر ہے، حالانکہ اس کے متعدد شواہد ثبوت اور اطلاعات موجود ہیں۔ مولانا سید محمد علی مونگیری مظاہر علوم کے طالب علم نیز حضرت مولانا محمد مظہر اور حضرت مولانا احمد علی محدث کے خاص شاگرد تھے۔

تعلیم کے بعد درس، تصنیف و تالیف اور عیسائی، ہندوؤں سے اعتراضات کے جوابات دینے اور لکھنے کو مقصد حیات بنایا تمام عمر اس میں مشغول رہے، اعلیٰ درجہ کی تصانیف اور بیسوں مناظرے مولانا کے کمال علم اور قدرت تحریر و کلام کے شاہد ہیں، اور اپنے اپنے موضوعات پر عمدہ ترین علمی ذخیرہ ہیں۔ مولانا کی تفسیر قرآن مجید جو تفسیر حقانی کے نام سے شہرہ آفاق ہے اور خصوصاً اس کا مقدمہ ”البيان في علوم القرآن“ اپنی قسم کی ایک منفرد تالیف ہے جس سے ہمیشہ فائدہ اٹھایا جائے گا۔

۱۲/ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۳۵ھ (مارچ ۱۹۱۷ء) اڑسٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(۳) مولانا عبدالمنان بن شرف الدین۔ وزیر آباد، گوجران والہ (پنجاب) ۱۲۶۷ھ (مئی ۱۸۵۱ء) میں تولد ہوئے، بچپن میں نابینا ہو گئے تھے۔ درسیات کی ابتدائی مختصر کتابیں پڑھ کر سہارنپور آ گئے، مظاہر علوم میں داخلہ لیا، اور تقریباً جملہ درسیات اور تمام علوم و فنون مولانا محمد مظہر صاحب سے پڑھے، مولانا اور لیس نگر امی نے لکھا ہے:

”مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی سے جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ پڑھے“ (۱)

مولانا عبدالحی حسنی کے الفاظ بھی ملاحظہ ہوں:

ثم رحل الی سہارنپور، و لازم الشیخ محمد مظہر النانوتوی
مدۃ من الزمان و اخذ عنہ“ (۲)

سہارنپور سے فراغت کے بعد اور کئی علماء سے استفادہ کیا، کتب حدیث پڑھیں، آخر میں مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کے یہاں حاضر ہوئے، مولانا سے ہدایہ اور صحاح ستہ پڑھ کر اجازت حاصل کی، مولانا نذیر حسین صاحب کے شاگردوں میں علم و فضل، وسعت نظر، کثرت درس و افادہ اور تلمذ کی تعداد میں سب سے ممتاز تھے۔ مولانا شمس الحق ڈیانوی نے لکھا ہے:

(۱) تذکرہ علمائے حال ص: ۵۶

(۲) نزہۃ الخواطر ص: ۳۱۱ ج: ۸

”لا اعلم فی تلامذہ السید نذیر حسین المحدث
اکثر تلامذمنہ، قدملاً الپنجاب من تلامذتہ کانہ ہو حافظ
الصحاح فی هذا العصر“ (۱)

ترجمہ: مجھے معلوم نہیں کہ مولانا سید نذیر حسین کے تلامذہ میں سے کسی
کے ان سے زیادہ شاگرد ہوں۔ صوبہ پنجاب ان کے شاگردوں سے بھر گیا
تھا، گویا اس زمانہ میں وہ صحاح ستہ کے حافظ تھے۔

مولانا عبدالحی حسنی نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا کو نحو اور لغت میں اعلیٰ درجہ کی مہارت تھی
، رجال حدیث فن جرح و تعدیل اور ان کے طبقات کی مکمل اطلاع تھی، حدیث کے فنون
میں عالی و نازل، صحیح و سقیم میں نظر ثاقب رکھتے تھے اور دینی متون کے حافظ تھے۔ (۲)
مولانا عبد المنان کی رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۶ء) میں وفات ہوئی۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم میر سیال کوٹی، اور مولانا محمد اسماعیل وغیرہ مولانا
عبد المنان کے ممتاز شاگردوں میں تھے۔

(۵) مولانا مفتی عبداللہ بن صابر علی ٹونگی۔ نامور عام، مدرس، ٹونک میں پیدا ہوئے،
تعلیم کے لئے مختلف مقامات کا سفر کیا، مولانا مفتی اطف اللہ علی گڈھی وغیرہ علماء سے استفادہ
کیا، آخر میں حدیث شریف پڑھنے کے لئے سہارنپور پہنچ کر مظاہر علوم میں داخلہ لیا، صحاح
ستہ وغیرہ پڑھیں اور ان کی اجازت و سند حاصل کی۔

مظاہر علوم کی روادوں کے طلبہ کی متعدد دفہرستوں میں مولانا کا نام درج ہے۔ جس سے یہ
بھی واضح ہے کہ مولانا نے حضرت مولانا احمد علی کے علاوہ مولانا مظہر سے بھی پڑھا ہے۔
مولانا فیض الحسن سہارنپور سے عربی ادب میں کمال حاصل کیا۔

(۱) تذکرہ علمائے حال ص: ۵۶

(۲) نزہتہ ص: ۳۱۲ ج: ۸، نیز دیکھئے تذکرہ علمائے پنجاب ص: ۳۶۰۳۵۸ جلد اول (لاہور: ۱۹۹۸)

سہارنپور کے زمانہ تعلیم میں مولانا تجل حسین دسنوی اور علامہ شبلی نعمانی مولانا عبداللہ کے رفیق و ہم سبق تھے، تینوں ذہین و طباع اور عمدہ تعلیمی صلاحیتوں سے مالا مال تھے، اس لئے آپس میں علمی گفتگو بھی رہتی تھی، جو کبھی کبھی بحث و مناظرہ سے بڑھ کر مجادلہ تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ مولانا تجل حسین کی ایک مرتبہ لکھنؤ میں مولانا شبلی نعمانی سے ملاقات ہوئی، اور زمانہ طالب علمی کا دور زندہ ہو گیا، اس وقت کی باتوں کا تذکرہ آیا اسی میں مولانا دسنوی نے فرمایا:

”وہ یاد ہے جو سہارنپور کی جامع مسجد میں تم سے اور مفتی عبداللہ ٹونکی سے مناظرہ ہوا تھا، اور پنجابی طلبہ ان کے ساتھ اور پوری تمہارے ساتھ تھے اور آخرہ مناظرہ نے مجادلہ کی صورت اختیار کر لی اور ہم لوگ تم (علامہ شبلی) کو اپنی حفاظت میں لے کر قیام گاہ پر لوٹے تھے“ (۱)

تعلیم کے بعد مدرسہ عبدالرب میں دہلی میں مدرس ہوئے، برسوں تک وہاں پڑھایا۔ مولانا فیض الحسن کی وفات کے بعد، اور نیٹل کالج لاہور میں شعبہ عربی کے پروفیسر اور سربراہ منتخب کئے گئے، اس منصب پر بھی طویل عرصہ تک فائز رہے۔ لاہور میں مولانا کا علمی سماجی دنیا میں بڑا مرتبہ تھا، گویا قبول عام حاصل تھا۔ اس زمانہ میں ندوۃ العلماء کی آواز اٹھی اس میں بھی بہت اہتمام اور جذبہ سے شریک ہوئے، سنہ ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸ء میں ندوۃ العلماء کے تعلیمی سلسلہ اور مدرسہ کا آغاز ہوا، جس کا پہلا سالانہ امتحان شعبان ۱۳۱۷ھ (دسمبر ۱۸۹۹ء) میں ہوا تھا، امتحان لینے والوں میں مولانا عبداللہ ٹونکی جو اس وقت اور نیٹل کالج میں پروفیسر تھے، شامل تھے۔ (۲)

(۱) حیات شبلی علامہ، سید سلیمان ندوی..... ص: ۸۹ (اعظم گڑھ: ۱۹۹۹ء)

(۲) تاریخ ندوۃ العلماء، تالیف مولانا اسحاق جلیس ص: ۲۲۸، ۲۲۳، ۲۲۴ جلد اول (لکھنؤ: ۱۳۰۳ھ)

سنہ ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مدرس اور مدرسہ کے پرنسپل نامزد ہوئے۔ سنہ ۱۳۳۳ھ (اپریل ۱۹۱۲ء) میں ندوہ کے انتظامی عہدہ اور تدریس سے مستعفی ہو کر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں استاد ہو گئے، اس ملازمت کے دوران فوج میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بھوپال اپنے فرزند، مولوی انوار الحق صاحب کے پاس آ گئے تھے، وہیں ۲۵ صفر سنہ ۱۳۳۹ھ (۷ نومبر ۱۹۹۲ء) میں وفات ہوئی، (۱) ندوہ کے اجلاس منعقدہ شعبان ۱۳۳۳ھ میں قرارداد تعزیت منظور کی گئی۔ (۲)

(۶) مولانا سید تجمل حسین دسنوی بہاری۔ عالم، صوفی، صاحب ارشاد و معرفت۔ مولانا کی نسبت معلومات بہت کم دستیاب ہیں۔ خاندان و نسب اور ابتدائی تعلیم وغیرہ کا تذکرہ راقم سطور کو نہیں ملا، اعلیٰ درسیات کی تعلیم کے لئے مظاہر علوم میں داخلہ لیا، علامہ شبلی نعمانی اور مولانا عبداللہ ٹونگی وغیرہ رفقاء درس میں تھے، اس رفاقت اور طالب علمی کی یادوں کا دونوں کی ملاقاتوں میں ذکر آتا تھا۔ ایک ملاقات میں علامہ شبلی نعمانی نے مولانا کو یاد دلایا کہ: میں نے تمہیں قطبی پڑھائی ہے، تم میرے شاگرد ہو۔ مولانا تجمل حسین نے بے تکلف کہا: ”تم مجھے قطبی پڑھاتے تھے کہ بزا خفش بنا کر اپنی منطق صاف کرتے تھے“

تینوں صاحبان حضرت مولانا احمد علی محدث اور مولانا محمد مظہر کے دسترخوان علم کے خوشہ چین شاگرد اور نیاز مند تھے۔ تذکرہ علمائے بہار کے مؤلف نے بلا کسی حوالہ کے لکھا ہے کہ: ”مولانا تجمل حسین نے مولانا محمد مظہر سے تفسیر اور مولانا احمد علی سے حدیث پڑھی“

(۱) تاریخ ندوۃ العلماء تالیف جناب شمس تبریز خاں صاحب ص: ۲۳۳/۲۳۴ (لکھنؤ: ۱۳۰۲ھ)

(۲) مولانا مفتی انوار الحق، بھوپال کے وزیر تعلیم اور علمی دینی ادبی خدمات کے لئے معروف ہیں، ۱۳۵۹ھ (۱۹۳۹)

میں وفات ہوئی۔ بھوپال دیوان غالب کا ایک نسخہ منمتی صاحب کے حوالہ سے مشہور ہے۔

تاہم قرآن واطلاعات اس اطلاع کی مؤید ہیں۔ یہ تینوں صاحبان مظاہر علوم سے ایک ساتھ فارغ ہوئے، تذکرہ علمائے بہار میں مولانا تجمل حسین کے مظاہر علوم سے فراغت اور اجازت کی تاریخ جمادی الاخرہ ۱۲۹۵ھ (جون ۱۸۷۸ء) لکھی ہے، مظاہر علوم کی سالانہ روداد میں بھی اس سال کی فہرست میں مولانا کا نام شامل ہے، لیکن علامہ شبلی نعمانی تعلیمی سال پورا کرنے اور سالانہ امتحان سے پہلے ہی سفر حج کے لئے روانہ ہو گئے تھے، اس لئے مدرسہ کی مطبوعہ روداد میں علامہ کا نام شامل نہیں۔

مولانا کو، شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی اور حضرت حاجی امداد اللہ سے اجازت و خلافت تھی۔ (۱)

باغ و بہار بے تکلف بزرگ تھے، کسی بات سے آزرہ خاطر نہ ہوتے، بڑی عمر پا کر ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ (مئی ۱۹۲۲ء) میں دینہ میں وفات ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔

علامہ شبلی نعمانی کا مولانا محمد مظہر سے تلمذ اور مظاہر علوم میں تعلیم

حضرت مولانا محمد مظہر کے شاگردوں کی اس فہرست میں جب مولانا مفتی عبداللہ ٹونگی اور مولانا تجمل حسین صاحب دسنوی کا تعارف شامل ہے تو ضروری ہے کہ اس میں علامہ مولانا شبلی نعمانی کا بھی ذکر کیا جائے۔ اگرچہ علامہ شبلی کے احوال میں اس کی صراحت نہیں کہ، علامہ نے مولانا محمد مظہر سے پڑھا ہے، مگر مذکورہ بالا دونوں علماء [مولانا ٹونگی اور دسنوی] سے بہار پنور میں علامہ کی جو رفاقت اور ہم سبقی تھی، اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ علامہ بھی ان کے ساتھ مظاہر علوم کے طالب علم رہے ہوں گے، اور جب مظاہر علوم میں داخل ہوئے اور وہاں اعلیٰ درسیات، یا حدیث شریف کے سبق

(۱) حضرت حاجی امداد اللہ سے مولانا تجمل حسین کو اجازت کا علامہ سید سلمان ندوی نے یاد رفتگان میں ذکر کیا ہے، (زیر تذکرہ علامہ شبیر احمد عثمانی) ص: ۲۳۲ (کراچی: ۱۹۵۵ء)

پڑھے تو علامہ نے مدرسہ کے اس وقت کے نظام کے مطابق، مولانا محمد مظہر سے ان سنیں کی زیر درس کتاب بھی ضرور پڑھی ہوگی اس لئے علامہ شبلی نعمانی کا مدرسہ مظاہر علوم کے طلبہ میں اور حضرت مولانا محمد مظہر سے پڑھنے والوں میں شمار کیا جانا ہر پہلو سے قابل قبول ہے، مگر اس کی صراحت نہیں ملی اس لئے یہاں علامہ کا نام حضرت مولانا کے باقاعدہ تلامذہ میں شامل نہیں، تاہم علامہ کے مظاہر علوم میں داخلہ اور تعلیم پر راقم سطور نور الحسن راشد کاندھلوی نے ایک علیحدہ مضمونچ لکھا ہے، جو مظاہر علوم پر اس کی تالیف میں شامل ہے، اس سے رجوع فرمائیں۔

(بے) مولانا عبدالجبار بن منشی بدرالدین عمر پوری [عمر پور، ضلع مظفرنگر، یوپی] مشہور

اہل حدیث، عالم، عربی کے ادیب شاعر اور علمی مجلوں کے مدیر و نگراں۔

۱۲۷۷ھ (۶۱-۱۸۶۰ء) میں تولد ہوئے۔ ابتدائی درسیات مختلف علماء سے پڑھیں،

اعلیٰ درسیات کے لئے مظاہر علوم میں داخلہ لیا، مظاہر علوم کی سنہ ۱۲۹۵ھ کی روداد میں مولانا کا نام درج ہے (۱) فقہ و اصول حضرت مولانا محمد مظہر سے پڑھے اور حدیث شریف کی چند کتابیں بھی۔ مولانا عبداللحی الحسنی نے لکھا ہے:

”وقرأ الفقه والاصول وبعضاً من الحدیث الشریف علی

مولانا محمد مظہر النانوتوی“ (۱)

مولانا اور لیس نگرامی نے جو مولانا عمر پوری کے معاصر تھے، مولانا سے دریافت کر کے مولانا کا حال لکھا ہے، جس میں سہارنپور کی تعلیم اور مولانا محمد مظہر سے پڑھی گئی کتابوں کا نسبت مفصل ذکر ہے، جو یہ ہے:

روداد مظاہر علوم سنہ ۱۲۹۵ھ ص: ۷..... ۶ (۲) نزہتہ ص: ۸

(۱) تذکرہ علمائے حدیث ہند ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی ص: ۱۶۶ (طبع اول) (دہلی: ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۸)

”۱۲۹۳ھ میں جب کہ قحط عظیم ہوا آپ سہارنپور آئے اور مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی مرحوم سے، شرح وقایہ، ہدایہ، توحیح، مسلم الثبوت، سببہ معلقہ، دیوان متنہی، تفسیر جلالین، قدرے تفسیر بیضاوی، سنن ترمذی و ابوداؤد پڑھے اور مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری سے دیوان حماسہ، خطبہ قاموس تفسیر بیضاوی، باقی ماندہ تمام درس، مطول میرزاہد، رسالہ میرزاہد ملا جلال، حمد اللہ، قاضی مبارک، صدر، شمس بازنہ تحصیل کیا۔“

صحاح ستہ کی اجازت و تکمیل حضرت مولانا احمد علی محدث سے کی، غالباً اسی زمانہ میں مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے عربی ادب میں کمال حاصل کیا، پھر دہلی مولانا سید نذیر کی خدمت میں پہنچے، مکرر دورہ حدیث پڑھا، متعدد مقامات پر درس و افادہ اور تذکیرو اصلاح کی خدمت انجام دیں۔ کلکتہ سے احیاء السنہ کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا۔ سنہ ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۶ء) میں وفات ہوئی۔ ۷

(۸) مولانا راغب اللہ بن مولانا محبت اللہ عثمانی پانی پتی۔ عالم، فاضل، مدرس اور

محتشی۔

رجب ۱۲۶۹ھ (اپریل، مئی ۱۸۵۳ء) میں پیدا ہوئے، کچھ دنوں وطن میں پڑھا، پھر سہارنپور کا سفر کیا، مظاہر علوم میں داخل ہوئے، مولانا محمد مظہر نیز مولانا احمد حسن بٹالوی سے درسیات اخذ کیں، مولانا ادریس نگر امی نے لکھا ہے:

”مولانا محمد مظہر صاحب مرحوم، مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم، حضرت مولانا محمد لطف اللہ علی گڑھی، حضرت مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی سے جملہ علوم رسمہ پڑھے۔ (۱)

تذکرہ علمائے حال..... مولانا ادریس نگر امی ص: ۳۷ (لکھنؤ: ۱۸۹۷)

(۱) روداد مظاہر علوم، سنہ ۱۲۹۸ھ ص: ۹

۱۲۹۸ھ میں جو صاحبان مظاہر علوم سے فارغ ہو گئے تھے، یا اعلیٰ درجہ کی کتابیں پڑھ چکے تھے، ان میں ”مولوی راغب اللہ صاحب مدرس مدرسہ پانی پت“ (۱) کا نام شامل ہے۔ تعلیم کے بعد پانی پت میں قیام کیا، مدرسہ گنبدان (نزد درگاہ شیخ جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی) کے منتظم و منصرم رہے اور اس کو ترقی دی۔ سنہ ۱۳۲۰ھ کے (۳-۱۹۰۲ء) کے قریب وفات ہوئی (۲)

(۹) مولانا مفتی شاہ دین، بن محکم الدین لدھیانوی۔ بڑے عالم اور فقیہ تھے، فقہ میں ید طولی اور بلند مرتبہ کے علاوہ معقولات، خصوصاً ہیئت میں فرد فرید تھے۔ اپنے وطن کے اطراف میں ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر سہارنپور آئے مظاہر علوم میں داخلہ لیا، مولانا محمد مظہر سے متوسطات اور درسیات کا اکثر حصہ پڑھا، تذکرہ علمائے حال میں ہے:

”مولانا محمد مظہر اور مولانا محمد لطف اللہ صاحب علی گڑھی سے علم کی تحصیل ہوئی“ (۲) ان علماء سے استفادہ کے بعد، گنگوہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے، حدیث پڑھی اور فقہ میں کثیر استفادہ کیا۔ مولانا شاہ دین کی خودنوشت تحریریں راقم سطور نے دیکھی ہیں جس میں وہ حضرت مولانا گنگوہی کو اپنا سرمایہ فخر استاد شمار کرتے ہیں۔ تعلیم کے بعد مدرسہ منبع العلوم گلاوٹھی میں برسوں تک درس دیا، اس زمانہ میں یہ مدرسہ مولانا کی وجہ سے ہیئت اور فقہ کی تعلیم میں فخر اقران بنا ہوا تھا۔ آخر میں وطن واپس آ گئے تھے، یہیں وفات ہوئی، سنہ وفات معلوم نہیں۔ (۳)

(۱) تذکرہ علمائے حال ص: ۲۵ / نیز نزہتہ ص: ۸ / ۱۳۴

(۲) تذکرہ علمائے حال ص: ۲۵ / نیز نزہتہ الخواطر ص: ۱۳۴ ج: ۸

(۳) تذکرہ علمائے حال ص: ۱۸ / ۱۷۱ / نیز نزہتہ ص: ۷۵

اور ان کی علمی تصنیفی خدمات مولانا شاہد سہارنپوری ص: ۳۸۳-۳۸۰ جلد اول طبع اول۔

(۴) تذکرہ علمائے حال ص: ۳۱ / نیز نزہتہ ص: ۸ / ۱۷۳

(۱۰) مولانا امیر باز خاں بن حافظ نامدار خاں، مظفرنگری سہارنپوری۔ عالم، مدرس، مصنف اور شیخ طریقت۔

موضع بھوجپور نزد تھانہ بھون ضلع مظفرنگری میں ۱۲۵۷ھ (۱۸۴۱ء) میں پیدا ہوئے مقامی علماء خصوصاً حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی سے پڑھا، مظاہر علوم قائم ہوا اس میں سب سے پہلے جو بیرونی طلبہ داخل ہوئے، ان میں مولانا امیر باز خاں بھی شامل تھے، حضرت مولانا سعادت علی اور مولانا محمد مظہر صاحب سے درسیات مکمل کیں، حضرت مولانا احمد علی محدث سے درس حدیث لیا ۱۲۸۷ھ میں تعلیم سے فارغ ہوئے۔ متعدد اکابر علماء حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا احمد حسن پٹیلوی وغیرہ سے بھی تلمذ حاصل ہے۔

تعلیم کے بعد مظاہر علوم میں مدرس نامزد کئے گئے، تعلیم سے طلبہ اور اہل مدرسہ خوش اور مطمئن رہے مولانا شاہ عبدالرحیم سنسار پورعی مقیم سہارنپور سے بیعت ہوئے، جو شاہ عبدالغفور صواتی کے خلیفہ مجاز تھے۔ اجازت و خلافت حاصل کی مرشد کی خدمت اور طریقہ ارشاد تربیت کو عام کرنے میں زندگی گزار دی۔

چھوٹی بڑی تقریباً پچاس تالیفات یادگار ہیں جس میں سے چند بہت مشہور ہیں۔ ربیع الاخر ۱۳۲۵ھ (اپریل ۱۹۰۷ء) کو وفات ہوئی۔

(۱۱) مولانا اشرف علی بن عبدالغفور حنفی جالندھری۔ سلطان پور ضلع کپورتھلہ میں رمضان سنہ ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۲ء) میں تولد ہوئے۔ اپنے والد وغیرہ سے ابتدائی درسیات پڑھیں، سنہ ۱۲۹۱ھ سے ۱۲۹۳ھ تک دہلی میں مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی سے معقولات اور طبائے دہلی سے طب پڑھی، پھر سہارنپور آئے، مولانا محمد مظہر مولانا احمد حسن سے

(۱) تذکرہ علمائے حال ص: ۱۲/۱۳..... نزہتہ ص: ۵۹: ج: ۸ تمہید مذاوضات رشیدیہ (مجموعہ مکتوبات مولانا گنگوہی بنام اشرف علی مذکور مرتبہ حکیم نور الحسن منظور فرزند موصوف)

درسیات مکمل کیں، حضرت مولانا احمد علی سے اجازت حدیث لی، گنگوہ پہنچ کر حضرت مولانا گنگوہی کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے، متعدد تالیفات یادگار ہیں۔ سنہ وفات معلوم نہیں۔

(۱۲) مولانا نور احمد بن شہاب الدین پسروری امرتسری۔ ممتاز عالم، فقیہ، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے نامور محشی اور عیسائیت پر نقد و نظر میں ممتاز۔ پسرور ضلع سیال کوٹ پنجاب کے رہنے والے تھے، وہیں پیدا ہوئے اور ابتدائی درسیات پڑھیں۔ مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور اعلیٰ ترین کتابوں تک تمام درسیات اور حدیث شریف حضرت مولانا محمد مظہر مولانا احمد حسن بٹالوی اور حضرت مولانا احمد علی سے پڑھیں۔

سنہ ۱۲۹۸ھ میں حج و زیارت کے لئے حاضر ہوئے، مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے رد عیسائیت میں گہرا استفادہ کیا، اور اس کی اجازت حاصل کی، مکہ مکرمہ اور حرمین شریفین کے علمائے کرام کی خدمات میں بھی حاضر رہے، ان سے استفادہ کیا اور اجازت حاصل کیں، واپسی کے بعد امرتسر میں قیام کیا، ہمیشہ درس و افادہ میں مشغول رہے، امرتسر سے ایک علمی رسالہ ”الفقہ“ کے نام سے جاری کیا تھا۔

مولانا کاسب سے بڑا کارنامہ اور دائمی علمی دینی یادگار، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی تصحیح و تخریج اور نہایت مفید حاشیہ ہے، جو اعلیٰ درجہ کے کمالات سے آراستہ ہو کر امرتسر سے نو حصوں یا تین بڑی جلدوں میں چھپا تھا، یہ نسخہ کتابت و طباعت کے لحاظ سے بھی دیدہ زیب اور بے نظیر ہے۔

مولانا کی شعبان ۱۳۴۸ھ (جنوری ۱۹۳۰ء) امرتسر میں وفات ہوئی، وہیں دفن کئے

گئے (۱)

(۱) تذکرہ علمائے حال ص: ۹۵ و نزہۃ ص: ۳-۲-۵/ج: ۸

(۱۳) مولانا حسین علی بن حافظ میاں محمد، واں پچھراں والی (میاں والی، پاکستان) جلیل القدر عالم، مفسر قرآن اور سلسلہ نقشبندیہ کے عالی مرتبہ شیخ، دعوت توحید اور رد بدعات میں نادر روزگار شخصیت۔

سنہ ۱۲۸۳ھ (۶۷-۱۸۶۶ء) میں پیدا ہوئے، میزان الصرف سے حمد اللہ تک کی درسی کتابیں اپنے علاقہ کے علماء سے پڑھیں، پھر سہارنپور آئے، مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور جملہ درسیات مولانا محمد مظہر سے مکمل کیں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حدیث شریف پڑھی اور حضرت مولانا کی تمام درسی تقریریں قلم بند کیں (۱)۔
مولانا محمد مظہر سے جو پڑھا اس میں تفسیر خاص طور سے شامل ہے، متعدد اطلاعات سے لگتا ہے کہ مولانا مظہر کے یہاں درس تفسیر کا خاصا اہتمام تھا اور تفسیر خاص ترتیب سے پڑھاتے تھے۔ مولانا حسین علی مولانا محمد مظہر کے واسطے سے تفسیر کی اجازت دیتے تھے ایک سند میں لکھا ہے:

”امابعد فیقول حسین علی بن محمد بن عبد اللہ، قرأت تفسیر القرآن علی الشیخ محمد مظہر، عند الشاہ محمد اسحاق“ (۲)

اس وقت کے پنجاب اور سندھ کے ممتاز شیخ طریقت، شیخ عثمان بن عبد اللہ دامانی نقشبندی سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ اپنے یہاں اصلاح اور توحید کی آواز بلند کی، اس میں بہت تکلیفیں بھی اٹھائیں مگر اس پر قائم رہے۔ اس

(۱) نزہۃ ص: ۱۲۲/ج: ۸

(۲) بلغة الحیران فی ربط آیات القرآن افادات درس تفسیر مولانا حسین علی، مرتبہ مولانا غلام اللہ خاں (طبع اول گوجران والا۔ بلاسنہ) نیز تذکرہ مولانا غلام اللہ خاں مرتبہ عبدالمعبود صاحب ص: ۱۸ (راول پنڈی۔ بلاسنہ)

مقصد کے لئے درس قرآن مجید کا اہتمام کرتے تھے اور واشگاف طریقہ پر اس کی دعوت دیتے اور کوشش فرماتے، رجب سنہ ۱۳۶۳ھ (جولائی ۱۹۴۴ء) میں وفات ہوئی۔
متعدد علمی آثار یادگار ہیں، جس میں مذکورہ بالا درسی افادات قرآن مجید کے علاوہ، حضرت مولانا گنگوہی کی صحیحین بخاری و مسلم کی تقریریں قابل ذکر ہیں۔ اور بھی کئی کتابیں حدیث فقہ اور سلوک پر ہیں۔

(۱۴) مولانا نور محمد بن علی محمد لدھیانوی۔ لدھیانہ کے ایک گاؤں مانگٹ میں پیدا ہوئے، سہارنپور آئے، مظاہر علوم میں داخلہ لیا، یہاں حضرت مولانا احمد علی محدث مولانا محمد مظہر اور مولانا امیر باز خاں سے تعلیم حاصل کی، پھر لدھیانہ میں تعلیم میں مشغول ہو گئے سنہ وفات معلوم نہیں (۱)

(۱۵) مولانا مقیم الدین سلطان محمد۔ ڈھال پتی صوبہ خیل پٹھان، موضع کوٹ مریز علاقہ ٹانک (صوبہ سرحد حال پاکستان) کے باشندے تھے۔ متوسطات تک ایک مقامی عالم سے پڑھ کر سہارنپور آئے اور آخر تک جملہ درسیات مولانا محمد مظہر اور مولانا احمد حسن صاحب سے پڑھیں، مولانا عبدالحق خیر آبادی سے بھی تلمذ اور استفادہ کیا۔ تعلیم کے بعد سندیلہ آئے، ایک مدرسہ میں رہے، بعد کے حالات اور سنہ وفات معلوم نہیں۔ (۳)

(۱۶) پیر سید جماعت علی شاہ بن سید کریم شاہ۔ علی پور، سیال کوٹ (حال پاکستان) ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کر کے لاہور گئے، لاہور میں مولانا فیض الحسن سہارنپوری وغیرہ سے پڑھا۔ پھر سہارنپور پہنچے، مظاہر علوم میں داخلہ لیا، مولانا محمد مظہر سے اکتساب فیض کیا،

(۱) نزہۃ الخواطر ص: ۱۲۳/۱۲۱ حل: ۸ تذکرہ علمائے پنجاب اختر راہی ص: ۱۵۹/۱۲۶۲ (طبع دوم لاہور: ۱۹۹۸)

نیز تذکرہ مولانا غلام اللہ خاں، ص: ۱۳-۱۹۔

(۲) تذکرہ علمائے حال ص: ۹۶ نزہۃ ص: ۵۱۱ ج: ۸۔

(۳) تذکرہ علمائے حال ص: ۹۰، نزہۃ ص: ۸/۳۲۔

مولانا احمد حسن کانپوری وغیرہ متعدد علماء سے فیضیاب ہوئے۔ شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے بیعت ہوئے، مولانا فقیر محمد جوردی سے سلسلہ نقشبندیہ میں اجازت بیعت حاصل تھی۔

۲۶/ ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ (اگست ۱۹۵۱ء) کو وطن میں وفات ہوئی۔

[یہ مولانا محمد مظہر کے آخری شاگرد تھے، ان پر اس مبارک سلسلہ کا خاتمہ ہو گیا] (۱۷) پیر مہر علی شاہ بن سید نذر دین۔ جید عالم، نامور مرشد، قادیانیت کے خلاف علمی اور اعلیٰ جدوجہد کے سپہ سالار عمدہ ترین کتابوں کے مصنف۔

گوڑہ راول پنڈی میں رمضان ۱۲۷۵ھ (اپریل ۱۸۵۹ء) میں پیدا ہوئے۔ مختلف مقامات کے علمائے کرام اور مدرسین سے درسیات اخذ کیں، آخر میں تکریم علوم اور درس حدیث کے لئے سہارنپور آئے، مظاہر علوم میں داخلہ لیا، مولانا محمد مظہر اور حضرت مولانا احمد علی سے صحیحین وغیرہ پڑھیں اور اجازت حاصل کی۔

مکہ معظمہ حاضری کے وقت مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے استفادہ کیا، حضرت حاجی امد اللہ کی خدمت میں حاضر اور درس مثنوی مولانا روم میں شریک رہے، میر صاحب کی ایک تقریر سے خوش ہو کر حضرت حاجی صاحب نے اجازت و خلافت سے نوازا۔ میر صاحب کا مکہ معظمہ میں ہی رہنے کا خیال تھا مگر حاجی صاحب نے فرمایا:

”جلد ہندوستان واپس جاؤ وہاں ایک فتنہ رونما ہونے والا ہے اس

کے مقابلہ اور تدارک کا انتظام کرو۔“

اس لئے واپس آ گئے، یہ قادیانیت کا فتنہ تھا، پیر صاحب نے پوری قوت اور کوشش سے اس کا کامیاب مقابلہ فرمایا۔

پیر صاحب کی پنجابی زبان کی نعتیں بے نظیر ہیں، خصوصاً یہ شعر زبان زد خاص و عام ہے:

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا

گستاخ انکھیاں کتھے جا اڑیاں

۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ (۱۱ مئی ۱۹۳۷ء) کو گوڑہ میں وفات ہوئی، وہیں دفن کئے گئے۔ (۱)

(۱۸) مولانا غلام محمد بن رمضان ہوشیار پوری۔ عالم اور مدرس۔

تقریباً ۱۲۶۵ھ (۲۹-۱۸۲۸ء) میں ولادت ہوئی، پنجاب کے علماء سے درسیات ایک حصہ پڑھا، پھر مظاہر علوم داخل ہوئے، یہاں مولانا محمد مظہر، مولانا احمد علی حسن وغیرہ سے پڑھا۔ اس کے بعد دہلی اور پانی پت کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، درس و افادہ میں مصروف رہے، سنہ وفات معلوم نہیں۔ (۲)

(۱۹) مولانا محمد فاروقی حالندھری والد کا نام و نسب سنہ ولادت اور حالات راقم سطور کے علم میں نہیں۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے صرف یہ لکھا ہے:

”بڑے عالم تھے، حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی بانی مظاہر علوم سے تلمذ تھا اور مولانا عبدالحق حقانی کے ہم سبق تھے۔ بڑی عاشقانہ اور دردمند طبیعت پائی تھی، حضرت مولانا گنگوہی سے بیعت ہو گئے تھے۔ حضرت نے ان کو ارشاد فرمایا تھا کہ آپ وعظ ہی کہتے پھریں یہی آپ کا وظیفہ ہے۔“

(۱) تعارف کے لئے مدرسہ مظاہر علوم کی رودادوں کے علاوہ تذکرہ علمائے پنجاب ص: ۷۵۸ تا ص: ۷۶۳ ج: ۲ (لاہور: ۱۹۹۸) سے استفادہ کیا گیا ہے۔ پیر صاحب کی ایک عمدہ سوانح مہر منیر کے نام سے شائع ہو چکی ہے، جو راقم کے مطالعہ سے گزری ہے مگر افسوس ہے کہ اس وقت دستیاب نہیں ہو سکی۔

(۲) تذکرہ علمائے حال ص: ۳۔

جہاں سے گذرتے علم و صلاح کی ہوا چل جاتی، اور انابت الی اللہ کا دروازہ کھل جاتا تھا اکثر وعظ سننے والے توبہ کر لیتے، تہجد گزار ہو جاتے۔ رائے پور گوجران کے مشہور برگزیدہ عالم دین، مولانا فقیر اللہ صاحب کے استاد تھے۔ سنہ ۱۳۲ھ (۱۹۰۲ء) میں وفات ہوئی۔ (۱)

(۲۰) مولانا حشمت علی بن سید محمد علی بخش بنارسی، خاندان کا ضلع مظفر نگر کے سادات بارہہ سے تعلق تھا، مولانا کے والد نے بنارس میں قیام کیا۔

مولانا ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ سے دو تین سال پہلے تولد ہوئے، بیس سال کی عمر تک فضول گنوائی، اس کے بعد توفیق الہی رفیق ہوئی تو تعلیم اور دین کی طرف توجہ ہوئی، والدین کے انتقال کے بعد گھر سے نکل منگلور [سہارنپور] اور دارالعلوم دیوبند پہنچ کر شرح جامی اور کنز الدقائق تک پڑھا۔ اس دوران حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے شرف بیعت حاصل ہوا، سنہ ۱۲۹۷ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا، حضرت مولانا محمد مظہر سے درسیات پڑھیں اور مولانا کی وفات کے دن تک مولانا کی خدمت میں حاضر رہے۔

مولانا حشمت علی کو حضرت مولانا محمد مظہر سے بے حد انسیت اور نہایت عقیدت و محبت تھی، مولانا کی خدمت میں حاضر رہتے اور ہر خدمت بجالانے کو سعادت سمجھتے، مولانا حشمت علی کی تالیف ”طریقہ شریعت“ حضرت مولانا محمد مظہر کے متعلق قیمتی اور مفید معلومات فراہم کرتی ہے، اس کے متعدد اقتباسات اس کتاب میں آئے ہیں، نیز اس کے مولانا محمد مظہر سے متعلق تمام صفحات، زیر نظر تالیف میں ضمیمہ کے طور پر شامل ہیں۔

سنہ وفات مجھے نہیں ملا۔

(۲۱) مولانا منصور علی خاں بن حسن علی خاں مراد آبادی۔ مشہور عالم، فقہ و فتاویٰ اور متکلمانہ علوم و مباحث کے ماہر و فاضل۔

(۱) سوانح مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری۔ حاشیہ ص: ۹۵ / (لاہور: ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے تعلیم حاصل کی اور طویل عرصہ تک حضرت کی مولانا کی صحبت سے فیض یاب ہوئے، مولانا احمد علی کی خدمت میں حدیث پڑھی اور مولانا کی صحبت سے بھی برسوں استفادہ کیا، تعلیم کی تکمیل پر دکن کا سفر کیا، مدرسہ طیبہ حیدرآباد میں برسوں تک پڑھایا۔

آخر میں معاشی ضرورت سے مکہ معظمہ حاضر ہوئے، مکہ معظمہ میں ۱۳۳۷ھ (۱۹-۱۹۱۸ء) میں وفات ہوئی (۱) مذہب منصور اور معیار الادویہ معروف تالیفات ہیں۔

(۲۲) مولانا حافظ قمر الدین سہارنپوری عالم، مدرس اور جامع مسجد سہارنپور کے امام۔ مدرسہ مظاہر علوم کے سب سے پہلے طالب علم، جس سے حضرت مولانا سعادت علی نے مدرسہ کا آغاز فرمایا، مدرسہ کی روداد میں اس کی ان الفاظ میں صراحت ہے:

”حافظ صاحب مرحوم اس مدرسہ کے سب سے پہلے، اور اس زمانہ کے طالب علم تھے، جب کہ حضرت مولانا مولوی قاری سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپوری نے، یہ مدرسہ رجب ۱۲۸۳ھ میں قائم فرمایا تھا۔ اول حافظ صاحب کو حضرت مولانا موصوف نے عربی میں شروع کرائی تھی“ (۲)

آخر تک تمام تعلیم مدرسہ میں حاصل کی، دوران تعلیم مدرسہ میں مدرس بنائے گئے تھے آخر تک مدرسہ سے وابستہ رہے، مدرسہ کے چندہ کے لئے بھی حضرت مولانا سعادت علی کے سب سے پہلے معاون تھے۔

طویل عرصہ تک جامع مسجد سہارنپور کے امام رہے، اعلیٰ درجہ کا تقویٰ اور جماعت کا غیر معمولی اہتمام تھا، آخری وقت کی آخری نماز بھی شدید معذوری اور فالج کے باوجود

(۱) نزہۃ ص: ۸/۲۸۲

(۲) روداد مظاہر علوم برائے ۱۳۳۲ھ ص: ۴

جماعت سے پڑھی۔ جن دنوں میں فاج کی وجہ سے نماز پڑھانا ناممکن تھا، اس وقت حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی، جو اس وقت مظاہر علوم میں مدرس تھے، حافظ صاحب کی نیابت میں امامت کراتے تھے۔

مولانا عاشق الہی میرٹھی کا خیال ہے کہ، حافظ صاحب کو حضرت مولانا گنگوہی سے اجازت و خلافت تھی، لیکن حافظ صاحب اس کا اہتمام فرماتے تھے۔ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ ۱۵ دسمبر ۱۹۱۵ء کو وفات ہوئی سہارنپور میں دفن کے گئے۔ (۱)

(۲۳) مولانا ثابت علی سہارنپوری عالم اور مدرس، تقریباً سنہ ۱۲۷۸ھ میں تولد ہوئے۔ مدرسہ کے آغاز کے وقت کے ابتدائی طلبہ میں تھے، تعلیم مظاہر علوم میں حضرت مولانا سعادت علی، مولانا محمد مظہر اور حضرت مولانا احمد علی محدث سے حاصل کی۔ تعلیم کے زمانہ میں بھی ارباب مدرسہ کی تعلیمی مدد کی تعلیم سے فارغ ہو کر نائب مدرس مقرر ہوئے، آخر میں حدیث شریف کی کتابیں پڑھاتے تھے، خصوصاً ابن ماجہ کا درس مرغوب تھا۔ پینسٹھ سال کی عمر میں ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ (نومبر ۱۹۲۳ء) کو وفات ہوئی۔

(۲۴) مولانا عنایت الہی بن مولانا بخش (بن مخدوم بخش بن سعادت علی بن الہی بخش) مولانا بوڑیہ کے رہنے والے تھے (۲) (ضلع جمنا نگر، ہریانہ) عالم فاضل، مدرس اور مظاہر علوم کے ناظم و مہتمم۔

(۱) استفاد از علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی تصنیفی خدمات محمد شاہد ص: ۹۱/۹۰ جلد اول (سہارنپور: ۱۴۰۰ھ)
 (۲) مولانا کے وطن اور خاندان و نسب کی معلومات کا، غالباً واحد دستیاب ذریعہ، ماہ نامہ پیام اتحاد امرتسر ہے۔ اس رسالہ نے اس زمانہ میں موجود خاندان شیوخ کے نسب نامے، اور اس زمانہ کے نامور شیوخ کے مختصر حالات مسلسل قسط وار شائع کئے تھے۔ منجملہ اس کے ایک قسط میں مولانا عنایت الہی اور ان کے خاندان کا بھی تذکرہ چھپا تھا، دیکھئے ماہ نامہ پیام اتحاد امرتسر، ص: ۲۷..... نومبر ۱۹۲۳ء۔ اس میں مولانا کے فرزند، حافظ محمد کا نام بھی درج ہے، جو اس وقت مظاہر علوم میں ملازم تھے پیام اتحاد کے چند شمارے ہمارے ذخیرے میں موجود ہیں۔

تقریباً سنہ ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء-۵۷) میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ مظاہر علوم کے ابتدائی طالب علموں میں تھے، شروع سے آخر تک تمام تعلیم اکابرین مظاہر علوم، مولانا سعادت علی، مولانا محمد مظہر اور حضرت مولانا احمد علی سے حاصل کی اور اجازت و سند سے نوازے گئے۔ مولانا کی سند میں، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نے لکھا ہے:

عنایت الہی طالب علم، مدرسہ عربی سہارنپور سنہ ۱۲۸۴ھ یعنی ابتدا ایام تقرر مدرسہ، اس مدرسہ میں داخل ہوا۔ صرف و نحو و فقہ و اصول و کتب معقول و معانی ادب و ریاضی بہت شوق سے حاصل کئے اور کتب حدیث مشکوٰۃ شریف اور اکثر صحاح اچھی طرح سے پڑھیں، اور امتحانات سالانہ میں مورد آفریں رہا اور انعامات بھی پائے۔

چند روز کے لئے حسب خلوعہ مدرسہ عربی، اعانت پر مقرر ہوا تو تعلیم میں اس کے طالب علم [اس سے] خوش رہے، کنز الدقائق، نور الانوار، فقہ الیمن، مختصر المعانی کا درس دیا۔

پھر جب مدرسہ مظاہر علوم کی بنا شروع ہوئی تو حساب تعمیر اس کے سپرد کیا گیا، چنانچہ مومی الیہ نے جملہ کاروبار اپنے متعلق کو بخوبی انجام دیا، حساب بہت درست اور بہت صاف رکھا، اور کتب خانہ بہت آراستہ رکھا، اور اپنی

اس کارکردگی میں اطفال کا سبق بھی ملحوظ رکھا۔ (۱)

میں اس کے کام سے اور حاضر باشی اور دیانت سے بہت خوش ہوں اور بہ دانست احقر یہ شخص کار گزار، ہشیار، امانت دار، اپنے افسر کا فرمان بردار ہے۔ خصوصاً حساب کے راستہ میں ید طولی رکھتا ہے۔ دستخط محمد مظہر مدرسہ اول۔

(۱) روداد مظاہر علوم سہارنپور برائے سنہ ۱۳۴۳ھ نیز علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی تصنیفی خدمات مولانا محمد شاہد صاحب ص: ۲۲۹۔ جلد اول طبع اول۔

تحریر مولوی صاحب کو دانست گمان کرتا ہوں مہر: حضرت محدث سہارنپوری [احمد علی کل حال]

مولانا عنایت الہی صاحب مدرسہ کے اعلیٰ مدرس اور مہتمم تھے، مگر دونوں کا بار سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا، اس لئے مولانا نے اہتمام سے استعفیٰ دے دیا، اور اس کی منظوری پر اصرار کیا تو مولانا کو اہتمام سے سبک دوش کر دیا گیا، مگر مولانا اہتمام کو جس اہتمام سے انجام دے رہے تھے ویسا مہتمم اور ہر ایک کام کو اپنی ذمہ داری سمجھنے والا شخص مدرسہ کو نہ مل سکا، اس لئے دوبارہ مولانا سے گزارش کی گئی، اور بصد اصرار اور مولانا کو دوبارہ [بلکہ شاید تیسری بار] مہتمم نامزد کیا گیا۔

مولانا زندگی کے آخری دنوں تک اس خدمت کو نہایت دل جمعی اور شایان شان طریقہ پر انجام دیتے رہے، نہایت کمزوری کے باوجود مدرسہ آتے اور اوقات مدرسہ کے علاوہ بھی، ہر وقت اور رات گئے تک مصروف رہتے تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا نے مولانا کے کمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”[مولانا] مدرسہ کے مہتمم بھی تھے، مفتی بھی تھے اور عدالتی تمام کاروباران ہی کے ذمہ تھے، اور اس معنی کر محصل چندہ شہر بھی تھے کہ، محصل چندہ شہر جب کسی کے متعلق کہتا کہ فلاں صاحب نے چندہ نہیں دیا، دو مرتبہ جا چکا ہوں۔ تو حضرت مہتمم صاحب اپنے گھر آتے جاتے، اس کے گھر جاتے اور خوشامد فرماتے کہ تمہارا چندہ نہیں آیا“ (۱)

آخر میں فالج میں مبتلا ہوئے، اسی بیماری میں ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۷ھ (۳ دسمبر ۱۹۲۸) کو وفات ہوئی، سہارنپور کے معروف قبرستان حاجی شاہ میں دفن کئے گئے۔

(۱) آپ بیٹی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی حضرت شیخ نے آپ بیٹی کے علاوہ اور تالیفات میں بھی مولانا عنایت الہی کی سادگی اور اخلاص اور بے نفسی کا کئی موقعوں پر ذکر کیا ہے۔

(۲۵) مولانا حافظ حکیم محمد حسین خاں - کشمیری عالم اور طبیب -

کشمیر کے مشہور مقام نوشہرہ کے رہنے والے تھے، والد کا نام بہادر علی خاں تھا، سنہ ولادت معلوم نہیں۔ ابتدائی فارسی وطن میں پڑھی، عربی کی تعلیم کے لئے امرتسر آئے یہاں سے سہارنپور پہنچے، مظاہر علوم میں داخلہ لیا، اعلیٰ درسیات حضرت مولانا محمد مظہر اور مولانا احمد حسن پنجابی سے پڑھیں، حدیث میں حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری سے نسبت و تلمذ ہے۔ رموز الاطباء میں لکھا ہے:

”معقولات، عقائد اور فصاحت و بلاغت وغیرہ کی کتابیں، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں مولوی محمد مظہر صاحب نانوتوی اور مولوی احمد حسن کانپوری سے پڑھیں، پھر حدیث کی تکمیل مولوی حافظ احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے کی“ (۱)

اس تعلیم سے فارغ ہو کر طب کی طرف متوجہ ہوئے، حکیم ابراہیم لکھنوی جو رام پور میں سرکاری طبیب تھے، سے طب پڑھنی شروع کی، وہ رام پور سے لکھنؤ واپس ہوئے تو ان کے ساتھ لکھنؤ پہنچے، حکیم صاحب کی وفات کے بعد ان کے فرزند، حکیم عبدالعلی سے استفادہ و تلمذ ہوا، تعلیم کے بعد بنارس میں قیام کیا، بنارس کے خواص حکیم صاحب کے قدردان تھے، آخر تک درس کا سلسلہ بھی جاری رہا، کثیر شاگرد تھے۔ رموز الاطباء کی ترتیب کے وقت میں بیاسی سال عمر تھی، سنہ وفات معلوم نہیں۔

(۲۶) مولوی حکیم احسان الغنی بدایونی - عالم، عربی کے فاضل ادیب اور پروفیسر۔

خلف مولوی حکیم احسان الکریم، بانس بریلی، یوپی کے رہنے والے تھے، سنہ ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۳-۵۴ء) میں ولادت ہوئی۔ حکیم صاحب کے دادا، مولوی امام الدین شعلہ فارسی کے ممتاز فاضل تھے، دادا اور والد سے ابتداء متوسط درسیات تک پڑھیں، چند اور

(۱) رموز الاطباء - مرتبہ حکیم فیروز الدین صاحب ص: ۹۱۶ جلد اول [لاہور، عکس طبع پنجم - بلا سنہ]

مقامات پر بھی علماء سے تلمذ رہا، آخر میں سہارنپور آ کر مظاہر علوم میں داخلہ لیا، بخاری شریف حضرت مولانا محمد مظہر سے پڑھی، رموز الاطباء کی اطلاع ہے:

سہارنپور میں بھی قیام فرمایا، کتب منطق و فلسفہ اور علم ہیئت و فرائض وفقہ مولوی حاجی حافظ احمد حسن صاحب پنجابی ثم کان پوری سے پڑھا، مسلم شریف جناب مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے، بخاری شریف مولانا محمد مظہر صاحب سے پڑھی۔

پھر کچھ عرصہ تک لاہور میں بھی قیام رہا اور جناب مولوی فیض الحسن صاحب ادیب، مدرسہ یونیورسٹی کی خدمت میں رہ کر، علم ادب میں چند کتب دیوان حماسہ وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ آپ نے کتب طب میں اپنے والد مرحوم سے تعلیم پائی اور نفیسی جناب مولوی فیض الحسن صاحب ادیب سے پڑھی۔

تعلیم کے بعد والد کے ساتھ مطب کیا، پھر جیل پور کالج میں پچیس سال تک عربی کے پروفیسر رہے، آخر میں بریلی آگئے تھے، وہیں قیام رہا مزید حالات کا علم نہیں۔ (۱)

حضرت مولانا کے وہ چند شاگرد جن کا تعارف نہیں ملا

یہ حضرت مولانا کے چند شاگردوں کا مختصر تعارف تھا، مگر مولانا کے ان کے علاوہ بھی بہت شاگرد تھے، ان کی فہرست دستیاب نہیں، لیکن مظاہر علوم کی رودادوں سے جن طلبہ کے نام اور ان بڑکے مولانا سے تلمذ کے اثرات و نشانات ملتے ہیں، رودادوں کی ترتیب کے مطابق ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔ افسوس کہ یہ فہرستیں ناقص اور قطعاً نام تمام ہیں اور پر بھی عرض کیا ہے کہ مدرسہ کی رودادوں میں طلبہ کے جماعت وار مکمل نام نہیں چھپتے تھے بلکہ صرف ان طالب علموں کے نام درج کئے جاتے، جو کسی کتاب کے سالانہ یا

(۱) رموز الاطباء، مرتبہ حکیم فیروز الدین لاہوری۔ ص: ۹۳۸۔ جلد دوم (عکس طبع دوم۔ لاہور بلاسنہ)

درمیانی امتحان میں امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوتے تھے اس امتحان اور عمدہ نمبرات کی وجہ سے انعام کے مستحق شمار کئے جاتے تھے۔ اس میں بھی طلباء کے نام مجمل ہیں، نہ ولدیت، نہ خاندان برادری، نہ گاؤں تحصیل اور ضلع، تاہم جیسی کچھ بھی اطلاعات یا نام ہیں وہ حاضر ہیں۔ اس فہرست میں راقم نے صرف وہی نام شامل کرنے کی کوشش کی ہے، جن کا مولانا سے تلمذ کسی قرینہ یا روداد کی کسی اور اطلاع سے ثابت ہے، جن کے ثبوت میں شک ہے ان کا یہاں تذکرہ نہیں کیا گیا۔

نمبر شمار	اسمائے طلبہ	روداد مدرسہ
(۱)	احمد اللہ بنگالی فاضل	ص: ۱۰
(۲)	محمد احسن پسر محمد حسین فاضل	ص: ۱۰
(۳)	حافظ عبدالرحمن فاضل	روداد ۱۲۹۸ ص: ۱۰
(۴)	مولوی فضل الرحمن فاضل	روداد ۱۲۹۸ ص: ۱۰
(۵)	ابوالحسن مہتمم جامع مسجد سہارنپور	روداد ۱۲۹۸ ص: ۱۰
(۶)	مولوی ناظر حسن وکیل عدالت	روداد ۱۲۹۸ ص: ۱۰
(۷)	مولوی خدا بخش	روداد ۱۲۹۸ ص: ۱۰
(۸)	میاں جی حسن علی	روداد ۱۲۹۸ ص: ۱۰
(۹)	انوار احمد انبیٹھوی	روداد ۱۲۹۸ ص: ۱۰
(۱۰)	عبدالقادر پسر مولوی موسیٰ پنجابی	روداد ۱۲۹۸ ص: ۱۰
(۱۱)	غلام محمد پنجابی ہوشیار پوری	روداد ۱۲۹۸ ص: ۱۰
(۱۲)	محمد حسن پنجابی	

- (۱۳) مولوی احمد الدین روداد ۱۲۹۸ ص: ۴
- (۱۴) حافظ فضل الرحمن پسر مولوی محمد احسن روداد ۱۲۹۸
- (۱۵) مولوی ناظر حسن دیوبندی روداد ۱۲۹۸
- (۱۶) مولوی کمال الدین مدرس انبالہ روداد ۱۲۹۸
- (۱۷) حافظ کریم الدین روداد ۱۲۹۸ ص: ۱۰
- (۱۸) مولوی میر حسن روداد ۱۲۹۸ ص: ۱۰
- (۱۹) مولوی عبداللطیف روداد ۱۲۹۸ ص: ۱۰
- (۲۰) حافظ عبداللہ روداد ۱۲۹۸ ص: ۱۰
- (۲۱) احمد الدین روداد ۱۲۹۲ ص: ۸
- (۲۲) غلام محمد چکوالی روداد ۱۲۹۳ ص: ۸
- (۲۳) غلام محمد؟ روداد ۱۲۹۳ ص: ۸
- (۲۴) غلام علی؟ روداد ۱۲۹۳ ص: ۸
- (۲۵) فرمان علی روداد ۱۲۹۳ ص: ۸
- (۲۶) حاجی اسماعیل حصار روداد ۱۲۹۴ ص: ۹
- (۲۷) ابی بخش روداد ۱۲۹۴ ص: ۹
- (۲۸) ملا محمد غوث روداد ۱۲۹۴ ص: ۹
- (۲۹) فضل الرحمن روداد ۱۲۹۴ ص: ۹
- (۳۰) کمال الدین روداد ۱۲۹۴ ص: ۹
- (۳۱) حافظ محمد صدیق روداد ۱۲۹۵ ص: ۷
- (۳۲) علاؤ الدین روداد ۱۲۹۵ ص: ۷

۲: ص	۱۲۹۶	روداد	(۳۳) محمد حیات
۱۲: ص	۱۲۹۷	روداد	(۳۴) محمد حسن بنوی
۱۲: ص	۱۲۹۷	روداد	(۳۵) عبدالرحمن؟
۱۲: ص	۱۲۹۸	روداد	(۳۶) عبدالمجید بنگال
۱۲: ص	۱۲۹۸	روداد	(۳۷) محمد عثمان بنگال
۱۲: ص	۱۲۹۸	روداد	(۳۸) اکرام الدین
۱۲: ص	۱۲۹۸	روداد	(۳۹) محمد بخش پنجابی
۱۲: ص	۱۲۹۸	روداد	(۴۰) فیض الحسن پور قاضوی
۱۲: ص	۱۲۹۸	روداد	(۴۱) فتح محمد خاں نکوڑ
۱۲: ص	۱۲۹۸	روداد	(۴۲) رحیم بخش پنجابی
۱۲: ص	۱۲۹۸	روداد	(۴۳) محمد باقر
۱۳: ص	۱۲۹۸	روداد	(۴۴) فخر الدین گنگوہ
۱۳: ص	۱۲۹۸	روداد	(۴۵) محمد اسماعیل گنگوہ
۱۳: ص	۱۲۹۸	روداد	(۴۶) امجد دین پنجابی
۹: ص	۱۲۹۹	روداد	(۴۷) مولوی عبدالعزیز کلکتہ
۹: ص	۱۲۹۹	روداد	(۴۸) مولوی عبدالستار.....
۹: ص	۱۲۹۹	روداد	(۴۹) مولوی عبدالمجید بنگال
۹: ص	۱۲۹۹	روداد	(۵۰) مولوی محمد عثمان بنگال
۹: ص	۱۲۹۹	روداد	(۵۱) مولوی ثمر الدین بنگال
۹: ص	۱۲۹۹	روداد	(۵۲) مولوی اکرام الدین
۹: ص	۱۲۹۹	روداد	(۵۳) مولوی رحیم بخش سہارنپوری

- (۵۴) مولوی فضل الدین گجرات رواد ۱۳۰۰ ص: ۹
- (۵۵) مولوی مقیم الدین ڈیرہ اسماعیل خاں رواد ۱۳۰۰ ص: ۹
- (۵۶) مولوی محمد منت اللہ رواد ۱۳۰۰ ص: ۹
- (۵۷) محمد ابراہیم بنگالہ رواد ۱۳۰۰ ص: ۹
- (۵۸) احمد علی بنگالہ رواد ۱۳۰۰ ص: ۹
- (۵۹) غلام رسول پنجابی رواد ۱۳۰۰ ص: ۱۰
- (۶۰) رحیم بخش پنجاب رواد ۱۳۰۰ ص: ۱۰
- (۶۱) محمد یامین گنگوہی رواد ۱۳۰۰ ص: ۱۰
- (۶۲) جان محمد رواد ۱۳۰۱ ص: ۹
- (۶۳) عبداللہ کشمیری رواد ۱۳۰۱ ص: ۱۱
- (۶۴) عبداللہ پنجابی رواد ۱۳۰۱ ص: ۱۱
- (۶۵) محمد عثمان سہارنپوری رواد ۱۳۰۱ ص: ۱۰
- (۶۶) [مولانا] جمعیت علی پور قاضوی رواد ۸۶ ص: ۶
- (۶۷) [پیر] چراغ علی [شاہ] رواد ۸۶ ص: ۶
- (۶۸) [محمد زکریا کاندھلوی] رواد ۸۸ ص: ۳
- [محمد زکریا کاندھلوی] رواد ۹۸ ص: ۱۰
- (۶۹) مولوی عبدالرحمن رواد ۸۸ ص: ۳
- (۷۰) نور محمد پنجابی رواد ۹۱ ص: ۲
- (۷۱) عبدالصمد بنگالی رواد ۱۲۹۱ ص: ۲
- (۷۲) غلام محمد ہوشیار پوری رواد ۱۲۸۸ ص: ۳

یہ مولوی محمد زکریا خلیف مولانا
محمد مخدوم کاندھلوی ہیں مظاہر
علوم میں ابتدائی مدرس بھی
رہے مان کے فرزند محمد بھی تھے،
جو دارالعلوم مدیوبند کے فاضل
تھے ان کی اولاد کراچی
پاکستان میں مقیم ہے۔ [نور]

- (۷۳) مرید احمد میاں والی رواداد ۱۲۸۸ ص: ۴
- (۷۴) جلال الدین رواداد ۱۲۸۸ ص: ۴
- (۷۵) پیر محمد سہارنپوری رواداد ۱۲۸۸ ص: ۶
- (۷۶) سرفراز الدین؟ رواداد ۱۲۹۰ ص: ۱۲
- (۷۷) عبدالرحیم؟ رواداد ۱۲۹۲ ص: ۱۲
- (۷۸) فضل الرحمن رواداد ۱۲۹۳ ص: ۸
- (۷۹) فتح الدین رواداد ۱۲۹۳ ص: ۸
- (۸۰) اسماعیل لدھیانوی رواداد ۱۲۹۳ ص: ۸

امید ہے کہ یہ مجمل اور نا تمام فہرست مظاہر علوم کے تازہ وارد فرزندوں اور ان علاقوں کے علماء اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کے لئے مزید معلومات اور بہتر اطلاعات کی مددگار اور رہنما ہوگی۔

حوالت با خدا کر دیم ورتیم

ضمیمہ

(تذکرہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی)

طریقہ شریعت

تالیف: مولانا حشمت علی بنارسی

مطبوعہ، مطبع مجتہائی، دہلی: ۱۳۰۴ھ

کے چند صفحات

جس میں حضرت مولانا محمد مظہر اور مدرسہ مظاہر علوم کے ایک اور
بنیادی سرپرست اور مددگار، حاجی فضل حق سہارنپوری کا مختصر احوال
وتذکرہ ہے۔

ابا بعد حقیر سراپا تقصیر، گنہگار امیدوار مغفرت پاک پروردگار، بیچمدان، سراپا نادان، گم نام
حشمت علی نام، خلف سید محمد علی بخش صاحب بنارسی، ستر اللہ تعالیٰ عیوبہما
و غفر اللہ ذنوبہما خدمت میں ناظرین باتمکین اہل اسلام کے، وجہ تسطیر، ان
چند سطور کی عرض کرتا ہے۔

کہ یہ نجیف ایام بد انجام نحوست انضمام غدر میں، طفل شیر خوار یا کودک نادان تھا، پھر
بیس برس تک محض ذلیل و خوار، لیل و نہار لہو و لعب میں عمر بسر کی، بعدہ جب سبزہ آغاز ہوا،
اقربا کے دل میں شادی کا ذوق، اور احقر کو بہ ہدایت الہی خود بخود تحصیل علم کا شوق ہوا،

کتاب لئے معلموں کے پیچھے کو بکوپھرنے لگا، بعض حضرات مسن اہل محلہ جہاں دیکھتے، استہزاء تعظیم دیتے اور ارشاد کرتے، جناب مولوی صاحب آداب عرض! پس اس قدر شرمندہ ہوتا کہ بسا اوقات بہیت مذکورہ روبرو حضرت موصوف کے عبور سبیل ہی مسدود کیا۔

اگرچہ ہنوز لائق خندہ زنی کے ہوں بلکہ از سابق زیادہ، لیکن جب اپنی حالت اصلی پر غور کرتا ہوں تو باداے شکر نعمت معطی حقیقی، زبان جان کو قاصر پاتا ہوں، بجائے دیگر بہ خود زبان پر لاتا ہوں: [۴]

عمرم دراز باد کہ این ہم غنیمت است

غرض کہ اسی کش مکش میں وقت گذرتا تھا، کہ قدرت الہی بدیگر گوں رونما ہوئی، دل میں یہ بات آئی کہ کہیں باہر چلے، برائے چند غریب الوطنی اختیار کیجئے، لیکن اتحاد والدہ صاحبہ، خروج دیار سے مانع تھا، ایک برس اور گذرا کہ مخدومہ موصوفہ بحکم الہی ملک جاودانی کورہ گزریں ہوئیں اناللہ وانا الیہ راجعون، سقی اللہ ثراہا و جعل الجنة مثراہا۔

پھر تو موقع پا کر، قدرے زروثوب لیکر گھر سے گریزاں ہوا، اور افتاں خیزان ایک مدت کے بعد ضلع سہارنپور میں پہونچا، مدرسہ قصبہ منگلور، اور مدرسہ دیوبند میں جا کر شرح ملاکنز الدقائق وغیرہ تک پڑھی، پھر بوسیلہ خط جناب مستطاب، امام المفسرین والحمد ثین، زائر حرین شریفین، جامع علوم معقول و منقول، منبع فروع واصول، و حضرت مخدومنا، مولانا محمد یعقوب صاحب مرحوم و مغفور۔

بمقام قصبہ نانوتہ ضلع ہذا، بخدمت فیض درجت، سراج السالکین، عمدۃ العارفین، فخر الاولیاء، تاج الاصفیاء، وحید دہر، فرید عصر، حبر نبیل، فاضل بے عدیل، حجتہ اللہ الجلیل، مصداق: علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل مجمع برکات، منبع حسنات، شریعت پناہ،

طریقت دستگاہ، حقیقت و معرفت آگاہ، آیۃ من آیات اللہ، ولی اللہ دوران،
عبدالعزیز زمان، اسماعیل ثانی، محی سنت خیر الانام، رکن رکنین دین اسلام، ہادی مراحل
صراط مستقیم، رہنمائے طریق تویم، شافی شبہات فانی اعتراضات، حامی ہدایت، حاجی
غولیت، کاشف دقائق، موضح حقائق، فہام نکات مالا ینحل، علام کنایات علوم اشکل،
قطب ارشاد اکمل افراد، ذوی الفہم الصائب، والذہن الثاقب والرائی السلیم، والطبع المستقیم،
مرجع علماء، رہبر ہر دیار و امصار، اذکیاء روزگار، حاجی حافظ، مفسر محدث، مولانا مخدومنا، و ہادینا،
مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ حاضر ہو کر داخل خاندان قادریہ، چشتیہ ہوا۔

پھر منگلور جا کر شرح وقایہ نور الانوار مختصر معانی پڑھ کر، ۱۲۹۷ھ میں مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور میں داخل ہو کر، بخدمت فیض درجت، جناب مستطاب، زائر حرین شریفین، حافظ
کلام مجید، رب المشرقیین و المغربین، ضابط حدیث حمید، جد الحسن والحسین، حبر نبیل، فاضل
بے عدیل، حجۃ اللہ الجلیل، مصداق علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل حجۃ
الخلف بقیۃ السلف، ولی کامل زمان، قطب ارشاد دوراں، رکن رکنین دین مولانا
مخدومنا شیخنا مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم و مغفور حاضر ہوا۔ **نظم:**

بزرگ و نیک خصلت پارسا تھے علوم شرع و حق کے آشنا تھے
فلاطون وقت اور لقمان زمان تھے دلیل برکت و خیر جہاں تھے
اگرچہ مرشد و قطب زمان تھے ولے رنگ حنا کی چون نہاں تھے
کہوں ان کے میں کیا کسب و کمالات مثل سچ ہے کہ چھوٹا منہ بڑی بات

اگر سوانح عمری مخدوم مسطور ہو، تو ایک جریدہ عظیم ہوتا ہے، جو باعث ملال خاطر
ناظرین ہے، لہذا درگزر کر ایک دو بات تحریر کرتا ہوں، جس سے ہر ذی ہوش سمجھ لے گا

کہ کس رتبہ کے شخص تھے، اول تو مصداق الغنا غنی النفس کے اس قدر تھے کہ بعض صاحبان مطابع نے یہ درخواست کی تھی کہ منصب تصحیح اختیار کریں، حق تصحیح سو روپیہ ماہوار، اور پانچ نسخہ بطور نذرانہ ہر کتاب کے جو اس مطبع میں طبع ہو، خواہ کسی قیمت کی ہو، اور عام ہے اس سے بھی کہ آپ کی تصحیح سے ہو یا نہیں، قبول کریں، اور اگر یہ بات نہ گوارا ہو کہ اس شہر میں اقامت گزین ہو دیں، تو بیت اللہ شریف میں تشریف لیجاویں، وہاں یاد الہی کریں، جو کاپی ارسال خدمت ہوا کرے، اسے بعد تصحیح واپس کیا کریں محصول ڈاک وغیرہ بذریعہ مطبع کے ہے۔ اس بات کو ہرگز قبول نہ کیا، یہ بھی نہیں کہ اس کام کو کیا نہ تھا، ناواقف تھے، بلکہ کار کردہ تھے، آپ کی تصحیح سے کتابیں: مثل مجمع البحار، احیاء العلوم وغیرہ طبع ہو چکی ہیں، جس کی حسن و خوبی تصحیح اہل علم و کمال پر اظہر من الشمس و ظاہر و باہر ہے۔

چونکہ ظاہر اچھ ملک و معاش نہ تھی، لہذا دفع حوائج ضروری انسانی کے لئے تیس بتیس روپیہ ماہوار مدرسہ سے لیتے رہے، تا دم آخر اس قدر درس و تدریس میں مشغول رہے کہ بیماری میں بھی نہ چین لی، جب طاقت نشست بالکل بالائے طاق ہوئی تو بھی لیٹ کر تعلیم دیتے، حتیٰ کہ مرض الموت میں چند سبق توضیح و تلویح، جماعت خاکسار کو لیٹ کر پڑھائے۔ اگرچہ بعض خدام کا جی چاہتا کہ سبق نہ پڑھیں، کیونکہ کوئی طلبہ سے تقریر الٹی کر دیتا، آپ جواب دیتے، تنفس ہونے لگتا، دیکھ کر نہایت کلفت ہوتی، لیکن کیا کیجئے کہ سخت ناراض ہوتے، کہ سبق کیوں نہیں پڑھتے میں، کب تک [ص ۶] جیتا رہوں گا۔ وقت تدریس کسی رئیس و امیر کبیر کی طرف ملتفت نہ ہوتے۔ شعر:

زہد و تقویٰ چست ای مرد فقیر لاطمع بودن ز سلطان و امیر
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ: خیر الناس من ینفع الناس کے کس قدر مصداق تھے۔

اب دو ایک بات قریب الوفات کے سنی، خاصوں میں یہ قصہ مشہور ہے کہ قبل از وفات ایک دو برس پہلے ایک خواب دیکھا، اور بخدمت فیض درجت میں جناب مستطاب، مجمع علوم روحانی، منبع فیوض سبحانی، عمدۃ المحققین، زبدۃ المدققین، تاج الاصفیاء، سراج الاتقیاء، مالک زمان، شافعی دوران، امام احمد ثانی، حاجی حافظ مولانا مخدومنا، مولوی رشید احمد صاحب دام فیضہ و برکاتہ گنگوہی کے بیان کیا، بعد تامل تبسم کناں، یہ جواب دیا کہ یوں ہی خیالات ہیں۔ خود ارشاد کیا، چاہے کچھ ہو، مجھے معلوم ہوا، یہاں رہنے کی مدت ایک برس اور باقی ہے ایسا ہی ہوا، ایک برس بھی پورا نہ گذرا، کہ رہ روان ملک عدم ہوئے۔

مولانا سے کسی نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ مدرسہ کی دو دیوار منہدم ہو گئی، آپ نے جواب دیا کہ صحیح ہے، ایک تو گر چکی، یعنی حافظ فضل حق صاحب مرحوم، دوسرے قریب کرنے والی ہے، اس کا اشارہ اپنی طرف تھا۔

آپ کے کچھ روپے انجمن اسلامی تجارت دیوبند میں داخل تھے آپ نے واپس منگائے، آپ کے برادر، جناب مستطاب، امام المفسرین والمحدثین، زبدۃ العارفین، قدوة السالکین، عالم اجل، فاضل اکمل، وحید دہر، فرید عصر، حامی دین متین، محی سنت سید المرسلین، مرجع علماء اقصاء ہر دیار و امصار، صاحب کتاب غایۃ الاوطار، مولانا محمد احسن صاحب دام برکاتہ سے ماہی پنشن لینے آیا کرتے ہیں، تشریف لائے ہوئے تھے، اول نے روپیہ منگانے کا ذکر کیا، انہوں نے کہا کہ بلا ضرورت روپیہ کیوں واپس کیا، وہیں رہنے دیا ہوتا، نفع سے زکوٰۃ ہی ادارہ تھی، مخدومنا نے جواب دیا کہ، میرے جی میں یہ بات آئی کہ اپنا روپیہ منگالوں، بعد میں کون منگاتا پھرے گا، منہ دیکھ کر خاموش رہ گئے۔

اس وقت میں کوئی آثار مرض نمودار نہ تھے، اگلے سے ماہی کو نوبت نہ پہنچی کہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے، کوئی ایسا سخت مرض نہ تھا، آپ کو [بوجہ] خلش ریزہ کے، دورہ

درد کلیہ ہوا کرتا تھا، جہاں تدبیر کی گئی دو آب زن وغیرہ کا استعمال ہوا فوراً افاقہ [۷] ہو جایا کرتا تھا۔ اس مرتبہ یہ کیفیت گذری کہ دو اور غیرہ کا بالکل استعمال ہی چھوڑ دیا، جب کوئی بہت اصرار کرتا، تو ارشاد کرتے کہ: جو دم باقی ہے آرام سے رہنے دو، کیوں تکلیف دیتے ہو، اب رہنا ہو چکا افاقہ نہ ہوگا۔ اگر پیاس خاطر کسی کی خاطر منہ سے لگایا بھی، تو ایک دو گھونٹ پیکرز میں پر ڈال دیتے، اکثر خاموش رہتے، کسی سے بات نہ کرتے، اپنے اور ہی شغل میں مشغول رہتے تھے۔

قاضی محمد فضل الرحمن صاحب رئیس شہر عیادت کو تشریف لائے، اور کہا کہ قاضی محلہ میں جس مکان میں آپ پہلے رہتے تھے، وہ خالی ہو گیا، اگر وہاں چلے تو تبدیل آب وہو بھی ہو، اور ہم لوگ مشرف ہوں، اول کچھ جواب نہ دیا بعد اصرار فرمایا کہ: اب یہی مکان خالی ہو جائے گا۔

قدرت الہی سے یہ بات پیش آئی کہ یہ خاکسار بھی بعارضہ بخار گرفتار تھا، کچھ کار خدمت نہ کر سکتا تھا، ہر چند کہ نقل و حرکت سخت دشوار تھی، حرارت ترقی پذیر ہوتی تھی، لیکن جی نہیں مانتا تھا، بحیلہ یک سبق بوقت صبح مدرسہ ہو کر مکان پر جا کر، بزیارت مخدوم مشرف ہوا کرتا تھا۔

دیدار پر انوار آخری کا یہ حال ہوا، کہ حسب عادت میں ایک روز بمعیت ایک طالب علم مکان پر حاضر ہوا، حضور اقدس چشم طاہری از سیر جہاں فانی پوشیدہ، و دیدہ دل کشادہ مشغول بمشاہدہ، چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے، یہ بد بخت ازلی پوری لیکر بخدائے، سینہ اسرار گنجینہ ایتادہ مگس رانی کرنے لگا۔ آپ کے برادر زادہ عزیزم، حافظ محمد ابراہیم سلمہ، خلف مولانا محمد احسن صاحب مدظلہ منجانب سرہانے کھڑے تھے، یک بیک چشم وا کر کے کچھ دیر تک میری طرف بغور دیکھا، بعدہ بجانب محمد ابراہیم سلمہ متوجہ ہوئے،

چونکہ وہ بجانب سربانے تھے، سر پھیرنے میں تکلیف ہوتی تھی، لہذا جلدی سے منہ پھیر لیا۔ اول تو مریض دوسری وقت صبح ہوئے سرد چلتی تھی، جسم پر رواں کھڑا نظر آیا، دل میں آیا کہ کپڑا اوڑھادجئے، لیکن پیاس ادب متحیر تھا، اتنے میں خود بدست مبارک اشارہ کیا، پھر تو فوراً اپنا ارادہ پورا کیا، الارخ انور کو کشادہ رکھا، پھر آپ نے خود منہ چھپا لیا، وہ رداء ازرق کا منہ پر آنا، گویا چشم نحیف سے آفتاب جہاں تاب، زیر ابرسیاہ نہاں ہوا، اور اس وقت کے تنفس سے معلوم ہوا کہ یاد الہی میں مشغول ہیں، تخیلہ منظور ہے، پس بایں: [۸] چلا آیا۔

اگلے روز بوجہ آپ کی بیماری کے، مدرسہ میں ختم بخاری شریف تھا، صبح سے قریب دوپہر تک تلاوت کتاب میں مشغول رہا، بعد ختم قیام گاہ پر چلا گیا، شام قیامت انضمام ہوئی، بعد فراغ صلوٰۃ عشاء چار پائی پر لیٹ رہا، یہ کیا خبر تھی کہ آج معاملہ دیگر گوں ہوگا، نام دفتر یتیمی میں لکھا جائے گا۔ شعر:

کیا خبر تھی انتقال آسمان ہو جائے گا یک بیک یہ طالع بیداریوں سو جائے گا
ہنوز بیداری باقی تھی نیند نہ آئی تھی، کہ ایک شخص خبر رستخیر اثر لیکر نمودار ہوا کہ، اے شخص آج تیرے پروردگار نے تجھے یتیم کیا، تیرا مخدوم تیرے سر سے خلد بریں کارا ہی ہوا، یہ سنتے ہی ہوش باختہ ہوا، عالم سکتہ کا ہوانہ آہ نکلی نہ اف کیا۔ شعر:

رستم از ہو شوقت رفتن یار اوچناں رفت من چنیں رستم
با چشم زار سینہ فگار بر سر غم کوہ، بصد اندوہ، افتان خیزان مدرسہ میں پہونچا، وہاں کا حال تحریر نہیں ہو سکتا۔

خامہ بصد داغ جگر چاک ہوتا ہے بجائے آب چشم خون جگر سیاہ روتا ہے
قیامت برپا تھی، ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی، ہر ایک شخص اپنی حالت میں تھا، مضمون نفسی نفسی عیاں تھا، یہ خیال تھا کہ دیکھیں کس اہل گورستان کا طالع خفتہ بیدار ہوتا ہے، کہ

جن کا جاریہ خورشید جہاں تاب ہوتا ہے، ہر ایک کورات بیقراری آہ وزاری میں گذری،
عنقریب صبح صادق مولانا محمد احسن صاحب کو بشارت ہوئی کہ پاس حافظ فضل حق کے
رکھنا مناسب ہے۔ یہ گورستان شہر سے بجانب شمال ہے اور حضرت اقدس چونکہ زندگی
میں جانب شمال رہے تھے، بعد وفات بھی قطب شمالی ہوئے۔

حافظ صاحب مرحوم بھی یکتائے زمانہ اور حاتم وقت تھے، جب بناء مدرسہ تجویز
ہوئی، بعض اشخاص شرفا ذی علم سے درخواست کی گئی باوجود مقدور کے زمین قیمتاً نہ دی
گئی۔ جب حافظ موصوف کو خبر ہوئی خود درخواست کی اور ایک مکان شکستہ بنام بنگلہ ایستادہ
تھا، معہ ملکہ زمین مدرسہ کو فی سبیل اللہ ہبہ کیا، اور وقتاً فوقتاً نقد سے بھی، تاحین حیات
امداد کرتے رہے۔

باوجود امارت و ریاست کے یہ حال تھا کہ ایام گرما میں حضرت مولانا مرحوم سے
جماعت طلبہ حدیث تفسیر پڑھتی ہوتی، حافظ صاحب مغفور ایک ہاتھ میں تسبیح دوسرے میں
رسی پنکھا کی لیکر بادکشی کرتے، اور جب کبھی ہوا کی [ص ۹] ضرورت نہ ہوتی تو مولانا کے
پاس بیٹھی مگس رانی کیا کرتے۔ غرض کہ بوقت ۸ بجے شب کے ۲۳ رزی الحجہ کو حضرت
مولانا نے وفات پائی، صبح کو حسب ایماء پاس حافظ صاحب مرحوم کے مدفون ہوئے۔
اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس روز سے حیات نقش بر آب نظر آتی ہے، لطف زندگانی جاتا رہا، عالم میں اندھیرا

نظر آتا ہے۔ شعور:

رفت زیر خاک، گیتی سر بسر تاریک شد شب شود آ رہے رود، خورشید چوں زیر زمین
اللہ پاک مخدوم مرحوم کو درجات عالیہ جنت الفردوس میں عنایت کرے، اور ہم غریبوں
کو توفیق عمل ان کے قدم بقدم دے، و عالم آخرت میں ان سے ملادے۔ آمین۔

آپ کی تاریخ وفات ہائے مولانا مولوی محمد احسن صاحب مدظلہ العالی نے
اس قطعہ کے چاروں مصرعہ میں لکھی۔

قطعہ

رفت چوزین۔ وار، بدار البقا۔ عابدا روحانی و شیخ اجل

ہاتف غیبی پے تاریخ سال داودا، مظہر لطف ازل

خلاصہ یہ ہے کہ مولانا مرحوم کے خدمت میں ہدایہ وغیرہ شروع کیا، بعد اختتام صحاح
ستہ نویں سال برخصبت چندہ ماہ، پے دیدار اقرباء وطن کو واپس گیا، بہ تلاش نسب نامہ یہ
معلوم ہوا کہ کوئی صاحب از حضرات سادات بارہہ ضلع مظفرنگر اس طرف تشریف
فرما ہوئے، کسی قریہ پر گنہ چین پور یا خاص قصبہ مذکور ضلع شاہ آباد میں اقامت گزین
ہوئے، جن کی ذیل سے آج تک کئی بستی میں عمید آباد ہیں، اکثر بہ ہدایت الہی سنت
جماعت خاصی حنفی ہیں، لیکن بعض بفرط نادانی اسی جہل قدیمانہ پر قائم رہے۔ اللہ جل علی
شانہ بفضل والطف اپنے ان سب کو صراط مستقیم پر لا دے، آمین ثم آمین۔ ہمارے والد
ماجد بعد وفات جدا مجد بذات خود بلدہ بنارس میں سکونت پذیر ہوئے۔ [ص ۱۰]

اشاریہ

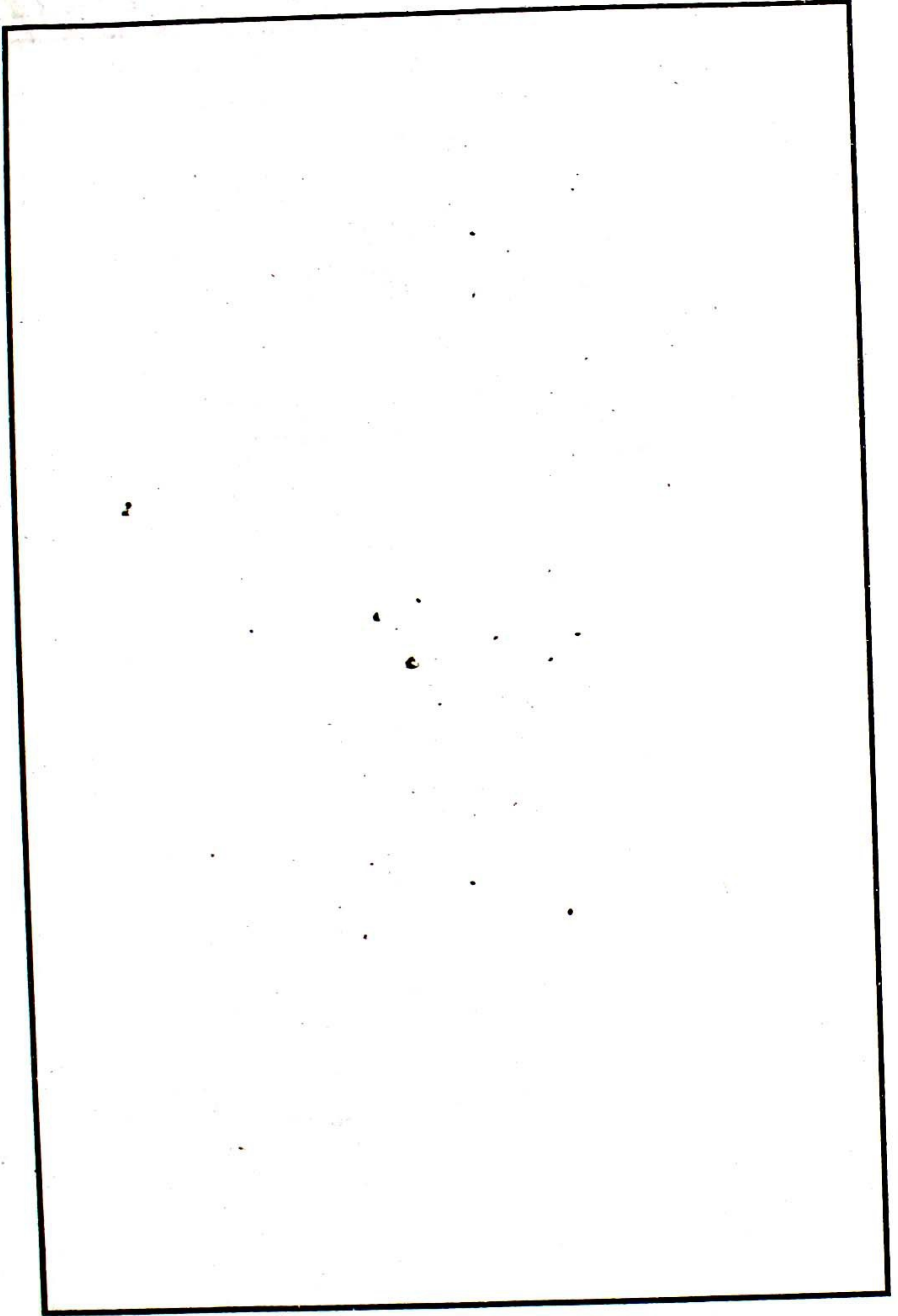
شخصیات، مقامات، کتابیات

اور

مراجع و ماخذ

مرتبہ

(مولوی) سیف اللہ، مرزا پور کٹھی، ارریہ (بہار)



شخصیات

۱۱	حافظ ابن حجر عسقلانی	۱۲۳/۱۱۳/۱۰۷/۸۹	حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی
۸۸/۸۷/۸۵/۸۴/۸۳	علامہ شیخ ابن حجر مکی	۹۹	حضرت ابو بکر صدیقؓ
۸۶	امام ابو حیان	۹۹	حضرت عمر فاروقؓ
۱۳۰/۱۳۱	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۹۹	حضرت عثمان غنیؓ
۱۵۳/۱۲۳/۱۲۱	مولوی ابوالحسن	۹۹	حضرت علی بن ابی طالبؓ
۷۹	ابو داؤد	۹۹	حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ
۱۲۹	ابو عیسیٰ ترمذی	۹۹	حضرت خالد بن ولیدؓ
۲	شیخ ابوالفتح	۹۹	حضرت زبیر بن العوامؓ
۸۶	امام ابوالفتح	۹۹	حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ
۱۳۷	ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی	۷۸	حضرت عروہ بن زبیرؓ
۱۵۱	مولوی حکیم احسان الغنی بدایونی	۷۹/۷۸	حضرت عمر بن العزیزؓ
۱۵۱	مولوی حکیم احسان الکریم	۹۹	حضرت سعید بن زبیرؓ
/۲۶/۲۳/۲۲/۱۲/۳/۲	مولانا محمد احسن نانوتوی	۹۹	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
/۶۸/۶۶/۶۳/۲۸		۷۸	حضرت مغیرہ بن شعبہؓ
/۱۲۳/۱۱۹/۱۰۴/۱۰۳		۹۹	حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ
۱۶۶/۱۶۵/۱۶۳/۱۶۲			
۱۵۳/۱۲۱	مولوی محمد احسن		
۷۱/۶	سر سید احمد	۹۹	آمنہ بنت وہب
/۷۷/۷۶/۶۹/۵۱/۲۱/۸	حضرت مولانا احمد علی	۱۵۶	(محمد) ابراہیم
/۱۳۵/۱۳۳/۱۳۱/۱۱۹/۸۱	محدث سہارنپوری	۱۶۳/۶۶	(محمد) ابراہیم سلمہ
۱۳۳/۱۳۳/۱۳۱/۱۳۰/۱۳۸		۱۳۳	(مولانا) ابراہیم میرسیا لکنوی
/۱۳۹/۱۳۸ /۱۳۷/۱۳۵/		۱۵۱	حکیم ابراہیم لکنوی
۱۵۲/۱۵۱/۱۵۰			

۵۵	تکلیف امت مولانا اشرف علی تھانوی	۱۷	مولوی احمد علی
۶۲	اشرف علی نانوتوی	۱۵/۱۳	مولانا محمد احمد کبیر
۹۳	فشی اشرف علی اشرف	۱۵۲/۱۵۱/۱۳۱	مولانا احمد حسن پنجابی
۱۲۱	سید اشرف علی سلطان پوری	۱۳۰/۳۸/۶۱/۵۹/۵۸	مولانا احمد حسن بٹالوی کانپوری
۱۳۰	مولانا اشرف علی بن عبد الغفور جالندھری	۱۵۱/۱۳۵/۱۳۲/۳۳/۱۳۰	
۷۲/۶	اصغر عباس	۱۶۲	امام احمد بن حنبل
۱۱	قاضی محمد علی	۸۹	ڈاکٹر احمد خاں
۲	افلاطون	۱۱۹	حافظ احمد حسین
۱۲/۱۱	ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی	۱۵۳/۱۲۱	مولوی احمد اللہ بنگالی
۱۵۵/۱۲۲	اکرام الدین	۱۵۳/۱۲۱	مولوی احمد الدین
	الہی بخش	۱۵۳	احمد الدین
۱۲۱	مولوی الہی بخش	۱۳۳	اختر راہی
۱۳۸	حضرت مولانا محمد الیاس	۱۳۸/۱۳۷/۱۳۲/۱۳۱	مولانا محمد ادریس نگرانی
	کاندھلوی	۸۰/۷۹/۱۶/۱۵/۱۳/۱۱	اسپرنگرد کھٹے سپرنجر
۱۵۱	مولوی امام الدین شعلہ	۱۰۶/۷۶/۷۵/۷۳/۸/۷	حضرت شاہ محمد اسحاق
۱۵۵	امجد الدین پنجابی	۱۳۳	اسحاق جلیس ندوی
۱۵۷/۵۳/۵۳/۳۹	حضرت حاجی امداد اللہ	۲۷	شیخ اسد علی
۱۳۳/۱۳۶/۶۹/۶۰		۱۵۳/۱۲۱	حاجی اسماعیل حصار
۱۱۵/۹۶	مولانا سید امداد علی مراد آبادی	۱۳۳	مولانا محمد اسماعیل
۱۳۳/۱۳۰/۳۷	مولانا امیر باز خاں سہارنپوری	۱۵۵	محمد اسماعیل گنگوہ
۹۳	فشی امیر اللہ تسلیم	۱۵۷	اسماعیل لدھیانوی

۱۵۵/۱۲۲	شہر الدین	۸۹	محمد امیر خاں
۱۳۳	مولانا ثناء اللہ امرتسری	۱۲۳/۱۲۱	مولوی امین الحق
	ج، ج		مولوی انوار احمد
۱۵۶	جان محمد	۱۳	مولوی انوار الحق
۱	نواب جلال خاں	۱۱۹	ایزد حسن صاحب وکیل
۱۳۹	شیخ جلال الدین کبیر اولیاء	۲۳/۲۲/۳	محمد ایوب قادری
۱۵۷	جلال الدین		ب
۱۳۳	پیر سید جماعت علی شاہ بن	۱۵۵	محمد باقر
	سید کریم شاہ	۸۹/۸۲	بروکلیمان
۱۲۱/۱۱۹	میر جمعیت علی صاحب وکیل	۸۹/۸۶/۸۲/۷۴	علامہ بوسیری
۱۵۶	مولانا جمعیت علی پور قاضوی	۱۵۱	بہادر علی خاں
۱۵۶	پیر چراغ علی شاہ	۷۹	پرنسپل بہادر (دیکھئے سپرنج)
	ح	۸۱	بہادر شاہ ظفر
۱۱۹/۱۰۱	مولانا حبیب الرحمن اعظمی		پ
۲	محمد حسن بن حکیم غلام	۱۵۷/۱۲۱/۶۱/۵۹/۳۵	مولوی پیر محمد خاں
۱۵۳/۱۲۱	میاں جی حسن علی صاحب		ت، ث
۱۵۳/۱۲۱	مولوی محمد حسن پنجابی	۱۳۱	شاہ محمد تبریزی
۱۵۵	محمد حسن بنوی	۱۳۶/۱۳۵/۱۳۲	مولانا تجمل حسین دستوی
۵۸	مولانا حکیم محمد حسن	۱۸/۱۷	ٹیلر صاحب
۷	حضرت مولانا حسین احمد مدنی		ث
۱۲۱	مولوی محمد حسین صاحب	۱۳۸/۱۲۱/۱۲۰	مولانا ثابت علی

۸۲	در رمضان عبد التواب	۱۳۲/۱۰۶/۱۰۵	مولانا حسین علی واں پتھراں والی
۱۷	منشی روشن علی	۱۵۱	مولانا حافظ حکیم محمد حسین خاں
۱۳۳	حضرت مولانا روم	۱۵۸/۱۳۶/۶۶/۶۵/۶۳/۶۱	مولانا شمس علی بنارس
۱۵۶	محمد زکریا کاندھلوی	۸۸/۸۷/۸۵/۸۳	علامہ حلبي
۱۳۱/۵۳/۳۸/۸/۷/۶	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا	۱۵۵/۱۴۱	حافظ محمد حیات
۱۵۰/۱۳۱/۱۳۷			خ، ذ
۷۹	امام زہری	۱۵۳/۱۴۱	مولوی خدا بخش
	س		مولانا خرم علی
۱۱/۱۳/۱۵/۱۶/۱۷	سپر نجر	۱۰۳/۱۰۳/۱۰۲/۷۳/۶۶	مولانا خلیل احمد انیسٹھوی
۱۸/۲۰/۷۹/۸۰/۸۱		۱۳۰/۷۱/۶۵/۶۲/۶۱/۸	مولوی خلیل احمد مدرس بہاول پور
Alois Sprenger		۱۴۱	پور
۵۸/۴۹	مولانا سخاوت علی انیسٹھوی		مولانا ذوالفقار علی
۱۹/۱۸	مولانا سدید الدین دہلوی	۳۱	
۱۴۱	مولوی سراج الدین پنجابی		ذ
۱۵۷	سرفراز الدین	۱۳۹/۱۳۸/۱۴۱	مولوی راغب اللہ
۱۳۰/۱۳۱/۷۰/۳۱/۲۹	حضرت مولانا سعادت علی	۱۳۳/۱۳۱/۱	مولانا رحمت اللہ کیرانوی
۱۳۹/۱۳۸/۱۳۷	فقیہ سہارنپوری	۱۵۵/۱۳۳	رحیم بخش سہارنپوری
۶۸	مولوی محمد سعید عظیم آبادی	۱۵۶	رحیم بخش پنجاب
۷۹	مولانا سلام اللہ دہلوی		حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی
۱۳۶/۱۳۳	علامہ سید سلیمان ندوی	۱۳۹/۵۸/۵۳/۵۱/۷	[نیز دیکھئے حضرت مولانا گنگوہی]
	ش	۱۶۲/۱۳۲/۱۳۱	مولانا رشید الدین خاں دہلوی
۱۶۲	امام شافعی	۱۸/۱۰/۹/۸	منشی رفاقت علی دیوبندی
۱۳۹/۱۳۸	مولانا محمد شاہد سہارنپوری	۵۳/۵۲	

۱۳۷	مولانا عبدالجبار عمر پوری	۱۳۹	مولانا مفتی شاہ دین
۱۰۱	مولانا عبدالحفیظ بلیاوی	۱۳۷/۱۳۶/۱۳۵/۱۳۴	علامہ شبلی نعمانی
۹۹/۹۶	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۳۶	علامہ شبیر احمد عثمانی
۱۳۵/۱۳۱	مولانا محمد عبدالحق حقانی	۱۸۲	علامہ شرف الدین ابو عبد اللہ (دیکھئے علامہ بوسیری)
۱۳۳	مولانا عبدالحق خیر آبادی	۱۳۵	جناب شمس تبریز خاں
۵	مولانا عبدالحلیم انصاری پانی پتی	۱۳۲	مولانا شمس الحق ڈیانوی
۱۳۳	عبدالحمید	۱۶	جناب شمس الرحمن فاروقی
۱۳۷/۱۳۳/۱۰۶/۹	مولانا عبدالحی حسنی	۸ دیکھئے ص ۶/۷	حضرت شیخ الحدیث (دیکھئے مولانا محمد زکریا)
۱۳۸/۸/۴	مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی	۸۶	شیخ الاسلام عسقلانی (دیکھئے حافظ ابن حجر)
۳۳	مولانا عبدالرزاق		
	عبدالرحیم		
۱۵۵	عبدالرحمن	۱۹/۹/۶/۴	مولانا مفتی صدر الدین آزرده
۱۱۹	مولوی عبدالرحمن خاں	۱۴۱	حکیم صدیق احمد خاں
۱۵۳/۱۴۱	حافظ عبدالرحمن صاحب	۱۵۳	حافظ محمد صدیق
۱۴۰	شاہ عبدالرحیم سنسار پوری		
۱۴۴	مولوی عبدالستار ہزارہ	۲۷/۲	مولانا محمد طاہر
۱۵۵	مولوی عبدالستار	۹۵/۹۱/۷۳/۷۳/۲۸	علامہ محدث شیخ محمد طاہر پٹنی
۲	شیخ عبدالاسع بن مولانا محمد ہاشم	۱۱۳/۱۰۰/۹۹/۹۸/۹۶	
۱۱۵/۹۶	مولانا عبدالشکور مچھلی شہری	۸۱/۷۸	ظفر علی
	عبدالصمد بنگالی	۱۱۹	مولوی ظہور محمد
۵۸	مولانا عبدالعدل پھلتی		
		۱۳۸/۱۳۰/۷۱/۶۰/۵۴/۸	مولانا عاشق الہی میرٹھی

۱۳۲	شیخ عثمان بن عبداللہ دامانی	۱۶۰/۷۵/۸	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
۲۳	مفتی عزیز حسن نانوتوی	۱۲۳	مولوی عبدالعزیز
۱۲۱	مولوی عزیز حسن	۱۵۵	مولوی عبدالعزیز کلکتہ
۱۰۲	علامہ علاؤ الدین حصافی	۱۲۳	مولوی عبدالعلی
۱۵۴	علاؤ الدین	۱۳۰	شاہ عبدالغفور صواتی
۱	محمد علی بن روشن خاں	۱۲۹/۷/۶	مولانا شاہ عبدالغنی
۸۰/۱۹/۱۸/۱۷	علی اکبر سونپتی	۱۰۲	مولانا عبدالقادر نورولی گجراتی
۱۳۱ ^۲	مولانا محمد علی مونگیری	۱۳۶ ص	مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری
	سید محمد علی بخش بناری	۱۵۳/۱۲۱ ص	مولوی عبدالقادر پسر مولوی موسی پنجابی
۱۵۰/۱۳۹/۱۳۸/۸۰/۶۱/۵۹/۳۵	مولانا عنایت الہی	۱۳۰/۱۳۶/۱۳۵/۱۳۴/۱۳۳	مولانا مفتی عبداللہ بن صابر ٹونکی
۱۲۱	مولوی عنایت اللہ	۱۵۳/۱۲۱	حافظ عبداللہ
	غ	۱۱۹	عبداللہ خاں وکیل
۱/۷۲/۷۳/۲۸/۲۷	امام غزالی	۱۵۶	عبداللہ پنجابی
۱۱۱/۱۰۷/۹۳/۹۰		۱۵۶	عبداللہ کشمیری
۱۳۵	مولانا غلام محمد بن رمضان ہوشیار پوری	۱۵۳/۱۲۱	مولوی عبداللطیف صاحب
۱۵۴	غلام علی	۱۵۵	عبدالحمید بنگالی
۱۵۴	غلام محمد چکوالی	۱۱۲/۱۰۶	عبدالمعبود
۱۵۴	غلام محمد	۱۳۳/۱۳۲	مولانا عبدالمنان بن شرف الدین
۱۳۳/۱۳۲/۱۰۶/۱۰۵	مولانا غلام اللہ خاں	۱۵۵/۱۲۳	محمد عثمان
۱۵۶/۱۵۳/۱۲۱	حافظ غلام محمد پنجابی ہوشیار پوری	۱۵۵/۱۲۳	محمد عثمان سہارنپوری
۱۵۶	غلام رسول پنجابی		

۱۶۰	فلاطون (دیکھئے افلاطون)	۱۵۲/۱۲۱	ملا محمد غوث صاحب
۱۵۲/۱۵۱	حکیم فیروز الدین		ف
/۱۳۳/۱۲۵/۱۲۳/۱۹/۲۲	مولانا فیض الحسن سہارنپوری	۱۵۵	فتح محمد خاں نکوڑ
۱۵۲/۱۳۳/۱۳۰/۱۲۸/۱۳۳		۱۵۷	فتح الدین
۱۵۵	فیض الحسن پور قاضوی	۱۵۵	فخر الدین گنگوہ
	ق، ک، گ	۸۱	مرزا فخر و
/۵۸/۵۱/۳۹/۲۷/۷/۲	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی	۱۰۰/۹۳	منشی فدا علی عیش
/۱۳۸/۱۲۹/۱۲۷/۷۲/۶۰		۸۳	فرانجوی
۱۶۰/۱۳۷/۱۳۶/۱۳۰		۱۵۲	فرمان علی
۱۱۹	مولوی محمد قاسم	۱۰	مولانا فضل حق خیر آبادی
۱۱۹	شیخ قدرت اللہ	۱۳۳/۱۳۶	شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی
۱۳۷/۱۲۱/۱۱۹	مولوی حافظ قمر الدین	۱۶۳/۱۱۹/۶۳/۳۱/۲۲	قاضی فضل الرحمن صاحب
۱۰۰/۹۳	منشی کالکا پرشاد	۱۶۵/۱۶۳/۱۵۸/۱۱۹/۶۸/۶۳	حافظ فضل حق سہارنپوری
۱۵۳/۱۲۱/۱۱۹	حافظ کریم الدین صاحب	۸۵	سید فضل الرحمن
۱۵۳/۱۱۹	مولوی کمال الدین صاحب	۱۵۲	فضل الرحمن
ص ۱	گردگو بند سنگھ	۱۵۳/۱۲۱	مولوی فضل الرحمن
/۵۳/۵۳/۵۲/۵۳	حضرت مولانا گنگوہی	۸۷	سید حافظ فضل حسین
/۶۲/۶۱/۶۰/۵۹		۱۵۳/۱۲۱	حافظ فضل الرحمن پسر مولوی
/۱۰۵/۷۱/۶۵/۶۳	[نیز دیکھئے مولانا رشید احمد گنگوہی]		محمد احسن
۱۳۸/۱۳۵/۱۳۳/۱۳۱		۱۵۳/۱۲۱	مولوی فضل الدین
	ل	۱۵۶	مولانا فقیر محمد جوردی
۱۳۹/۱۳۸/۱۳۳/۱۳۱	مولانا لطف اللہ علی گڑھی	ص ۱۳۳	مولانا فقیر اللہ
۷۸/۳/۲	حافظ شیخ لطف علی	۱۳۶	
۸۳/۱۶۰	لقمان		

مولانا محمد مظہر نانوتوی	۴
۹/۸/۷/۶/۵/۴/۳/۲	۱۶۲
/۱۶/۱۳/۱۲/۱۱/۱۰	۱۳۸
/۲۲/۲۱/۲۰/۱۹/۱۸/۱۷	۱۳۹
/۲۸/۲۷/۲۶/۲۵/۲۴	۱۳۰/۲۳
/۳۳/۳۲/۳۱/۳۰/۲۹	۱۵۵
۳۶/۳۵/۳۴/۳۳/۳۲	۱۳۸
/۵۲/۵۱/۵۰/۴۹/۴۸/۴۷	۶۱
/۵۹/۵۸/۵۷/۵۶/۵۵/۵۴	۱۳۵/۱۳۱
۶۵/۶۴/۶۳/۶۲/۶۱/۶۰	۵۸/۳۹/۲۳
۷۳/۷۲/۷۱/۷۰/۶۹/۶۸	مولانا محمد فاروقی
/۸۰/۷۹/۷۸/۷۷/۷۶	مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی
/۸۷/۸۶/۸۵/۸۴/۸۳/۸۲	مولانا محمد مخدوم کاندھلوی
/۹۶/۹۵/۹۴/۹۳/۹۰	مرید احمد میاں والی
۶۸	۵۰/۲۳
مقرریری	۱۳۹
مولوی مقیم الدین ڈیرہ	امام مسلم بن حجاج
۱۵۶	
۱۳۳	
۶۰/۵۲	
حضرت مولانا مملوک العلی	
/۱۶/۱۳/۱۱/۹/۴/۳/۲	
/۷۹/۷۳/۷۱/۵۶/۱۸/۱۷	
۱۲۸/۱۱۰/۹۳/۹۰/۸۱/۸۰	
۶۰/۳۷/۷	
مولانا مناظر احسن گیلانی	
۱۵۶	
مولوی محمد منت اللہ	
۱۳۶/۱۳۱	
مولانا منصور علی خاں بن حسن علی خاں	
۵۸/۳/۲	
مولانا محمد منیر	

۱۵۶	نور محمد پنجابی	۱۰۳	مولوی محمد منیر
۱۱۳/۱۱۲/۱۰۰/۵۹/۵۰/۲۹	منشی نول کشور	۷۹	ڈاکٹر موات
۸۱	حافظ نیاز احمد	۱۲۱	مولوی موسیٰ
	و	۱۲۵	سید محمد مہدی خاں
۴	مولوی وجیہ اللہ	۱۳۳	پیر مہر علی شاہ بن
۹۳	منشی وزیر علی انجم		سید نذیر الدین
۷۵/۷۲/۶	حضرت شاہ ولی اللہ	۱۲۱	مولوی میر باز خاں صاحب
	ہ	۱۵۳/۱۲۱	مولوی میر حسن صاحب
۱۲۳	ہاشم صاحب	۲۰/۱۹	میکلا گن
۱۵	ڈاکٹر ہمنٹن صاحب		ن
۲۲	ہنری جارج کین	۱۵۳/۱۲۱/۱۱۹	مولوی ناظر حسن وکیل
	ی	۱۵۳/۱۲۱	مولانا ناظر حسن دیوبندی
۱۵۶	محمد یامین گنگوہی	۱۱۹	مولوی نجف علی
۱۵۶	محمد یحییٰ	۱۳۸/۱۳۳/۱۳۲	مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی
/۶۰/۵۸/۵۲/۳۹/۲	مولانا یعقوب نانوتوی	۶۰/۵۹	منشی محمد نذیر
/۹۳/۹۳/۹۲/۹۰/۷۲		۳۹	مولانا نسیم احمد فریدی
۱۵۹/۱۳۰/۱۱۱/۱۱۰		۶۰	نور الحسن راشد کاندھلوی
۸۹	یعقوب بکر	۱۳۰	حکیم نور الحسن منظور
۱۱۹	محمد یوسف پسر منشی انصار علی	۱۳۱	مولانا نور احمد بن شہاب الدین
۸۹	یوسف سرکیس	۱۳۰/۱۳۳	مولانا نور محمد بن علی
			محمد لدھیانوی

		مقامات	
۶۰/۵۹	بمبئی		
۱۶۶/۱۵۱/۱۳۶/۱۳۹/۷۷/۵۶۱۳۸	بنارس		الف
۱۰۲	بندیل کھنڈ	۸۳/۲۲/۲۱	آگرہ
۱۵۵/۱۲۳	بنگال	۱۹	اتراچل
۷۸	بنگلہ دیش	۶۰/۵۹	انادہ
۱۵۶/۱۲۳	بنگالہ	۱۲۹/۸۰/۷۷/۲۲/۲۱/۲۰	اجمیر
۱۳۸	بوڑیہ	۱۲۳	اسلام آباد بنگالہ
۱۲۵/۲۱	بھاو پور	۱۳۳	اعظم گڑھ
۱۳۰	بھوجپور	۸۹/۲۲	اکبر آباد
	پ	۵۹	ال آباد
۱۳۳/۱۳۲/۱۰۵/۱۰۲/۱۰۲/۷۸/۳/۱۱	پاکستان	۱۵۳/۱۳۱/۱۲۱	انبالہ
۱۳۵/۱۳۹/۱۲۱/۵	پانی پت	۱۵۱/۱۲۸/۲۱	امر تسر
۹۸	پٹن		ب
۱۶۶	پرگنہ چین پور	۱۳۶	باربہ
۱۳۱	پسرور	۱۰۲	بانڈہ
۱۵۶/۱۲۵/۱۳۲/۱۳۱/۱۳۳/۱۳۲	پنجاب	۱۵۱	بانس بریلی
	ت، ٹ	۱۳۳	پتھراں والی
۵۸	ترکی	۸۱	برطانیہ
۱۳۰/۳۳	تھانہ بھون	۱۲	برلن
۱۳۳	ٹانک	۱۵۲/۱۰۳/۱۰۳/۳۶/۳۳/۲۵/۲۲	بریلی

۱۳۳	ڈھال پتی	۱۳۳	ٹونک
۱۵۱	رام پور		ج، ج
۱۳۳-۱۳۴	راول پنڈی	۵۹	جبل پور
۱۳۵	رائے پور گوجراں	۱۰۲	جدہ
۲۰/۱۹	رڑکی	۱۲	جرمنی
۹۸	ریاض	۱	جلال آباد
۵۸	روس	۱۳۸	جمنا نگر
	س، ش	۸۹	چھلی
۱۳۳	سرحد		اینٹ [آگرہ]
۱۳۰	سلطان پور		ح، خ، د
۱۳۳	سندھ	۱۳۷/۱۰۶/۳۵/۹	حیدرآباد
۱۳۳	سندیلہ	۱۳۳	خیل پنڈھڑ
۳۱/۳۰/۲۹/۲۶/۲۲/۷/۶/۱	سہارنپور	۱/۲/۱۹/۱۸/۱۳/۱۱/۱۰/۹/۶/۴	دیپلی
۱/۵۲/۵۰/۳۷/۳۵/۳۳/۳۲		۱/۷۸/۷۵/۶۵/۶۴/۵۲/۳۶/۳۵	
۱/۶۸/۶۵/۶۱/۵۹/۵۸/۵۷		۱/۵۸/۱۳۵/۱۳۰/۱۳۷/۱۱۵/۸۱	
۱/۶۹/۱/۲۱/۲۲/۲۳/۲۴/۲۵/۲۶/۲۷/۲۸		۱۳۶	دینہ
۱/۱۳۶/۱۳۳/۱۳۱/۱۳۰/۱۲۸		۵۰/۴۹/۳۵/۳۷/۳۵/۳۳/۳۲	دیوبند
۱/۱۳۶/۱۳۳/۱۳۲/۱۳۰/۱۲۸		۱/۱۳۰/۶۳/۶۳/۵۵/۵۲/۵۱	
۱/۱۵۱/۱۵۰/۱۴۹/۱۴۸/۱۴۷		۱۶۲/۱۵۹/۱۶	
۱۶۰/۱۵۹/۱۵۳/۱۵۲			ڈ، ر

۷۸	کوفہ	۱۳۳/۱۳۱	سیالکوٹ
۱	کیرانہ	۲۳/۲۳	شاملی
	گ	۱۶۶	شاہ آباد
۱۵۶/۹۸	گجرات		ع، غ
۱۳۹	گلاوٹھی	۷۲/۷۱/۶	علی گڑھ
۱۵۵/۱۳۱/۱۳۹/۵۲/۵۳	گنگوہ	۱۳۳	علی پور
۱۳۲/۱۳۲	گوجراں وال	۱۳۷	عمر پور
۲۲۵/۱۳۳	گوڑہ راول پنڈی	۵۹	غازی آباد
	ل		ک، ق
/۱۳۳/۱۳۱/۱۰۶/۵/۲	لاہور	۸۹/۸۲	قاہرہ
۱۵۲/۱۵۱/۱۳۶/۱۳۵/۱۳۳/۱۳۳		۵۶	کلا پانی
۱۳۳	لدھیانہ	۶۰	کاندھلہ
۶۱/۲۱	لکھنوتی	۱۳۳/۱۱۵/۵۹	کانپور
/۵۰/۲۹/۲۸/۲۶/۲۲/۲	لکھنؤ	۱۳۰	کپورتھلہ
/۱۱۳/۱۱۰/۱۰۷/۱۰۴/۱۰۱/۵۹		۷۸۵۷/۲۸/۲۲/۱۵/۱۲/۱۱/۸/۳	کراچی
۱۵۱/۱۳۸/۱۳۵/۱۳۳/۱۳۱/۱۲۹		۱۵۶/۱۳۶/۱۰۴/۸۰/۷۹	
	م	۱۵۱	کشمیر
۱۳۳	مانگٹ	/۱۳۳/۸۰/۱۹/۱۸/۱۷/۱۶	کلکتہ
۱۳۱	متھلہ	۱۵۵/۱۳۸	
۱۱۵	مچھلی شہر	۱۳۳	کوٹ مریز

کتابیات	۱۳۰/۶۰/۱۳	مدینہ منورہ
آپ بیتی (شیخ الحدیث)	۱۲۱	مراد آباد
۱۵۰/۲۸	۱۰۸	مصر
مولانا محمد زکریا کاندھلوی	/۱۶۶/۱۳۶/۱۳۰/۱۳۷/۵۷/	مظفرنگر
ابن ماجہ شریف	۱۳۷/۲۲/۱۳۳/۷۶/۶۰/۵۷/۱۳/۸	مکہ معظمہ
/۲۳/۴۱/۴۰/۳۹/۳۸	۱۶۰/۱۵۹/۱۳۶	منگلور
۱۳۸/۱۳۳/۲۳	۱۵۷/۱۳۲/۱۰۵	میاں والی
سنن ابوداؤد	۱۲۴/۷۱/۳۱	میرٹھ
/۲۲/۴۱/۴۰/۳۹/۳۸		ن
۱۳۸	۱۵۹/۵۶/۵۰/۲۶/۳/۲/۱	نانوتہ
احیاء السنہ (رسالہ)	۱۵۵	نکوڑ
احیاء العلوم	۱۵۱	نوشہرہ
/۹۰/۷۳/۷۳/۲۸/۲۷		و، ہ، ی
/۱۱۰/۱۰۷/۹۵/۹۳/۹۳	۱۳۲	وزیر آباد
۱۶۱/۱۱۳/۱۱۱	۱۳۸	ہریانہ
۱۱	۱۲۳	ہزارہ
الاصلیۃ	۱۰۲/۸۱/۷۸/۲	ہندوستان
اظہار الحق	۱۵۱/۱۳۷/۱۰۲/۱۹/۱	یوپی
۱		
ام القریٰ فی مدح		
خیر الوری		
۸۹/۸۲		
انشی ٹیوٹ گزٹ		
۷۲/۶		
۱۳۷/۵۳/۹/۸/۶		
اوجز السالک علی موطا امام مالک		
۸۰/۷۹/۱۸/۱۵/۱۳/۱۲		
ایک نادر مجموعہ مکاتیب		

		ب، پ	
۵	تذکرہ رحمانیہ		
۶۰/۵۸/۵۴	تذکرہ الرشید	۳۹/۳۸/۳۷/۸/۷	بخاری شریف
۱۳۸/۱۳۳/۱۳۲/۱۳۱	تذکرہ علمائے حال	۹۶/۴۴/۴۳/۴۲/۴۱/۴۰	
۱۳۵/۱۳۳/۱۳۱/۱۳۰/۱۲۹		۱۶۳/۱۵۲/۱۳۰/۱۲۳/۱۱۹	
۱۳۵/۱۳۳/۱۳۳	تذکرہ علمائے پنجاب	۱۳۱/۷	بذل الجہود
۱۳۵	تذکرہ علمائے بہار	۱۳۲/۱۰۶/۱۰۵	بلند الخیر ان فی ربط آیات القرآن
۱۳۷	تذکرہ علمائے حدیث ہند	۱۳۲	البیان فی علوم القرآن
۹۹	تذکرہ الموضوعات	۱۳۲/۴۱/۴۰/۳۹/۳۸/۳۷	تفسیر بیضاوی
۱۳۳/۱۳۲/۱۰۶	تذکرہ مولانا غلام اللہ خاں	۱۱۵/۱۱۰/۹۲/۹۱/۴۴/۴۳	
۲	تذکرہ اشٹاذ الکل حضرت مولانا مملوک الاعلیٰ نانوتوی	۱۳۸/۱۳۳/۱۳۳	
		۱۳۸	پیام اتحاد (ماہنامہ)
		ت	
۱۳۸/۱۲۹/۳۹/۳۷	ترندی شریف		
۱۳۰	تمہید مغاوضات رشیدیہ	۸۹/۸۲	تاریخ الادب العربی
	(مجموعہ کتب مولانا گلوی صاحب شریف علی)	۴۰/۳۹	تاریخ تیموری
۱۳۲/۴۱/۴۰/۳۹/۳۸/۳۷	توضیح و تلخیص	۰	تاریخ جلال آباد
۱۶۱/۱۳۸/۱۳۳/۴۴/۴۳		۱۳۵/۱۳۴	تاریخ ندوۃ العلماء
		ج، ح، خ	
۳۹	جبر و مقالہ	۴۱/۳۹	تاریخی سینی
۱۳۳/۴۲/۴۱/۴۰/۳۹	جلالین	۲	تقدیس الوکیل
۱۳۸/۱۳۳/۱۱۹/۱۱۰/۹۲/۴۴		۱۱۹	تحفہ صدیقیہ
			تذکرہ حقانی
۷۵	حجۃ اللہ البالغۃ	۱۳۰/۶۱/۸	تذکرہ الخلیل

۳۳	سنہ ۱۲۸۸ھ	۳۳/۳۲/۳۷	حسامی
۵۰	سنہ ۱۲۹۷ھ	۱۲۳/۱۱۰/۹۲/۹۱/۳۳/۳۲	حسن حصین
۱۳۷/۶۱/۵۹	سنہ ۱۲۹۵ھ	۱۳۲	تفسیر حقانی
۱۳۸/۱۲۲	سنہ ۱۲۹۸ھ	۱۳۸/۳۳/۳۱	حماسہ
۱۲۶	سنہ ۱۲۹۹ھ	۱۳۸	حمد اللہ
	سنہ ۱۳۰۰ھ	۱۳۲	حیات علامہ شبلی نعمانی
	سنہ ۱۳۰۱ھ	۱۳۸/۳۸	خطبہ قاموس
	سنہ ۱۳۰۲ھ		د
	سنہ ۱۳۰۳ھ	۱۲۳/۳۳/۳۲	سنن داری
۱۳۷	سنہ ۱۳۳۲ھ	۳۰/۳۹/۳۸/۳۷/۳۶	در مختار
۱۳۹	سنہ ۱۳۳۳ھ	۱۰۲/۷۳/۳۳/۳۲/۳۱	
	روداد دارالعلوم دیوبند	۱۲۳/۱۲۳/۱۰۳	
۵۱	سنہ ۱۲۹۲ھ	۳۳/۳۲/۳۱/۳۰/۳۹/۳۸	دیوان متنبی
۵۲	سنہ ۱۲۸۵ھ	۱۳۸/۱۲۳/۳۳	
/۳۶/۳۳/۳۲/۳۱/۳۰	روداد مظاہر علوم	۱۳۸	رسالہ میرزا ایدملا جلال
/۱۲۶/۱۲۲/۶۱/۵۹/۵۰/۴۶		۱۵۲/۱۵۱	رموز الاطباء
/۱۲۵/۱۳۸/۱۳۷/۱۳۳		۶۱/۳۲/۳۱	روداد مقدمہ شیعہ سنی
۱۳۹/۱۳۷			روداد مدرسہ مظاہر علوم
/۵۲/۵۱	روداد دارالعلوم دیوبند	۳۰	سنہ ۱۲۹۰ھ
	س، ش، ص	۳۲/۳۱	سنہ ۱۲۸۵ھ
۱۳۸/۳۲/۳۱/۳۹	سبعہ معلقہ	۳۶/۳۳	سنہ ۱۲۸۷ھ
			سنہ ۱۲۸۷ھ
			سنہ ۱۲۸۷ھ

۱۰۴/۱۰۳/۱۰۲/۲۶	غایۃ الاوطار	۷۲	سر سید کی تعزیتی تحریریں
۱۱۹	غایۃ البیان	۱۲۳	سکندر نامہ
	ف، ق	۱۳۰/۶۰/۲۷/۷	سوانح قاسمی
۱۱۹	فتوح الغیب	۱۳۶/۱۳۱	سوانح شاہ عبدالقادر رائے پوری
۱۳۱	الفقیہ (رسالہ)	۸۰/۲۱/۱۱/۱۵	سہ ماہی اردو کراچی
۷۵	الفوز الکبیر	۱۳۶	شرح جامی
۱۱۹	فیض عام	۸۳	سیرت حلبیہ
۶۰۲	قاسم العلوم	۱۲۳/۲۲/۲۰/۳۹/۳۸	شرح عقائد
۱۳۸	قاضی مبارک	۱۲۳/۲۲	شرح ملا
۱۱۵/۱۱۰/۹۶/۹۲/۹۱	قاموس	۱۵۹/۱۲۰/۲۰/۳۸	شرح مواقف
۲۹	قدوری	۱۲۳	شرح وقایہ
۱/۳۱/۲۰/۳۸/۳۷/۹۱	قرآن شریف	۱۶۰/۱۳۸/۱۲۲/۲۰/۳۸	شماں ترمذی
۲۳/۱۳۲/۱۳۲/۱۲۰/۶۱/۲۵	قسطلانی	۲۱	شمس بازغہ
۹۶	قصیدہ ہمزئیہ	۱۳۸	صدرا
۱/۸۲/۸۲/۷۲/۲۱/۳۹	قطبی	۱۳۸	صراح
۸۹/۸۶/۸۵	ک، گ	۱۱۵/۱۰/۹۶/۹۱	ط
۱۳۵	کرمانی		طریقہ شریعت
	کشاف اصطلاحات الفنون	۱۵۸/۱۳۶/۶۸/۶۵/۶۳/۳۶	طیبی
۹۶	تفسیر کشاف	۹۶	ع، غ
۱۱۰/۹۲/۹۱/۳۱/۱۱	کنز الدقائق	۱۳۹/۱۳۸/۱۳۹	علماء مظاہر علوم اور ان کی علمی تصنیفی خدمات
۱۱۰/۹۲/۹۱/۳۱			
۱۵۹/۱۳۹/۱۳۶/۲۰/۳۹			

۸۹	معجم المطبوعات العربیہ فی	۸۲	اللوکب الدینیہ فی مدح خیر البریہ
	شبه القارة الهنديه	۱۲۳	گلستان
۱۳۷	معیار الادویہ	۴۵	
۱۳۹ / ۱۱۳ / ۹۵ / ۴ / ۲۰ / ۲۹ / ۲۸	مقامات حریری	۱۲۰	مالا بدمنہ
۷۱	مکتوبات رشیدیہ	۱۳۳	مثنوی مولانا روم
۴۹	مکتوبات اکابر دیوبند	۹۶ / ۹۵ / ۹۲ / ۹۱ / ۷۲ / ۲۸	مجمع البحار
۵۰ / ۲۵ / ۲۳	ملفوظات فقیہ الامت	۲۱ / ۱۱۷ / ۱۱۳ / ۱۱۰ / ۱۰۲ / ۱۰۱ / ۱۰۰ / ۹۷	
۸۷ / ۸۲ / ۸۳	المنح المکیہ فی شرح الہمزیہ	۷۱ / ۶۵ / ۶۲ / ۵۲ / ۵۳	مجموعہ مکتوبات حضرت حاجی امداد اللہ و حضرت گنگوہی (قلسی)
۲۳ / ۲۲ / ۲۰ / ۲۱ / ۲۰ / ۷	موطا امام مالک	۷۹	مخفی شرح موطا
۷۸ / ۷۷ / ۷۴ / ۷۳ / ۲۲		۱۶۰ / ۱۳۹ / ۱۲۲ / ۲۰	مختصر المعانی
۱۳۰ / ۱۲۲ / ۸۱۸۰		۱۱۰ / ۹۲ / ۹۱ / ۲۱	تفسیر مدارک
۲۸ / ۲۳ / ۲۲ / ۳	مولانا محمد احسن نانوتوی	۱۳۷	مذہب منصور
۱۳۵	مہر منیر	۱۱۹	مرتع
	ن	۹۶ / ۹۲ / ۲۳ / ۲۲ / ۲۱ / ۲۸	صحیح مسلم
۳۱	نجم الاخبار	۱۵۲ / ۱۴۳ / ۱۳۹ / ۱۲۲ / ۱۱۵	
۴۳	نخبۃ الفکر	۱۳۸ / ۲۲ / ۲۱ / ۲۰	مسلم الثبوت
۱۳۳ / ۱۳۲ / ۱۰۶ / ۲۵ / ۹	نزہۃ الخواطر	۱۳۹ / ۱۱۳ / ۹۵ / ۴ / ۲۰ / ۲۹ / ۲۸	مشکوٰۃ شریف
۱۳۷ / ۱۳۳ / ۱۳۲ / ۱۲۱ / ۱۳۹		۱۰۱	مصباح اللغات
۱۲۲ / ۲۳ / ۲۲ / ۲۱ / ۲۰	سنن نسائی	۱۱۰ / ۹۲ / ۹۱	مصباح المنیر
۱۲۲ / ۷۶ / ۷۵		۱۳۸ / ۱۲۲ / ۲۲ / ۲۲	مطول
۱۳۹ / ۲۳ / ۲۹	نقحۃ الیمن		
۱۶۰ / ۱۳۹ / ۲۰ / ۲۷	نور الانوار		

	<p>۱۱۵/۹۶ نہایہ ابن الاثیر</p> <p>و، ۵، ی</p> <p>واقعات جلال خانی } یا تاریخ جلال آباد }</p> <p>۵۵ وعظ اوج قنوج</p> <p>۴۱/۴۰/۳۹/۳۸/۳۷ ہدایہ</p> <p>۱۳۸/۱۳۷/۱۳۶/۱۳۵/۱۳۴/۱۳۳</p>
<p>۲</p>	<p>۱۳۶ یاد رفتگان</p>

مراجع و ماخذ

		(قلمی)	
	نوٹواسٹیٹ مملوکہ راقم السطور	مکتوبہ بدست خیر آبادی	۱ بیاض مولانا فضل حق خیر آبادی
	عکس نقل نسخہ مؤلف، مملوکہ راقم السطور	تالیف محمد علی بن روشن خاں ۱۳۰۰	۲ تاریخ جلال آباد (مظفر نگر)
	نسخہ مؤلف، مملوکہ راقم السطور	مکتوبہ در مرتبہ منشی رفاقت علی دیوبندی	۳ مکتوبات حضرت حاجی امداد اللہ و اکابر علمائے دیوبند بنام منشی رفاقت علی دیوبندی
		(مطبوعہ)	
آگرہ	۱۲۷۰ھ ۱۸۵۰ء	امام بوسیری	۱ القصیدہ الہمزیہ
		حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی	بترتیب و حواشی
سہارنپور	۱۳۹۱ھ	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا	۲ آپ جی (یا یادایام)
		حضرت امام غزالی (تصحیح متن و حاشیہ)	۳ احیاء العلوم
		حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی	ب
		شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا	۴ اوجز المسالک الی موطاء امام مالک
		حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	۵ اوج قنوج (وعظ)
کراچی	۱۹۸۶ء	ترتیب و حواشی	۶ ایک نادر مجموعہ مکاتیب (مشاہیر علماء کے خطوط اسپر نگر کے نام)
		ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی	۷ بذل المجہود لحل سنن ابو داؤد
سہارنپور		حضرت مولانا خلیل احمد امینوی	۸ بلغة الحیر ان فی ربط آیات القرآن
		مفادیت مولانا حسین علی (پچھراں والی)	
		مرتبہ مولانا غلام اللہ خاں	
قاہرہ	۱۹۷۷ء	ترجمہ عربی یعقوب بکر	۹ تاریخ الادب العربی (بر و کلیمان)
		مولانا اسحاق جلیس ندوی	۱۰ تاریخ ندوۃ العلماء لکھنؤ
کاندھلہ	۱۳۲۸ھ	نور الحسن راشد کاندھلوی	۱۱ تذکرہ استاد النکل مولانا مملوک اعلیٰ نانوتوی

سہارنپور ۱۳۹۵ھ / کراچی بلاسنہ	مولانا عاشق الہی میرٹھی	تذکرہ الخلیل	۱۲
سہارنپور ۱۹۷۷ء	مولانا عاشق الہی میرٹھی	تذکرہ الرشید	۱۳
لاہور ۱۳۰۰ھ	مولانا عبدالحمید انصاری	تذکرہ رحمانیہ (سوانح مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی)	۱۴
لاہور بلڈسنہ	عبدالودود صاحب	تذکرہ مولانا غلام اللہ خاں	۱۵
لاہور ۱۹۹۸ء	اختر راہی صاحب	تذکرہ علمائے پنجاب	۱۶
لکھنؤ ۱۸۹۷ء	مولانا محمد ادریس نگرانی	تذکرہ علمائے حال	۱۷
لاہور	مولانا غلام دستگیر	تقدیس الوکیل	۱۸
کاندھلہ ۱۳۱۲ھ	مولانا محمد یعقوب نانوتوی	حالات طیب مولانا محمد قاسم (مشمول قاسم العلوم)	۱۹
اعظم گڑھ ۱۹۹۹ء	علامہ سید سلیمان ندوی	حیات شبلی	۲۰
طبع دوم ۱۳۲۵ھ	مہتمم دارالعلوم دیوبند	روداد مدرسہ عربیہ (دارالعلوم دیوبند)	۲۱
طبع دوم ۱۳۲۵ھ	مہتمم دارالعلوم دیوبند	روداد مدرسہ عربیہ (دارالعلوم دیوبند)	۲۲
شمارہ ۷ ۱۸۶۸ء	ضمیمہ نجم الاخبار میرٹھ	روداد مدرسہ عربی (مظاہر علوم سہارنپور)	۲۳
ضمیمہ نجم الاخبار میرٹھ	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	روداد مدرسہ عربی سہارنپور ۱۲۸۳ھ	۲۳
مطبع الانوار سہارنپور	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	روداد مدرسہ عربی سہارنپور ۱۲۸۵ھ	۲۴
مطبع صدیقی بریلی	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	روداد مدرسہ عربی سہارنپور ۱۲۸۶ھ	۲۵
مطبع خورشید جہانتاب سہارنپور	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	روداد مدرسہ عربی سہارنپور ۱۲۸۷ھ	۲۶
مطبع صدیقی بریلی	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	روداد مدرسہ عربی سہارنپور ۱۲۸۸ھ	۲۷
مطبع خورشید جہانتاب سہارنپور	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	روداد مدرسہ عربی سہارنپور ۱۲۸۹ھ	۲۸
مطبع مجتبیٰ دہلی	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	روداد مدرسہ عربی سہارنپور ۱۲۹۰ھ	۲۹
مطبع روشن جہاں سہارنپور	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	روداد مظاہر علوم ۱۲۹۱ھ	۳۰
مطبع محبت کشور ہند میرٹھ	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	روداد مظاہر علوم ۱۲۹۲ھ	۳۱
		روداد مظاہر علوم ۱۲۹۳ھ	۳۲

۳۳	روداد مظاہر علوم	۱۲۹۲ھ	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	مطبع عزیز می 'کانپور
۳۴	روداد مظاہر علوم	۱۲۹۵ھ	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	مطبع عزیز می 'کانپور
۳۵	روداد مظاہر علوم	۱۲۹۶ھ	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	مطبع ہاشمی 'میرٹھ
۳۶	روداد مظاہر علوم	۱۲۹۷ھ	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	مطبع ہاشمی 'میرٹھ
۳۷	روداد مظاہر علوم	۱۲۹۸ھ	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	مطبع ہاشمی 'میرٹھ
۳۸	روداد مظاہر علوم	۱۲۹۹ھ	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	مطبع ہاشمی 'میرٹھ
۳۹	روداد مظاہر علوم	۱۳۰۰ھ	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	مطبع ہاشمی 'میرٹھ
۴۰	روداد مظاہر علوم	۱۳۰۱ھ	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	مطبع ہاشمی 'میرٹھ
۴۱	روداد مظاہر علوم	۱۳۰۲ھ	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	مطبع شگوفہ فیض 'میرٹھ
۴۲	روداد مظاہر علوم	۱۳۰۳ھ	مرتبہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	مطبع ہاشمی 'میرٹھ
۴۳	سرسید کی تعزیتی تحریریں		مرتبہ اصغر عباس	علی گڑھ ۱۹۸۹ء
۴۴	سوانح مولانا شاہ عبدالقادر رائی پوری		مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	لاہور ۱۳۹۷ھ
۴۵	سوانح قاسمی		مولانا مناظر احسن گیلانی	دیوبند ۱۳۷۳ھ
۴۶	طریقہ شریعت		مولانا حشمت علی بنارس	مجبائی دہلی ۱۳۰۲ھ
۴۷	علمائے مظاہر العلوم اور ان کی علمی تصنیفی خدمات		مولانا محمد شاہد سہارنپوری	سہارنپور ۱۳۱۰ھ
۴۸	غایۃ الاوطار - ترجمہ اردو در مختار		مولانا محمد احسن و مولانا محمد مظہر نانوتوی	بریلی ۱۲۸۸ھ
۴۹	مجمع البحار الف		علامہ محمد طاہر پٹنہ	طبع اول لکھنؤ ۱۲۸۳ھ
۵۰	مجمع البحار ب		مرتبہ مولانا محمد مظہر نانوتوی	طبع دوم لکھنؤ ۱۲۹۳ھ
۵۱	مجمع البحار ج		مولانا حبیب الرحمن اعظمی	حیدرآباد ۱۳۱۳ھ
۵۲	معجم المطبوعات العربیہ فی شبہ القارة الهندیہ حتی عام ۱۹۸۰ء		ڈاکٹر احمد خاں	ریاض ۱۳۲۱ھ
۵۳	مولانا محمد احسن نانوتوی		ڈاکٹر محمد ایوب قادری	کراچی ۱۹۶۶ء
۵۴	مفاوضات و رشیدیہ (مجموعہ مکتوبات)		مرتبہ حکیم نور الحسن منظور بجواشی	سہارنپور ۱۳۹۶ھ
۵۵	مولانا گنگوہی		مولانا محمد شاہد	مطبع ہاشمی 'میرٹھ ۱۸۷۳ء
	مقدمہ شیعہ دینی (لکھنؤی 'سہارنپور)			

طبع دوم سہارنپور ۱۸۷۳ء		ب	۵۶
۱۹۸۰ء دیوبند	مرتبہ۔ مولانا نسیم احمد فریدی	مکتوبات اکابر دیوبند	۵۷
۱۳۲۳ھ میرٹھ	مرتبہ۔ مولانا عاشق الہی میرٹھی	مکتوبات رشیدیہ	۵۸
۱۳۰۶ھ غازی آباد	مرتبہ مولانا مسعود احمد	ملفوظات فقیر الامت (مفتی محمود حسن گنگوہی)	۵۹
۱۳۶۶ھ طبع اول احمدی دہلی	مرتبہ و حاشیہ	موطاء امام مالک	۶۰
۱۳۷۰ھ طبع دوم دہلی	حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی	ب	۶۱
۱۳۹۹ھ حیدرآباد	مولانا عبدالحی حسنی رائے بریلوی	نزہۃ الخواطر (جلد ہفتم)	۶۲
۱۳۰۲ھ		ب (جلد ہشتم)	۶۳
۱۹۵۵ء کراچی	علامہ سید سلیمان ندوی	یادِ رفتگان	۶۴
۱۸۸۳ء علی گڑھ	سر سید احمد	انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڑھ	۶۵
۱۹۸۵-۸۶ء کراچی	ایک ماہی اردو کراچی	سہ ماہی اردو کراچی	۶۶

قاسم العلوم، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
احوال و آثار و باقیات و متعلقات
تالیف: نور الحسن راشد کاندھلوی

احول و کمالات غیر مطبوعہ آثار و معارف

نیز اب تک نامعلوم مکتوبات اور نادر ترین تحریرات کا گراں قدر مجموعہ جس میں حضرت مولانا کی حیات طیبہ کے متعدد پہلو اور کارنامے پہلی مرتبہ سامنے آئے ہیں جس کو برصغیر کے ممتاز ترین علماء محققین اور اہل نظر نے نادر تحفہ قرار دیا ہے۔



تقریباً ساڑھے چار سو ذیلی عنوانات آٹھ بڑے ابواب نیز حضرت مولانا کی تمام مطبوعہ غیر مطبوعہ تصانیف، تحریرات و مکتوبات کا مکمل اشاریہ بھی شامل ہے۔ یہ ایسی اہم کتاب ہے کہ اس کے پڑھے بغیر حضرت مولانا نانوتویؒ کی حیات و خدمات کے متعدد گوشے نامعلوم رہیں گے۔ مطالعہ نام تمام رہے گا، پونے آٹھ سو صفحات عمدہ کتابت طباعت، خوبصورت جلد

☆ عام قیمت صرف تین سو روپے ☆

مجلہ
صحیفہ نور
(پہلا شمارہ)

نور علی نور
يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ (النور)

قاسم العلوم

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

(۱۲۲۸ھ تا ۱۸۲۳ء تا ۱۲۹۷ھ تا ۱۸۸۰ء)



احوال و کمالات کے نادر گوشے
مکتوبات کے نامعلوم مجموعے
چند علوم و افادات اور باقیات و متعلقات

مرتبہ

نور الحسن راشد کاندھلوی

’ عمدہ کمپوزنگ، بہترین کاغذ، اعلیٰ درجہ کی طباعت اور خوبصورت نقس جلد

اس کے باوجود عام قیمت، صرف تین سو روپیہ (۳۰۰)۔

کتاب آٹھ بڑے ابواب تقریباً ساڑھے چار سو ذیلی عنوانات اور پورے آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔
اس کے مطالعہ کے بغیر حضرت مولانا نانوتوی کی سوانح اور تصنیفات خدمات کا مطالعہ نامکمل رہے گا۔

قدیم دہلی کالج (مدرسہ دہلی) کے

چھبیس سال تک صدر مدرس اور روح رواں

استاذ الکل حضرت مولانا مملوک العلی نانوتویؒ

احوال و خدمات، تصانیف و تراجم، مکتوبات و آثار اور اور تلامذہ

تالیف: نور الحسن راشد کاندھلوی

اس کتاب میں حضرت مولانا مملوک العلی اور دہلی کالج کے کاروانِ علم و کمال کی مفصل اور جامع منظر کشی کی گئی ہے۔ نانوتہ کی پرانی دینی علمی تاریخ اور شخصیات، مولانا مملوک العلی کے اجداد، خاندان اور مولانا کے ولادت سے وفات تک مفصل حالات، دہلی کالج سے وابستگی، کالج پر مولانا کے اثرات، مولانا کی تصانیف، تراجم، مکتوبات اور شاگردوں کا مفصل تذکرہ جس میں دہلی کالج کی بھی بڑی حد تک مکمل تصویر اتر آئی ہے اور کہنا چاہئے کہ دہلی کالج کے فیض علم اور طالب علموں کا ایسا مفصل تذکرہ پہلی بار مرتب ہوا ہے۔ امید کہ اس سے برصغیر ہند کے کاروانِ علم اور دہلی کالج کے سلسلہ میں بھی معلومات کے نئے دریچے وا ہوں گے۔ نامور ناقد اور مصنف شمس الرحمن صاحب فاروقی کے الفاظ میں یہ کتاب:

”عامی اور عالم دونوں کے لئے استفادہ اور حوالہ کا ذریعہ بنے گی“

مقدمہ و پیش لفظ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

استاذ حدیث دارالعلوم، دیوبند

جناب شمس الرحمن فاروقی - و - ڈاکٹر جمیل جالبی (مصنف تاریخ ادب اردو)

ایک تاریخ، ایک تحقیق، ایک علمی دستاویز اور ایک لائق مطالعہ کتاب۔

عمدہ کمپوزنگ اور کاغذ، نفیس طباعت اور جلد۔ سوا چھ سو صفحات۔ قیمت صرف سوا دو سو روپے۔ عنقریب شائع۔

ناشر

[حضرت] مفتی الہی بخش اکیڈمی - کاندھلہ ضلع مظفرنگر یوپی - ہند